سود

اور اسکے احکام و مسائل

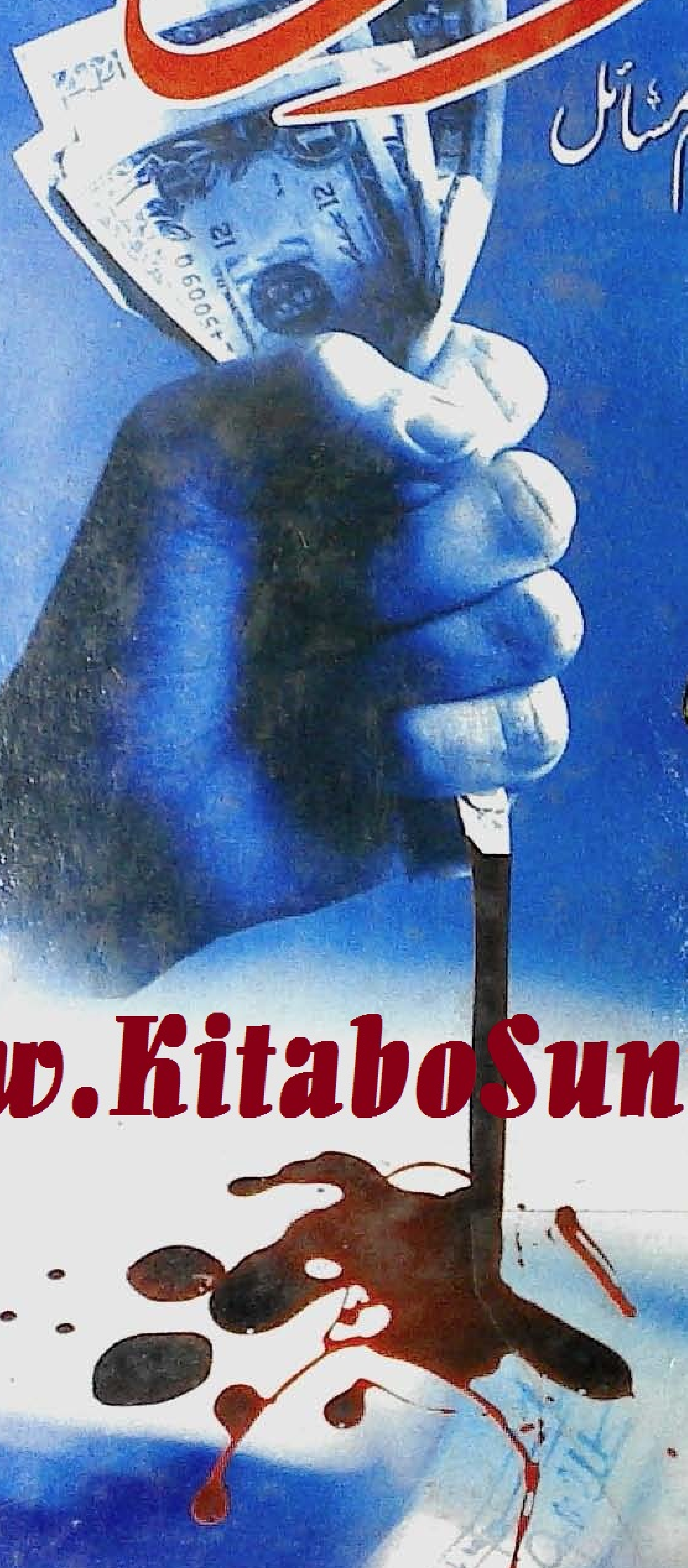

ڈاکٹر فضل الرحمن مدنی

www.KitaboSunnat.com

مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

11872

www.KitaboSunnat.com

سود اور

اس کے احکام و مسائل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

DATA ENTERED

سود

اور

اس کے احکام و مسائل

11872

ڈاکٹر فضل الرحمٰن مدنی

مکتبہ قدوسیہ
اردو بازار لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

کتاب و سنت
کی
نشر و اشاعت
کے لیے
کوشاں

اس کتاب کے
جملہ حقوق اشاعت محفوظ ہیں

اشاعت ——— 2007

اہتمام طباعت

ابوبکر قدوسی

قدوسیہ اسلامک پریس
Out Fal Road
Ph:042-7146761

مکتبہ قدوسیہ
رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور پاکستان
Ph:042-7230585-7351124

www.quddusia.com Email: info@quddusia.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

- مقدمہ 9

ہندوستان میں سود کی شرعی حیثیت

- سود کے مفاسد ونقصانات 12
- سود کی حرمت اور اس پر مختلف وعیدیں 12
- دارالحرب میں سود کے سلسلہ میں جمہور علماء کے اقوال اوران کے دلائل . 15
- ائمہ احناف کے اقوال و دلائل 17
- پہلی دلیل اور اس کا جائزہ 18
- دوسری دلیل اور اس کا جائزہ 23

ایک اور استدلال اور اس کا جواب

- امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا فتویٰ اور مودودی صاحب کی تعلیق 31
- مولانا مناظر احسن گیلانی کی ایک رائے اور مودودی صاحب کی گرفت .. 32
- ”اعتقادی قانون“ اور ”دستوری قانون“ کی ”بھول بھلیوں“ میں 33
- ائمہ کے اجتہادات و آراء کو ”قانون الٰہی“ اور ”شریعت“ قرار دینے کی غلطی .. 36
- گیلانی صاحب کے کلام پر ایک اور ملاحظہ 38
- کیا دارالحرب کے کافر کا مال غداری کے سوا کسی بھی طریقہ سے لینا جائز ہے؟ 38
- طرفین کے قول کی نعمانی صاحب کی جانب سے تائید اور اس کا جواب ... 43
- ایک غلط فہمی کا ازالہ 45
- نعمانی صاحب کی ایک اور دلیل اور اس کا جواب 47
- مودودی صاحب کی دارالحرب میں مسلمانوں کے لیے سود کے بارے میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابو حنیفہ کے مسلک کی تائید ۴۹

سود کی حرمت و مضرت ایک خطابِ عام

- ❀ سود کی حرمت و مضرت ۵۹
- ❀ سوالات و جوابات ۹۰
- ❀ فتاویٰ ۱۱۴

❀❀❀

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرضِ ناشر

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اور عبادات کے ساتھ ساتھ معاملات کا بھی مجموعہ ہے۔ چونکہ یہ سلامتی والا دین ہے' اس لیے اس میں ہر وہ چیز حرام ہے جو انسانیت کے لیے نقصان دہ ہے۔ ان حرام چیزوں میں ''سود'' بھی ہے۔ سود کے مضر اثرات کسی سلیم الفطرت انسان سے پوشیدہ نہیں۔ جو لوگ معاشرے میں مختلف طریقوں سے سودی نظام کو رائج کیے ہوئے ہیں' حقیقتاً وہ انسانیت کے دشمن ہیں اور سود کے ذریعے بندگانِ خدا کی زندگی عذاب بنائے ہوئے ہیں۔ ان ہی مضرتوں کی بنا پر سود کا لین دین کبیرہ گناہوں میں شامل ہے۔

لیکن موجودہ دور میں سود اور اس کے مضر اثرات اپنے پنجے ہر شعبہ زندگی میں پوری طرح گاڑ چکے ہیں۔ ان حالات میں سودی معاملات میں ملوث ہوئے بغیر کاروبار کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے اور ایک کاروباری فرد ہونے کے ناطے بہت سے کاروباری معاملات میں الجھن ہوتی ہے' بہت سے سوال پیدا ہوتے ہیں۔ امپورٹ ایکسپورٹ کے معاملات' بینک سے لین دین کے بعض پہلو' نقد اُدھار کی بعض صورتیں ...... راقم کے دل میں اکثر یہ خیال آتا کہ اگر ہم جیسے لوگ جو اہل علم سے رابطے میں رہتے ہیں اور باوجود کتب بینی کے اور چند مسائل سے آگاہی رکھتے ہوئے ان معاشی الجھنوں کا شکار ہوتے ہیں تو عام حضرات کا کیا معاملہ ہوگا۔ نیز ایسے حضرات تو خاص طور پر توجہ کے قابل ہیں جو اس کمرشل ازم اور لوٹ مار کے دور میں حلال و حرام کی پروا بھی کرتے ہیں اور سودی معاملات سے بچنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔

دوسری طرف کتب کی دنیا میں رہتے ہوئے اردو زبان میں ایسا معیاری لٹریچر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کو بہت کم ملتا ہے کہ جو آپ کے مسائل کے حل میں مدد دے سکے۔ خود راقم کو کچھ عرصہ پیشتر ایک کاروباری مسئلہ پیش آیا' تجارت کے مسائل پر چند کتب کا مطالعہ کیا لیکن مسئلہ حل نہ ہوا' البتہ مزید الجھ کے رہ گیا۔ پھر بعض اہل علم سے رابطہ کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے قرآن وسنت کی روشنی میں رہنمائی فرمائی۔ ایسے میں ڈاکٹر فضل الرحمان مدنی کی یہ کتاب برادرم عمر فاروق قدوسی اپنے سفر حج سے واپسی پر لائے' کتاب دیکھیں تو نہایت اچھی لگی' خاص طور پر آخر میں دیئے گئے سوال و جواب کاروباری حضرات کے لیے بہت مفید معلوم ہوئے۔ اس لیے میں نے اسے شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔

جناب ڈاکٹر فضل الرحمان مدنی کی شفقت تھی کہ مالیگاؤں (انڈیا) رابطہ کرنے پر انہوں نے مکتبہ قدوسیہ کے کام کو نہ صرف سراہا بلکہ بہت سی دعاؤں سے بھی نوازا اور پاکستان میں اس کتاب کی اشاعت کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔

ڈاکٹر صاحب موصوف جامعہ محمدیہ (مالیگاؤں) میں شیخ الحدیث ہیں۔ سعودی عرب سے انہوں نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے۔ فقہ اکیڈمی جدہ کے وہ رکن ہیں اور علمی حلقوں میں انہیں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

میری خواہش ہے کہ بینکنگ اور سٹاک مارکیٹ کے حوالے سے جائز اور ناجائز امور پر علمی و تحقیقی کام آئندہ منظر عام پر لایا جائے۔ بعض اصحاب علم کی توجہ اس بابت مبذول کروائی ہے۔ قارئین سے التماس ہے کہ وہ ہمارے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں خدمت دین کی توفیق عطا فرمائیں۔

خادم الکتاب والسنہ

ابوبکر قدوسی

۱-۸-۲۰۰۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

اسلام دنیا والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے۔ وہ تمام انس و جن کے لیے رب العالمین کا عطا کردہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس میں عقائد، عبادات، معاملات، معاشیات و اقتصادیات اور تمام مسائلِ زندگی سے متعلق انتہائی قیمتی اور بے حد مفید احکام و قوانین ہیں۔ جن میں مرد و زن، امیر و غریب، کالے و گورے اور عربی و عجمی وغیرہ تمام اصناف و اقوام کے حقوق، مصالح اور ضروریات کی مکمل رعایت کی گئی ہے۔ اس میں نہ کسی پر ظلم ہے، نہ کسی کی جانبداری، یہ بڑا ہی جامع و مانع دستور ہے، اس کے کمال و جمال اور عمومیت و شمولیت کے اثبات کے لیے صرف اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ یہ اللہ احکم الحاکمین کا وضع کردہ ہے جو ارحم الراحمین ہے، لطیف و خبیر ہے۔ یہ اللہ جل شانہ کا آخری دین ہے جسے اس نے تا قیامت انس و جن کے لیے پسند فرمایا ہے۔

اس کے کمال کی شہادت خود خالق کائنات نے دی ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾

"آج کے دن میں نے تمھارا دین پورا کیا اور تم پر اپنا احسان مکمل کیا اور دین اسلام کو تمہارے لیے پسند کیا۔"

اس کے سوا اب کوئی بھی دستور اور دین دربار الٰہی میں مقبول نہیں، اس کو چھوڑ کر دوسرے قوانین کے طلب گاروں کے لیے خسارہ اور ہلاکت و بربادی کے سوا کچھ نہیں۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے تو ہرگز قبول نہ ہوگا اس سے اور آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔''

مگر افسوس کہ طاغوتی نظام کے علم برداروں کی سازشوں اور مسلمانوں کی غفلت' جہالت اور کمزوری کی وجہ سے آج دنیا اس عظیم نعمت سے محروم ہے اور مسلم ممالک تک میں مکمل اسلامی دستور پر عمل نہیں۔

آج اسلام کے معاشی و اقتصادی نظام کی خوبیوں کا اعتراف تمام انصاف پسند مفکرین اور ماہرین اقتصادیات کر رہے ہیں' مگر اس میدان میں بھی غیر اسلامی نظریات اور سودی نظام کا غلبہ ہے۔ اسلام نے سود کو مکمل طور سے حرام قرار دیا ہے' اس کے دینی' اخلاقی' اقتصادی اور معاشرتی نقصانات کے سلسلہ میں واضح نصوص و ثبوت موجود ہیں' اس کے باوجود بہت سے لوگ شکوک و شبہات کا شکار ہیں' ہر جگہ سودی نظام کے تسلط نے بہت سے مسائل کو پیچیدہ بنا دیا ہے۔ ان مسائل کے سلسلہ میں مختلف سوالات و اشکالات ذہنوں میں پیدا ہوتے ہیں اور علماء کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ مجھے بھی مختلف مواقع پر سود کے موضوع پر لکھنے' خطاب کرنے اور متعدد سوالات اور استفتاء کے جوابات دینے کا مکلف کیا گیا۔ جسے میں نے اپنی بے بضاعتی کے باوجود کسی نہ کسی طرح انجام دیا۔ پھر کئی احباب نے ان کو کتابی شکل میں پیش کرنے کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ ان کی خواہش کے احترام میں یہ مجموعہ پیش خدمت ہے۔ یہ مجموعہ چار چیزوں پر مشتمل ہے:

(۱) ایک مقالہ بعنوان ''ہندوستان میں سود کی شرعی حیثیت'' یہ مقالہ پہلے جامعہ محمدیہ منصورہ سے شائع ہونے والے ماہانہ مجلّہ ''صوت الحق'' میں ''ہندوستان میں سود کا حکم'' کے عنوان سے شائع ہوا' پھر جمعیۃ الشبان اہل حدیث شنکر نگر و بھیکم پور ضلع بلرام پور یوپی نے رسالہ کی شکل میں طبع کیا اور اب نظر ثانی کے بعد اس مجموعہ میں شامل کیا جا رہا ہے۔

(۲) ''سود کی حرمت و مذمت'' کے عنوان پر ایک خطاب عام: اسے ۲۰ جون ۱۹۹۷ء کو صابر ستار ٹاؤن ہال مالیگاؤں میں پیش کیا گیا تھا اور اب کیسٹ سے نقل کر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مناسب ترمیم و اضافہ کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔

- سوالات و جوابات: سوالات و جوابات کا یہ پروگرام ۲۰ جون ۱۹۹۷ء کے خطاب عام (جس کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے) کے بعد ہوا اور اب کیسٹ سے نقل کر کے اور کچھ اصلاح و ترمیم کے ساتھ یہاں پیش کیا جارہا ہے۔
- فتاوے: جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں کے دار الافتاء میں دیگر مسائل کی طرح سود کے متعلق بھی سوالات آتے رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں جو فتاوے میرے تحریر کیے ہوئے ہیں اور بروقت دستیاب ہو سکے، انھیں بھی اس مجموعے میں شامل کر لیا گیا ہے۔

علمی و دینی موضوعات پر اظہار خیال بہت نازک اور مشکل کام ہے اور اس میں غلطی کا ہونا عین ممکن ہے، اہل علم سے گزارش ہے کہ اپنے ملاحظات اور گرانقدر خیالات سے مستفید فرمائیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس رسالہ کو مفید بنائے اور قبولیت سے نوازے۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا جُھْدُ الْمُقِلِّ، فَمَا کَانَ فِیْهِ مِنْ حَقٍّ وَّ صَوَابٍ ھُوَ مِنْ فَضْلِكَ وَ تَوْفِیْقِكَ، وَمَا کَانَ فِیْهِ مِنْ خَطَاءٍ فَھُوَ مِنِّی وَمِنَ الشَّیْطَانِ، وَاَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَ تُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔

فضل الرحمٰن مدنی
الجامعہ المحمدیہ منصورہ مالیگاؤں
۱۴۲۱/۱/۷ ہجری
۲۰۰۰/۴/۱۳ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان میں سود کی شرعی حیثیت

سود کے مفاسد و نقصانات

سود ایک ایسا معاشرتی' اقتصادی اور شرعی جرم ہے جس کے مفاسد و نقصانات اہل بصیرت کے لیے روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ یہ معاشرہ کو دو متمایز طبقوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ ایک طبقہ وہ جو کسی محنت کے بغیر غریبوں اور محنت کشوں کا خون چوس کر ہر دن مالدار سے مالدار ترین ہوتا چلا جاتا ہے۔ دوسرا وہ طبقہ جو شب و روز محنت کرتا ہے لیکن اس کی محنت کی کمائی کا بیشتر حصہ سود خور کی جیب میں چلا جاتا ہے۔

ایک وہ طبقہ جو کاہل' عمل سے عاری اور مفت خور ہوتا ہے اس کے باوجود اس کی زندگی بڑے ہی عیش و عشرت اور کیف و سرور میں گزرتی ہے' بلکہ اس کے پاس مال و دولت کی ایسی ریل پیل ہوتی ہے کہ شراب و کباب اور فحاشی و عیاشی کی راہ پر لگ کر بے شمار جرائم کا ارتکاب کرتا ہے اور پورے معاشرے کو خراب اور پریشان کرتا ہے جبکہ دوسرا طبقہ بے پناہ جدو جہد کے باوجود نانِ شبینہ کا محتاج اور باعزت زندگی گزارنے کے لیے ترستا رہتا ہے۔

سود ایسا مرض ہے جو سماج میں محبت و مؤدت کی بجائے عداوت و دشمنی پیدا کرتا ہے اور تعاون و ہمدردی کی روح کو ختم کر کے خود غرضی اور قساوت قلبی کو جنم دیتا ہے۔

سود کی حرمت اور اس پر مختلف وعیدیں

اسی بناء پر یہ تمام ادیانِ سماویہ میں حرام اور ناجائز ہے اور اسلام نے نہ صرف اسے حرام قرار دیا بلکہ کبیرہ گناہ گردانا ہے اور ہر اس شخص کے لیے لعنت اور وعید فرمائی جس نے کسی طرح بھی اس میں حصہ لیا اور تعاون کیا۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ: هُمْ سَوَاءٌ))[۱]

"رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجی سود کھانے والے پر اس کے کھلانے والے پر اس کے لکھنے والے پر اور اس کے دونوں گواہوں پر اور فرمایا: یہ سب (لعنت و معصیت) میں برابر ہیں۔"

دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوا: وَمَا هُنَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! قَالَ: الشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبَا، وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصِنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ))[۲]

"سات ہلاک کر دینے والی چیزوں سے اجتناب کرو، لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولﷺ! وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک جادو، ناحق کسی کو قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہونا، (گناہوں سے) غافل عفیفہ مومنہ عورتوں پر الزام لگانا۔"

اس حدیث میں آپ ﷺ نے سود خوری کو شرک، جادو اور ناحق قتل جیسے بڑے معاصی اور جرائم کے ساتھ شمار کیا اور اسے مہلکات میں سے بتایا۔

ایک حدیث میں ہے:

((دِرْهَمُ رِبًا يَاكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ أَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَّثَلَاثِيْنَ زَنْيَةً))[۳]

"سود کا ایک درہم جسے آدمی جانتے بوجھتے ہوئے کھاتا ہے اس کا گناہ چھتیس

---

[۱] رواه مسلم فی صحيحه: ۱۱/ ۲۶ مع شرح النووی

[۲] رواه البخاری فی صحیح (۵/ ۳۹۳) مع الفتح

[۳] رواه احمد والدارقطنی و اسناده صحيح، مشكوة المصابيح بتحقيق الألبانی: ۲/ ۸۵۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ سخت (گناہ) ہے۔"

ایک روایت میں ہے:

((اَلرِّبَا ثَلَاثَةٌ وَّسَبْعُوْنَ بَابًا)) [۱]

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سود کے تہتر (۷۳) باب اور درجے ہیں اور اس کا سب سے معمولی درجہ ایسے ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے زنا کرے۔"

ایک اور حدیث میں ہے:

((اِذَا ظَهَرَ الزِّنَا وَالرِّبَا فِيْ قَرْيَةٍ فَقَدْ أَحَلُّوْا بِأَنْفُسِهِمْ عَذَابَ اللّٰهِ)) [۲]

"جب کسی بستی میں زنا اور سود ظاہر اور عام ہو جائے تو اس بستی والوں نے اپنے لیے اللہ کے عذاب کو حلال کر لیا یعنی اللہ کے لیے ان کو عذاب دینا حلال ہو گیا۔" [۳]

میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ کے ایک طویل خواب کا ذکر ہے' اس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"آج رات میں نے دیکھا کہ دو شخص (جبرائیل اور میکائیل) میرے پاس آئے اور مجھے ارض مقدسہ کی جانب لے گئے' ہم چلتے رہے یہاں تک کہ خون کی ایک نہر کے پاس پہنچے' دیکھا کہ اس نہر کے درمیان ایک شخص کھڑا ہوا ہے اور نہر کے کنارے ایک شخص ہے جس کے سامنے پتھر ہیں' جو شخص نہر میں ہے اس نے نکلنا چاہا تو اس نے اس کے منہ پر پتھر پھینک کر مارا اور

---

۱ رواه ابن ماجه في السنن: ص ۱۶۴ (۲۲۷۶) وفي الزوائد: اسناده صحيح' ورواه الحاكم في المستدرك (۲/ ۳۷) وزاد: "أَيْسَرُهَا مِثْلُ أَنْ يَّنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ" وقال: اسناده صحيح على شرط الشيخين۔

۲ رواه الحاكم وقال: هذا حديث صحيح الاسناد' ووافقه الذهبي (المستدرك: ۲/ ۳۷)۔

۳ صحیح بخاری (۲/ ۲۵۱۔۲۵۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہیں واپس کر دیا جہاں پہلے تھا اور جب جب وہ نکلنا چاہتا ہے یہ پتھر اس کے منہ پر مارتا ہے یہاں تک کہ اسے وہیں واپس کر دیتا ہے جہاں پہلے تھا۔ میں (نبی کریم ﷺ) نے پوچھا یہ کون ہے؟ انھوں (جبرائیل علیہ السلام) نے فرمایا: جس کو آپ نے نہر میں دیکھا ہے وہ سود خور ہے۔''

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے خود سود خور کے لیے سخت وعید فرمائی ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَ اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ یُرْبِی الصَّدَقٰتِ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِیْمٍ﴾

(البقرۃ: ۲/ ۲۷۵۔۲۷۶)

یعنی ''جو لوگ سود کھاتے ہیں (قیامت کے دن اپنی قبروں سے) نہیں کھڑے ہوں گے مگر اسی طرح جس طرح وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جس کو شیطان نے لپٹ کر خبطی (یعنی حیران و مدہوش) کر دیا ہو، یہ سزا اس لیے ہو گی کہ انھوں نے کہا کہ بیع بھی تو سود کی طرح ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کیا ہے۔ پھر جس شخص کو اس کے پروردگار کی جانب سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آ گیا تو جو کچھ پہلے لے چکا ہے وہ اسی کا ہے اور اس کا (باطنی) معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جو پھر دوبارہ سود خوری کرے تو یہ لوگ دوزخی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔''

''اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کفر کرنے والے گناہ گار سے محبت نہیں کرتا ہے۔''

دار الحرب میں سود کے سلسلہ میں جمہور علماء کے اقوال اور ان کے دلائل:

آیات و احادیث میں سود کے سلسلے میں وارد انہی وعیدوں اور نواہی کی بنا پر امام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوزاعیؒ' امام مالکؒ' امام شافعیؒ' امام احمدؒ اور امام ابو یوسفؒ وغیرہ ائمہ کرام اس بات کی جانب گئے ہیں کہ سود مطلقاً حرام ہے۔ کسی بھی مسلمان کے لیے سود لینا یا دینا' یا اس میں کسی طرح تعاون کرنا جائز نہیں اور دار الحرب[1] میں بھی سود لینا ایسے ہی حرام ہے جیسے دار السلام میں' جو مسلمان دار الحرب میں امان لے کر داخل ہو' اس کے لیے جائز نہیں کہ حربیوں کے ساتھ سودی کاروبار کرے اور ان سے سود لے' کیونکہ یہ ساری وعیدیں جو آیات و احادیث صحیحہ میں وارد ہیں' عام ہیں ان میں دار السلام اور دار الحرب کی تفریق نہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (البقرۃ:۲۷۵)

''اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام۔''

اس آیت کا عموم مقتضی ہے کہ سود مطلق حرام ہے' خواہ وہ دار الاسلام میں ہو یا دار الحرب میں' خواہ مسلمان اور مسلمان کے درمیان ہو یا مسلمان اور کافر کے درمیان' اور خواہ یہ کافر ذمی ہو یا مستامن یا حربی۔

دوسری جگہ فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾ (البقرۃ:۲۷۸۔۲۷۹)

یعنی ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم مومن ہو' اس کے بعد اگر تم (اس پر عمل) نہ کرو گے تو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے جنگ کا اعلان سن لو' اور اگر توبہ کر لو گے تو تم کو اصل مال

---

1. دار الحرب سے مراد وہ ملک یا مقام ہے جہاں پر اسلام کے دینی و سیاسی احکام کی تنفیذ اس کے اسلامی سیادت و سلطنت سے خارج ہونے کی بنا پر نہ ہوتی ہو اور دار الاسلام سے مراد وہ بلاد ہیں جو اسلامی حکومت کے دائرہ کار میں ہوں اور ان میں شعائر اسلام کی ادائیگی اور احکام اسلام کی تنفیذ ہوتی ہو۔ (آثار الحرب فی الفقہ الاسلامی لوھبہ الزحیلی (ص ۱۶۹۔۱۷۰) بحوالہ فقہ الامام الاوزاعی ۲/۲۰۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مل جائے گا۔ نہ تم کسی پر ظلم کرنے پاؤ گے نہ تم پر کوئی ظلم کرنے پائے گا۔"

ان آیات میں بھی باقی سود کو ترک کرنے کا حکم اور اس پر عمل نہ کرنے پر وعید عام ہے اور دار الحرب و دار الاسلام وغیرہ کی تفریق نہیں۔

اسی طرح نبی ﷺ نے فرمایا:

((اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ، فَمَنْ زَادَ أَوِ ازْدَادَ فَقَدْ أَرْبٰى وَالْآخِذُ وَالْمُعْطِي فِيْهِ سَوَاءٌ))[1]

یعنی سونا سونے سے، چاندی چاندی سے، گیہوں گیہوں سے، جو جو سے، کھجور کھجور سے، نمک نمک سے، برابر برابر اور ہاتھوں ہاتھ (نقد) بیچنا چاہیے جس نے زیادہ دیا یا زیادہ طلب کیا اس نے سود خوری کی اور لینے والا اور دینے والا دونوں اس میں برابر ہیں۔

اس میں بھی دار الاسلام اور دار الحرب، مسلم اور کافر حربی یا ذمی وغیرہ کی تفریق نہیں اور عام حکم ہے کہ جس نے زیادہ دیا یا زیادہ کا مطالبہ کیا اس نے سود خوری کی۔ اسی طرح سود کی حرمت اور اس پر وعید کے سلسلے میں جتنی آیات اور احادیث صحیحہ ہیں سب عام ہیں۔

بنا بریں اگر ہندوستان کو دار الحرب بھی مان لیں تب بھی جمہور ائمہ اور علمائے محققین کے نزدیک یہاں پر سود لینا اور دینا ویسے ہی حرام ہوگا جس طرح کسی اسلامی ملک میں۔

ائمہ احناف کے اقوال و دلائل:

البتہ ائمہ حنفیہ میں سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ منقول ہے کہ دار الحرب میں امان لے کر داخل ہونے والے مسلمان کے لیے حربی کافر سے سود لینا جائز

[1] رواہ مسلم فی صحیحہ: ۱۱/ ۱۵، مع النووی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے' دینا جائز نہیں' اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ دار الحرب میں ایسے دو مسلمانوں کا جو دار الحرب میں ہی اسلام لائے ہوں اور انھوں نے دار السلام کی جانب ہجرت بھی نہ کی ہو آپس میں سود لینا دینا جائز ہے۔ ایک روایت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ سے ہی یہ بھی ہے کہ جب کوئی مسلمان دار الاسلام سے دار الحرب میں داخل ہو تو وہاں کے کسی ایسے مسلمان سے جو دار الحرب میں ہی مسلمان ہوا ہو اور وہاں سے ہجرت نہ کی ہو سود لینا اور دوسری تمام فاسد بیوع جائز ہیں۔[1]

ان اقوال کے مطابق اگر ہندوستان کو دار الحرب مان لیا جائے تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ اور امام محمد رحمۃ اللہ کے نزدیک یہاں مسلمانوں کے لیے حربی کافروں سے سود لینا جائز ہوگا' دینا نہیں اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کے نزدیک لینا دینا کچھ بھی جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ جمہور ائمہ کی طرح ان کے نزدیک بھی دار الحرب اور دار الاسلام اور حربی اور ذمی وغیرہ کی تفریق درست نہیں' اور صرف امام ابو حنیفہ کے نزدیک ان مسلمانوں سے بھی سود لینا جائز ہوگا جو یہیں مسلمان ہوئے اور کسی اسلامی ملک کی جانب انھوں نے ہجرت نہیں کی۔

دار الحرب میں حربی سے سود لینے کے جواز کیلئے امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دو دلیلیں ہیں۔

پہلی دلیل اور اس کا جائزہ:

ان کی پہلی دلیل وہ حدیث ہے جسے مکحول نے نبی ﷺ سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا رِبَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِي دَارِ الْحَرْبِ))

''دار الحرب میں مسلمان اور حربی کے درمیان سود نہیں۔''

اس کا مطلب ان لوگوں کی رائے کے مطابق یہ ہے کہ دار الحرب میں مسلم کا

[1] دیکھئے فتح القدیر: ۷/ ۳۸_۳۹' بدائع الصنائع ۵/ ۱۹۲' حاشیہ ابن عابدین ۵/ ۱۸۶_۱۸۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حربی سے سود لینا جائز ہے۔

اولاً: تو یہ حدیث ضعیف اور ناقابل استدلال ہے۔ علامہ زیلعی حنفی فرماتے ہیں:

((قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَارِبَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِي دَارِ الْحَرْبِ، قُلْتُ: غَرِيْبٌ، وَأَسْنَدَ الْبَيْهَقِيُّ فِي "الْمَعْرِفَةِ فِي كِتَابِ السِّيَرِ عَنِ الشَّافِعِيِّ قَالَ: قَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ: إِنَّمَا قَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ هٰذَا، لِأَنَّ بَعْضَ الْمَشْيَخَةِ حَدَّثَنَا عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: "لَارِبَا بَيْنَ أَهْلِ الْحَرْبِ" أَظُنُّهُ قَالَ: "وَأَهْلِ الْإِسْلَامِ" قَالَ الشَّافِعِيُّ: "وَهٰذَا لَيْسَ بِثَابِتٍ وَلَا حُجَّةَ فِيْهِ))[1]

یعنی حدیث "لَارِبَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِي دَارِ الْحَرْبِ" مجھے کہیں نہیں ملی اور بیہقی نے "المعرفة"[2] میں کتاب السیر میں امام شافعی سے سنداً روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ ابو یوسف نے کہا کہ امام ابوحنیفہ نے یہ اس واسطے کہا کہ بعض مشائخ نے مکحول سے روایت کیا کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اہل حرب...... اور میرے خیال میں یہ بھی فرمایا کہ...... اور اہل اسلام کے درمیان سود نہیں"۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: "یہ حدیث نہ ثابت ہے نہ قابل حجت۔"

علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی جنھوں نے "بغية الالمعي في تخريج الزيلعي" لکھ کر (حافظ زیلعی کو جو حدیثیں ہدایہ کی تخریج کرتے وقت نہیں ملی تھیں اور انھوں نے انھیں "غریب" کہہ کر چھوڑ دیا تھا) ان کی تخریج کر کے حافظ زیلعی پر استدراک کی کوشش کی ہے، انھیں بھی یہ حدیث کہیں نہیں ملی۔ چنانچہ ان کی مذکورہ کتاب میں باب الربا (ص ۴۹۔۵۰) پڑھ جایئے۔ اس کا ذکر کہیں نہیں پائیں گے۔

حافظ زیلعی کے حوالے سے اس حدیث کے سلسلے میں امام شافعی رحمہ اللہ کی رائے آپ نے پڑھی، آیئے خود امام شافعی رحمہ اللہ کی کتاب "کتاب الام" (۳۲۶/۷) سے اس

---

[1] "نصب الرایہ" (۴۴/۴)

[2] امام بیہقی کی ایک کتاب کا نام ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ کو پڑھیں تا کہ مزید واضح ہو جائے۔

امام شافعی رحمہ اللہ "بَیْعُ الدِّرْهَمِ بِالدِّرْهَمَیْنِ فِیْ اَرْضِ الْحَرْبِ" کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں:

''ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا اگر کوئی مسلمان دار الحرب میں امان لے کر داخل ہو اور ان سے ایک درہم کو دو درہم سے فروخت کرے تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ مسلمانوں کے احکام ان پر جاری نہیں ہوں گے اس لیے جس طرح بھی ان کے اموال ان کی رضا مندی سے لے لے جائز ہے۔ امام اوزاعیؒ نے فرمایا کہ اس کے لیے سوذ دار الحرب اور غیر دار الحرب سب جگہ ناجائز ہے، اس واسطے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل جاہلیت کے سود میں سے جس کو بھی حالت اسلام میں پایا ختم کر دیا اور سب سے پہلے آپ ﷺ نے جس سود کو ختم کیا وہ عباس بن مطلب کا سود تھا، تو ایک مسلمان کے لیے کسی ایسی قوم میں سود خوری کیسے حلال ہو گی جن کے خون اور مال کو اللہ نے ان پر حرام کیا ہے (یعنی امان لے کر داخل ہونے کی وجہ سے) حالانکہ مسلمان رسول اللہ ﷺ کے عہد میں بھی خرید و فروخت کرتے تھے مگر اس کو حلال نہیں سمجھتے تھے اور امام ابو یوسف نے فرمایا: درست امام اوزاعی کا قول ہے کہ یہ حلال اور جائز نہیں، ہمیں وہ حدیثیں پہنچی ہیں جنہیں امام اوزاعی نے ذکر کیا ہے اور امام ابو حنیفہ نے اسے اس واسطے حلال قرار دیا کہ بعض مشائخ نے ہم سے بیان کیا مکحول کے واسطے سے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اہل حرب اور اہل اسلام میں سود نہیں، لیکن انھوں (ابو حنیفہ) نے امام اوزاعی کی اس صورت میں موافقت کی جب وہ دار الحرب ہی میں لے دے کر اپنے اپنے قبضہ میں نہ کر لیں اور ایسے ہی دار الاسلام میں داخل ہو جائیں، کیونکہ ایسی صورت میں امام ابو حنیفہؒ نے بھی اسے باطل قرار دیا ہے۔ البتہ وہ کہتے تھے کہ جب وہ دار الاسلام میں آنے سے پہلے دار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحرب میں ہی اپنے اپنے قبضہ میں کرلیں تو درست ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا (درست) بات ویسے ہی ہے جیسے اوزاعی اور ابو یوسفؒ نے فرمایا، اور (صحیح) دلیل وہی ہے جس سے اوزاعی نے استدلال کیا ہے اور جس سے ابو یوسف نے امام ابوحنیفہ کے لیے استدلال کیا وہ ثابت نہیں، اس لیے اس میں کوئی حجت نہیں۔"

ثانیاً: امام نووی اور علامہ ابن قدامہ نے اس حدیث کی تضعیف کے علاوہ اس کا ایک جواب اور دیا ہے، وہ یہ کہ اگر اس کو صحیح بھی مان لیں تو "لَا رِبَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِيْ دَارِ الْحَرْبِ" کا معنی یہ ہوگا کہ دار الحرب میں مسلم اور حربی کے درمیان سود جائز نہیں، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ (البقرة:۱۹۷)

اور اس کا مطلب ہوا کہ حج میں نہ کوئی فحش بات جائز ہے، نہ فسق اور نہ کسی قسم کا نزاع۔ یعنی جس آیت میں "فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ" کہہ کر ان اشیاء کی حرمت بتائی گئی ہے، اسی طرح "لَا رِبَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِيْ دَارِ الْحَرْبِ" کہہ کر دار الحرب میں مسلم وحربی کے درمیان سود کی حرمت کی جانب اشارہ ہے، نہ کہ اس کے جواز کی جانب۔ اور یہ تاویل وتشریح اس واسطے ضروری ہے تاکہ تمام دلیلوں میں تعارض کے بجائے توافق ہو۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اَلْجَوَابُ عَنْ حَدِيْثِ مَكْحُوْلٍ أَنَّهُ مُرْسَلٌ ضَعِيْفٌ، فَلَا حُجَّةَ فِيْهِ، وَلَوْ صَحَّ لَتَأَوَّلْنَاهُ عَلٰى أَنَّ مَعْنَاهُ لَا يُبَاحُ الرِّبَا فِيْ دَارِ الْحَرْبِ جَمْعًا بَيْنَ الْأَدِلَّةِ))

یعنی مکحول کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ مرسل ضعیف ہے، اس واسطے اس میں کوئی حجت نہیں اور اگر صحیح بھی ہو تو ہم دلیلوں میں جمع وتطبیق کے لیے اس کی تاویل یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریں گے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ دار الحرب میں سود جائز نہیں۔[۱]

اور علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

"وَخَبَرُهُمْ مُرْسَلٌ لَا نَعْرِفُ صِحَّتَهُ، وَيَحْتَمِلُ أَنَّهُ أَرَادَ النَّهْيَ عَنْ ذٰلِكَ وَلَا يَجُوزُ تَرْكُ مَا وَرَدَ بِتَحْرِيمِهِ الْقُرْآنُ وَتَظَاهَرَتْ بِهِ السُّنَّةُ وَانْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ عَلٰى تَحْرِيمِهِ بِخَبَرٍ مَجْهُولٍ لَمْ يَرِدْ فِيْ صَحِيحٍ وَلَا مُسْنَدٍ وَلَا كِتَابٍ مَوْثُوقٍ بِهِ، وَهُوَ مَعَ ذٰلِكَ مُرْسَلٌ مُحْتَمَلٌ، وَيَحْتَمِلُ أَنَّ الْمُرَادَ بِقَوْلِهِ "لَا رِبَا" اَلنَّهْيُ عَنِ الرِّبَا كَقَوْلِهِ: فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ"[۲]

"ان کی حدیث مرسل ہے اس کی صحت بھی معلوم نہیں اور احتمال ہے کہ اس سے ممانعت مراد ہو اور جس کی تحریم قرآن سے ثابت ہو اور سنت نے اس کی تائید کی ہو اور اس کی حرمت پر اجماع منعقد ہو چکا ہو اس کو ایک ایسی مجہول خبر کی بنا پر ترک کرنا جائز نہیں، جو نہ صحیح میں وارد ہو نہ مسند میں نہ کسی معتمد کتاب میں اور اس کے ساتھ دوسرے معنی کا احتمال بھی رکھتی ہو' کیونکہ احتمال ہے کہ "لا ربا" سے مراد سود سے منع کرنا ہو جیسے آیت کریمہ ﴿فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ میں "لَا" کہہ کر ان اشیاء سے ممانعت مراد ہے۔"

بعض علماء احناف نے کہا کہ اس حدیث کو مکحول نے مرسلاً روایت کیا ہے' اور مکحول ثقہ ہیں' اور ثقہ کی مرسل حدیث مقبول ہے' اس واسطے یہ حدیث مقبول ہو گی۔[۳]

اولاً: غیر صحابی کی مرسل حدیث حجت ہے یا نہیں ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے اور راجح یہ ہے کہ اگر اس کے ساتھ دوسرے قرائن اور مؤیدات ہوں' جیسے وہی حدیث دوسرے طریق سے سنداً وارد ہو یا کسی اور نے اسے دوسری سند سے مرسلاً روایت کیا ہو یا اسی

---

۱ المجموع: ۹/ ۳۹۱۔

۲ المغنی: ۴/ ۴۶۔

۳ دیکھیے فتح القدیر: ۷/ ۳۹' المغنی: ۴/ ۴۶ حاشیہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مطابق کسی صحابی کا قول ہو یا اکثر علماء نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہو تو مقبول ہے ورنہ نہیں' اور یہاں ان میں سے کوئی بھی چیز اس کی مؤید نہیں۔

ثانیاً: یہ مرسل قرآن و سنت کی نصوص صریحہ کے عموم کے مخالف ہے اور ایسی صورت میں تو حنفیہ کے یہاں خبر واحد بھی مقبول نہیں اگرچہ اسے کسی ثقہ نے متصلاً و مسنداً روایت کی ہو' پھر مرسل کیسے مقبول ہو گی؟

ثالثاً: یہ مرسل ضعیف ہے' کیونکہ مکحول سے پہلے اور بعد کے رواۃ مجہول ہیں اور ان کی ثقاہت وغیرہ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں' پھر حدیث کی صحیح مسند اور سنن وغیرہ معتبر کتابوں میں اس حدیث کا کہیں ذکر نہیں حتیٰ کہ حافظ زیلعی اور قطلو بغا جیسے علمائے احناف بھی اس کا سراغ نہ لگا سکے۔ ایسی صورت میں صرف مکحول کی ثقاہت اس کی صحت کے لیے کیا کام دے گی؟

رابعاً: یہ حدیث دار الحرب میں حربی سے سود لینے کے جواز کے لیے نص قطعی بھی نہیں' جیسا کہ امام نووی اور علامہ ابن قدامہ نے فرمایا یہ خود اس کی حرمت کا احتمال بھی رکھتی ہے اور جمع بین الادلۃ کے لیے حرمت والا معنی زیادہ مناسب بھی ہے۔

دوسری دلیل اور اس کا جائزہ:

دار الحرب میں حربی سے سود لینے کے جواز کے لیے ان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ ہجرت سے قبل جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں:

﴿الٓمٓ ○ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ○ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ○ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ وَ يَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (الروم:۲۔۴)

''رومی مغلوب ہو گئے زمین کے قریب (عرب کے قریب یعنی شام یا اردن) میں اور اس غلبے کے بعد وہ عنقریب غالب آئیں گے کچھ ہی سالوں میں' سارا معاملہ اللہ کے لیے تھا اور بعد میں بھی ہو گا اور مسلمان اللہ کی مدد پر خوش ہو جائیں گے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو قریش نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا: تم لوگوں کا کیا خیال ہے کہ روم اہل فارس پر غالب آ جائیں گے؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! انھوں (قریش) نے کہا: کیا تم شرط لگاؤ گے؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے شرط لگا لی اور رسول اللہ ﷺ کو آ کر خبر دی، آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ مدت میں اضافہ کر دو اور شرط کی رقم بڑھا دو۔ چنانچہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا اور جب روم اہل فارس پر غالب آ گئے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے شرط لگائی ہوئی رقم لی اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو جائز قرار دیا۔ حالانکہ یہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور مشرکین مکہ کے درمیان کھلا ہوا قمار اور جوا تھا اور اہل مکہ اس وقت دار الکفر والشرک میں تھے۔ تو معلوم ہوا کہ حربی کا مال اصل میں مباح ہے اور بغیر غداری کیے کسی بھی طرح جس میں عقد فاسد اور سود بھی داخل ہے، لے سکتے ہیں۔[1]

مگر یہ دلیل اس قدر ضعیف ہے کہ اس کا ذکر نہ کرنا ہی بہتر تھا کیونکہ ان لوگوں کو خود اعتراف ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے قبل کا ہے، یعنی اس وقت کا ہے جب کہ قمار اور سود کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی، پھر بھلا ایک چیز کے قبل التحریم وقوع سے، حرمت کے بعد اس کے جواز کے لیے کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے؟

رہی یہ بات کہ اس کی دلیل کیا ہے کہ یہ حرمت سے قبل کا واقعہ ہے تو اس کی صراحت حدیث میں موجود ہے۔[2] جس میں ہے:

((قَالَ نَاسٌ مِّنْ قُرَيْشٍ لِأَبِيْ بَكْرٍ: زَعَمَ صَاحِبُكَ أَنَّ الرُّوْمَ سَتَغْلِبُ فَارِسًا فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ أَفَلَا نُرَاهِنُكَ عَلٰى ذٰلِكَ؟ قَالَ: بَلٰى، وَذٰلِكَ قَبْلَ تَحْرِيْمِ الرِّهَانِ فَارْتَهَنَ أَبُوْ بَكْرٍ)) (الحديث)

قریش کے کچھ لوگوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا: تمھارے ساتھی نے کہا ہے کہ روم چند سال میں فارس پر غلبہ حاصل کر لے گا تو کیا ہم تم سے شرط نہ باندھ لیں، اس پر

---

[1] فتح القدير: ۷/ ۳۹، المغنی ۴/ ۴۶، حاشیہ۔

[2] جامع الترمذی میں "سورۃ الروم" کی تفسیر (۴/ ۱۶۰۔۱۶۱ مع التحفہ) میں نیار بن مکرم الاسلمی کی طویل حدیث ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انھوں (ابو بکر رضی اللہ عنہ) نے کہا کیوں نہیں اور یہ شرط ٹھہرانے کی حرمت سے پہلے کی بات ہے' پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے شرط باندھ لی۔

خط کشیدہ عبارت دیکھیے۔ اس میں صراحت ہے کہ یہ واقعہ رِہان (کسی چیز پر شرط ٹھہرانے) کی تحریم سے قبل کا ہے۔

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی فرماتے ہیں: "هذا حديث حسن صحيح غريب۔" یہ حدیث حسن صحیح اور ایک سند سے مروی ہے۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر (۴۲۳/۳) میں اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

((وَقَدْ رُوِيَ نَحْوُ هٰذَا مُرْسَلًا عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ التَّابِعِينَ مِثْلَ عِكْرِمَةَ وَالشَّعْبِيِّ وَمُجَاهِدٍ وَقَتَادَةَ وَالسُّدِّيِّ وَالزُّهْرِيِّ وَغَيْرِهِمْ))[1]

اور اسی طرح تابعین کی ایک جماعت جیسے عکرمہ' شعبی' مجاہد' قتادہ' سدی اور زُہری وغیرہ سے مرسلاً مروی ہے۔

اس واقعہ سے دار الحرب میں سود خوری کی اباحت کے لیے استدلال ایک اور ناحیہ سے مخدوش اور محل نظر ہے' وہ یہ کہ اس میں قمار کا ذکر ہے سود کا نہیں' تو گویا ان لوگوں نے سود کو قمار پر قیاس کر کے اسے مباح قرار دیا' جبکہ سود کی عمومی حرمت پر قرآن و حدیث کے نصوص صریحہ موجود ہیں اور قاعدہ ہے۔ "لا قياس مع النص" نص کے ہوتے ہوئے قیاس جائز نہیں۔ اس لیے خواہ اس واقعہ میں مذکور قمار کو قبل التحریم مانیں یا نہ مانیں اس پر سود کو قیاس کرنا ہی سرے سے باطل ہے۔

پھر اہل علم سے مخفی نہیں کہ اسلام کے اولین مخاطب عربوں میں بہت سی عادتیں اور خصلتیں ایسی تھیں جو مضر ہونے کی بنا پر تحریم کے قابل تھیں' لیکن حکمت کا تقاضا تھا کہ دھیرے دھیرے اس کے لیے ذہن اور ماحول تیار کیا جائے' ان کے نقصانات اور قباحتوں کو اجاگر کیا جائے اور ان کی تحریم بتدریج ہو' تا کہ لوگ مقتنع اور مطمئن ہو کر

[1] علامہ ابن کثیر: تفسیر (۴۲۳/۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باآسانی قبول کرسکیں، جن چیزوں کی حرمت کا حکم بتدریج نازل ہوا' ان میں سے سود بھی ہے۔سب سے پہلے ایک آیت کریمہ کا نزول ہوا:

﴿وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِىٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ﴾

(الروم:۳۹)

''اور جو سود تم دیتے ہو تا کہ لوگوں کے اموال میں شامل ہو کر وہ بڑھ جائے اللہ کے نزدیک وہ نہیں بڑھتا اور جو زکوٰۃ تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دیتے ہو اسی کے دینے والے درحقیقت اپنے مال بڑھاتے ہیں۔''

جس میں سود کی حرمت کا ذکر نہ کرتے ہوئے صرف اس بات کی جانب اشارہ کیا گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک ناپسندیدہ عمل ہے اور اللہ کے یہاں اس کا کوئی ثواب نہیں اور نہ اس میں برکت ہے۔

پھر طبیعت میں اس سے جب کچھ نفرت پیدا ہوئی تو دوسری آیت کا نزول ہوا:

﴿فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۝ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ﴾

(النساء:۱۶۰-۱۶۲)

''پس یہودیوں کے ظلم کی بنا پر ہم نے بہت سی وہ پاک چیزیں ان پر حرام کر دیں جو پہلے ان کے لیے حلال تھیں اور ان کے بکثرت اللہ کے راستے سے روکنے کی بنا پر اور ان کے سود لینے کی بنا پر جس سے انھیں منع کیا گیا تھا۔''

جس میں یہ فرمایا کہ جن جرائم و معاصی کی بنا پر یہود بہت سی طیبات اور پاکیزہ و عمدہ چیزوں سے محروم کر دیئے گئے ان میں سے ایک جرم سود خوری بھی ہے' یہ گویا سود خوری کے انجام بد اور نقصانات کو ذکر کر کے اس کی حرمت کی جانب ایک تلویح تھی' اور ذہن کو اس کے لیے مزید تیار کرنا تھا۔

تیسرے مرحلے میں فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبٰوا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً﴾ (آل عمران: ۱۳۰)

"اور وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو دونا چوگنا سود نہ کھایا کرو۔"

اس آیت میں سود کی حرمت کی تصریح تو کی گئی مگر یہ تحریم جزئی تھی، کلی نہیں کیونکہ اس میں سود کی صرف ایک خاص قسم کو حرام قرار دیا گیا جسے "اضعافا مضاعفة" یا "الربا الفاحش" کہا جاتا تھا۔ یہ قسم شناعت وقباحت میں آخری حد کو پہنچی ہوئی تھی، اس لیے کہ اس میں سود درسود کی شکل تھی جس میں مقروض سود کے بوجھ تلے دب کے رہ جاتا تھا۔

اور جب مخاطبین نے مقتنع ہو کر اس کو بھی قبول کر لیا اور سود کے نقصانات سے بخوبی واقف ہو گئے تو آخری اور چوتھے مرحلے میں سود کی تمام شکلوں کو قطعی طور پر حرام کر دیا اور فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ إِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ﴾ (البقرة: ۲۷۸۔۲۷۹)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم واقعی مومن ہو، اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو کان کھول کر سن لو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے اور اگر تم باز آ جاؤ تو تمہارے لیے تمہارا اصل مال ہے، نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔"

اس کے بعد کسی مومن کے لیے سود لینے دینے کی گنجائش نہیں رہ گئی اور اگر کوئی نہیں مانتا تو وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کا اعلان سن لے۔[1]

یہ آیتیں نبی ﷺ کے آخری ایام میں نازل ہوئیں اور ان سے سود کی تمام قسمیں ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئیں اور کسی بھی شکل کی حلت کا کوئی سوال باقی نہ رہا۔

---

[1] روائع البیان: ۱/ ۳۹۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((هٰذِهِ آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ))[1]

"یہ آخری آیت ہے جو نبی ﷺ پر نازل ہوئی۔"

اور میں ہے کہ انھوں (حضرت ابن عباس) نے فرمایا:

((آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ آيَةُ الرِّبَا))[2]

"آخری آیت جو نبی ﷺ پر نازل ہوئی وہ سود کی آیت ہے۔"

اس صراحت کے بعد بھی کیا کسی کے لیے مکہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور قریش کے درمیان اہل روم کی شکست و فتح پر شرط لگانے سے دار الحرب میں سود کی اباحت کے لیے استدلال کی کوئی گنجائش ہے؟

علاوہ ازیں اہل علم کو یہ بھی معلوم ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر جو وقیع اور عظیم الشان خطبہ رسول اللہ ﷺ نے دیا اس میں امورِ جاہلیت کی اور چیزوں کے ساتھ سود کی حرمت کا بھی اعلان کیا اور فرمایا:

((رِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ، وَأَوَّلُ رِبًا أَضَعُ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ بْنِ مُطَّلِبْ فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ))[3]

"جاہلیت کا سود ختم کر دیا گیا اور سب سے پہلے میں عباس بن مطلب کے سود کو ختم کرتا ہوں، وہ سب کا سب ختم کر دیا گیا۔"

یہ "جاہلیت کا سود" جس کی حرمت کا اعلان نبی ﷺ نے اس موقع پر کیا اور جس کی تحریم اس آیت کریمہ:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ (البقرۃ:۲۷۸)

---

[1] صحیح بخاری (۴/ ۳۱۴)

[2] صحیح بخاری (۸/ ۲۰۵)

[3] رواہ مسلم فی صحیحہ (۸/ ۱۸۲) و ابو داؤد فی سننہ (۲/ ۲۶۱۔۲۶۲)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو' اگر تم واقعی مومن ہو۔“

میں ہوئی' کیا ہے؟ عباس رضی اللہ عنہ بن مطلب اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جاہلیت میں ایک دوسرے کے شریک (پارٹنر) تھے اور قبیلہ ثقیف کے کچھ لوگوں کو سود پر قرض دیا کرتے تھے۔ اسلام لانے کے بعد بھی ان کے سود کی ایک بڑی رقم باقی تھی۔ اس پر حکم الٰہی نازل ہوا کہ ”اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو' اللہ سے ڈرو' اگر تم واقعی مومن ہو تو سود میں سے جو باقی ہے اس کو چھوڑ دو“ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جاہلیت کا سود ختم کر دیا گیا' اور سب سے پہلے میں عباس بن مطلب کے سود کو ختم کرتا ہوں وہ سب کا سب ختم کر دیا گیا۔“

تو جب عہد مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہر قسم کے سود کی حرمت کا عموماً اور ”جاہلیت کے سود“ کی حرمت کا خصوصاً اعلان کر دیا گیا اور بتا دیا گیا کہ یہ سب ختم اور نہ ماننے والوں کے لیے سخت وعید ہے۔ ایسی صورت میں اسی سود کو دوبارہ جائز کرنا خواہ کہیں بھی ہو اور کسی کے لیے بھی ہو' کیسے درست ہو گا؟

مسلمانوں کی تو ذمہ داری ہے کہ نظامِ جاہلیت کو ختم کرنے کے لیے ہر جگہ کوشش کریں' اس سے نفرت کریں' اس کی قباحتوں اور مفاسد کو اجاگر کر کے دنیا کو اس سے نجات دلانے اور اسلامی نظام کو نافذ کرنے اور کرانے کی کوشش کریں' نہ کہ تارِ عنکبوت سے بھی کمزور دلیلوں کے سہارے اس کو کسی نہ کسی طرح جائز کرنے کی کوشش کریں۔

ایک اور استدلال اور اس کا جواب

کچھ لوگ دار الحرب میں حربی سے سود لینے کے جواز میں کہتے ہیں کہ حربی کا مال دار الحرب میں مسلمان کے لیے مباح ہے۔ اس لیے جس طرح بھی وہ اسے بغیر غداری کے لے لے اس کے لیے جائز ہے برخلاف مستأمن (جو امان لے کر دار الاسلام میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

داخل ہو) کے، کیونکہ مستأمن کا مال عقد امان کی بنا پر حرام ہو گیا۔

جمہور نے اس کا جواب یہ دیا کہ جس طرح مستأمن سے سود لینا مسلمان کے لیے جائز نہیں (کیونکہ عقد امان کی وجہ سے اس کا مال لینا ہمارے لیے حرام ہو گیا) اسی طرح امان لے کر دار الحرب میں داخل ہونے والے مسلمان کے لیے بھی سود یا دیگر عقود فاسدہ اور غلط طریقے سے ان کے مال کو لینا جائز نہیں کیونکہ جب ایک مسلمان دار الحرب میں ان سے امان لے کر داخل ہوتا ہے تو جس طرح اس کا مال ان کے لیے حرام ہو جاتا ہے اسی طرح اس کے لیے بھی ان کا مال حرام ہو جاتا ہے۔[1]

دوسرے لفظوں میں اس کو اس طرح سمجھئے کہ جب حربی امان لے کر دار الاسلام میں آتا ہے تو آپ کہتے ہیں کہ اس سے سودی کاروبار کرنا یعنی سود لینا اور دینا دونوں جائز نہیں، کیونکہ سود کے ذریعے جو رقم آپ اس حربی مستأمن سے زیادہ لیں گے وہ اگرچہ اس کی رضامندی سے لیں گے، مگر یہ عقد امان کے خلاف ہے اس لیے ناجائز ہے کیونکہ امان دینے کا مطلب یہ ہوا کہ اس کا مال ہر طرح سے محفوظ ہے، آپ کسی بھی طرح اس کو غلط طریقے سے نہیں لیں گے خواہ وہ راضی ہی کیوں نہ ہو اس طرح حربی مستأمن کو سود دینا بھی ناجائز ہے، کیونکہ مسلمان کے لیے کسی کافر کو اپنا مال عقد فاسد کے ذریعے دے کر تلف کرنا جائز نہیں۔ نیز اس حربی مستأمن کے لیے دار الاسلام میں کسی سے سود لینا بھی جائز نہیں اس لیے کہ امان دینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ ہمارے ملک میں یہاں کے قوانین کی پابندی کرے گا اور کسی خلاف شرع و قانون فعل کا ارتکاب نہیں کرے گا۔ اسی طرح جب ایک مسلمان امان لے کر دار الحرب میں جاتا ہے تو اس کی ذمہ داری ہے کہ جس طرح اپنے لیے سود دینا حرام سمجھتا ہے، سود لینا بھی حرام سمجھے، اس لیے کہ سود لینے کو جائز سمجھنا اور دینے کو ناجائز سمجھنا اس ملک کے قانون کے خلاف ہے۔ اگر حکومت اور اس کے ذمہ دار چاہیں تو اس بنا پر اس کو مجرم قرار دے سکتے ہیں کہ یہ اس ملک کی حربی رعایا سے سود لے کر ان کو لوٹ رہا ہے جب کہ خود سود نہیں

[1] الام: ۷/۳۲۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتا۔

جمہور نے یہ بھی کہا کہ جس طرح دار الاسلام کے دو مسلمان دار الاسلام میں ایک درہم کو دو درہم سے خریدیں اور بیچیں تو حرام' اور دونوں دار الحرب میں جا کر خریدیں اور بیچیں تب بھی حرام۔ یعنی سودی کاروبار کی حرمت ان کے لیے دار الحرب و دار الاسلام دونوں جگہ برابر ہے۔ اسی طرح حربی اور دار الاسلام کے مسلمان بھی خواہ دار الحرب میں سود لیں دیں یا دار الاسلام میں' دونوں جگہ حرمت میں برابر ہیں کیونکہ جو چیز دار الاسلام میں حرام ہے' دار الحرب میں بھی حرام ہے' جیسے شراب نوشی' زنا اور دیگر معاصی دونوں جگہ برابر حرام ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ اور مودودی صاحب کی تعلیق:

مولانا مناظر احسن گیلانی نے ''شامی'' ج:۴ص ۲۱۰ کے حوالے سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا وہ فتویٰ نقل کیا ہے جسے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

''اِذَا دَخَلَ الْمُسْلِمُ دَارَ الْحَرْبِ بِأَمَانٍ فَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَّاءَ خُذَمِنْهُمْ أَمْوَالَهُمْ بِطِيْبِ أَنْفُسِهِمْ بِأَيِّ وَجْهٍ كَانَ' لِأَنَّهُ إِنَّمَا أَخَذَ الْمُبَاحَ عَلٰى وَجْهٍ عَرِيٍّ عَنِ الْغَدَرِ فَيَكُوْنُ ذٰلِكَ طَيِّبًا لَهُ))

''جب مسلمان دار الحرب (غیر اسلامی ملک) میں ان سے امان لے کر داخل ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ وہاں کے باشندوں (غیر مسلم) کی مرضی سے ان کا مال لے خواہ ذریعہ کوئی بھی ہو' کیونکہ اس نے ایک مباح مال کو لیا ہے اور ایسے ذریعے سے لیا ہے جو قانون شکنی سے پاک ہے تو یہ مال اس کے لیے پاک اور طیب ہے۔

مولانا مودودی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خط کشیدہ عبارت میں ''خواہ ذریعہ کوئی بھی ہو'' پر ایک عمدہ تعلیق لگائی ہے' فرماتے ہیں:

''ان الفاظ کی عمومیت محل نظر ہے' اگرچہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ہی نے لکھا ہے مگر اس کو بلا کسی قید وشرط کے نہیں مانا جاسکتا' ورنہ جائز ہوگا کہ مسلمان دار الحرب میں جا کر شراب فروشی کرے یا قحبہ خانہ کھول لے' یا کوئی مسلمان عورت قحبہ گری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا پیشہ کرنے لگے۔"[1]

مولانا مناظر احسن گیلانی کی ایک رائے اور مودودی صاحب کی گرفت:

اس سے پہلے ایک جگہ گیلانی صاحب نے فرمایا:

"مستأمن مسلمان کے لیے فرض ہے کہ جس غیر اسلامی حکومت میں وہ امن کی ضمانت لے کر داخل ہوا ہے وہاں کے مروجہ قوانین کی سختی سے پابندی کرے۔ کسی کے مال و جان اور عزت و آبرو پر حملہ کر کے قانونِ وقت کو توڑنا غدر ہے' اور غدر قرآناً و حدیثاً و اجماعاً حرام ہے۔ لیکن سوال اس وقت ہوتا ہے جبکہ اسلامی قانون کی رو سے ایک فعل ناجائز ہے' مثلاً یہی سود کا مسئلہ ہے کہ اس کے ذریعے تحصیلِ مال کی اجازت ہے اور نہ صرف رعایا کو یہ اجازت ہے بلکہ حکومت بھی بڑے پیمانے پر مختلف صورتوں میں اس کا کاروبار کرتی ہے' ایسی صورت میں مسلمان کو کیا کرنا چاہیے؟ ظاہر ہے کہ اس صورت میں اگر وہ "مستأمن مسلمان" اس ذریعے سے اس ملک کے غیر مسلم باشندے کا مال حاصل کرتا ہے تو نقض معاہدہ یا قانون شکنی یا غدر کا تو وہ قطعاً مرتکب نہیں ہے اور اس لحاظ سے مذہبی طور پر وہ قانونِ معاہدہ کا قطعاً مجرم نہیں ہے۔ اب رہ گئی یہ بحث کہ کیا اس نے کسی دوسرے سے ایسے مال کو حاصل کر لیا ہے جس کے لینے کا گو قانون ملکی نے اسے مجاز گردانا ہے لیکن مذہب یا خدا اس کے لینے سے روکتا ہے؟ یا یوں کہیے کہ کیا اس نے ایسا مال حاصل کیا ہے جو قانوناً نہ سہی لیکن اسلام کی رو سے وہ مباح نہ تھا بلکہ معصوم تھا؟ ابھی شریعت (اسلامی قانون) بلکہ قرآن سے گزر چکا ہے کہ اس قسم کا مال مسلمان کے لیے مذہباً غیر معصوم اور مباح ہے۔"

مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر اپنی تعلیق میں فرمایا:

[1] (سود ص: ۳۰۷)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اگر مولانا کی اس تعبیر قانون کو مان لیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہندوستان میں کسی غیر مسلم کے مال کو لوٹنے یا چرا لینے یا رشوت و خیانت کے ذریعے سے لے لینے والا مسلمان صرف قانون ملکی کا مجرم ہوگا اور مذہباً اگر اسے گنہگار سمجھا جائے گا تو صرف اس بنا پر کہ اس نے قانون معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے نہ کہ احکام اسلام کی، جن میں ان افعال کو خود حرام کیا گیا ہے۔ نیز اگر غیر مسلم حکومت میں کوئی مسلمان عورت العیاذ باللہ فحش کاری کا پیشہ اختیار کرے اور غیر مسلموں سے زنا کی اُجرت لے تو ایسا مال بھی اس کے لیے حلال و طیب ہوگا، کیونکہ جب غیر مسلم حکومت کا قانون اس کے اس پیشہ کو جائز رکھتا ہے اور اسے فاحشہ گری کا لائسنس دیتا ہے تو وہ قانون معاہدہ کی خلاف ورزی کی مجرم نہیں ہے اور جب اسلامی شریعت غیر ذمی کافر کے مال کو مباح قرار دیتی ہے، خواہ کسی صورت سے اس مال کو لیا جائے تو وہ شریعت کی رو سے بھی حرام خوری کی مجرم نہ ہوئی۔ ممکن ہے کہ مولانا اس نتیجہ کو نہ مانیں، مگر ان کے طرز استدلال کا منطقی نتیجہ تو یہی ہے۔"[1]

مولانا مودودی صاحب کی یہ گرفت بالکل درست ہے۔ اسی کو فقہائے متقدمین نے مختصراً اس طرح کہا ہے کہ جس طرح مسلمان کا حربی سے دار الاسلام میں سود لینا ناجائز ہے اسی طرح دار الحرب میں بھی حرام ہے کیونکہ جو چیز دار الاسلام میں حرام ہے، دار الحرب میں بھی حرام ہے جیسے شراب نوشی زنا اور دیگر معاصی دونوں جگہ برابر حرام ہیں۔

"اعتقادی قانون" اور "دستوری قانون" کی "بھول بھلیوں" میں

مگر افسوس کہ مودودی صاحب آگے چل کر اس صواب روش پر برقرار نہ رہ سکے، اور "اعتقادی قانون" اور "دستوری قانون" کی "بھول بھلیوں" میں گم ہو کر رہ گئے۔

1. سود ص: ۳۰۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ بزعم خویش اس ''پیچیدہ مسئلہ'' کی توضیح کے لیے چند مثالیں پیش کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں:

''(۱) فرض کیجئے ایک تاجر امان لے کر دار الحرب میں جاتا ہے اور وہاں سے کچھ مال چرا لاتا ہے۔ یہ فعل اعتقادی قانون اور بین الاقوامی قانون کی رو سے حرام ہے، کیونکہ اس شخص نے عہد شکنی کی ہے لیکن دستوری قانون اس شخص کو اس مال کا جائز مالک قرار دیتا ہے اور اس سے کوئی باز پرس نہیں کرتا۔''[۱]

''(۲) فرض کیجئے کہ دار الاسلام کی رعایا کا ایک شخص دار الحرب میں قید تھا، وہ وہاں سے چھوٹ گیا یا چھوڑ دیا گیا، اب وہ خواہ وہاں چوری کرے، شراب پیے، زنا کرے۔ سب دستوری قانون کی رو سے ناقابل مواخذہ ہے۔''[۲]

یعنی اسلامی حکومت اس پر نہ اس کا ہاتھ کاٹے گی، نہ حد زنا و شراب جاری کرے گی، نہ قصاص لے گی۔ مگر اعتقادی قانون کی رو سے وہ خدا کے یہاں گناہگار ہوگا۔''[۳]

غور کیجئے کہ جن چیزوں کو آپ نے گیلانی صاحب کی تردید میں غیر اسلامی حکومت کی قانونی موافقت کے باوجود غلط قرار دیا تھا اور اس کی ہولناکی کو اس طرح بیان کیا تھا کہ کوئی مسلمان قبول کرنا گوارہ نہ کرے، حتیٰ کہ گیلانی صاحب کے بارے میں بھی آپ کو شبہ تھا کہ شاید وہ بھی اس منطقی نتیجہ کو نہ مانیں، اسی کو آپ نے صرف دار الحرب کے نہیں بلکہ بقول خود اسلام کے اعتقادی اور بین الاقوامی قانون کی مخالفت کے باوجود اسلامی حکومت کے ''دستوری قانون'' کی رو سے جائز اور ناقابل مواخذہ قرار دیا ہے۔

اس سے زیادہ حیرت ناک بات یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

واضح رہے کہ بیرونی ممالک میں جا کر دار السلام کی رعایا کے جو لوگ جرائم اور

---

۱ ہدایہ، باب المستأمن

۲ البحر الرائق: ج۵ ص ۱۰۷۔

۳ سود: ص ۳۷۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بداخلاقیوں کا ارتکاب کریں ان سے دار الاسلام کی حکومت اس بات پر تو باز پرس کر سکتی ہے کہ انھوں نے اپنے رویہ سے اسلام اور مسلمانوں کی بدنامی کا سامان فراہم کیا ہے' اس بنیاد پر بھی وہ ان سے مواخذہ کر سکتی ہے کہ انھوں نے اپنے غلط طرزِ عمل سے اپنی ریاست کے لیے بین الاقوامی معاملات میں الجھنیں پیدا کیں' لیکن ان پر محض اس جرم (مثلاً قتل' چوری) میں کوئی مقدمہ نہیں چلایا جائے گا جس کا ارتکاب انھوں نے دار الاسلام کے حدود کے باہر کیا ہو۔" (سود: ص ۲۷۷ حاشیہ)

سبحان اللہ! دار الاسلام کی حکومت اسلامی احکام کی صریح مخالفت (مثلاً قتل' چوری اور زنا وغیرہ جرائم پر نفسان جرائم کے بارے میں مقدمہ نہیں چلا سکتی اس لیے کہ ان کا ارتکاب دار الاسلام کی) حدود سے باہر کیا گیا ہے۔ البتہ اپنے غلط طرز عمل سے اپنی ریاست کے لیے بین الاقوامی معاملات میں الجھنیں پیدا کرنے اور اپنے رویہ سے اسلام اور مسلمانوں کی بدنامی کا سامان فراہم کرنے کی وجہ سے باز پرس اور مؤاخذہ کر سکتی ہے۔

اگر آپ کے نزدیک اسلام کے "دستوری قانون" کے مطابق وہ چوری کے مال کا جائز مالک ہے' چوری' زنا کاری اور قتل سب اسلام کے دستوری قانون کی رو سے ناقابل مؤاخذہ ہیں تو اس نے اپنے رویہ سے اسلام اور مسلمانوں کی بدنامی کا سامان کیسے فراہم کیا؟ کیا اسلام کے دستوری قانون کی رو سے جائز چیزیں بھی اس کی بدنامی کا باعث ہوتی ہیں؟

کیا آپ کی رائے سے بہتر گیلانی صاحب کا قول نہیں تھا جب انھوں نے معاہدوں کی تکمیل اور وعدہ وفائی کے وجوب اور عہد شکنی و غداری کی تحریم کے لیے چند دلیلیں پیش کرنے کے بعد فرمایا:

ظاہر ہے کہ "قانون معاہدہ" کی ان تحقیقوں کے بعد جو مسلمان کسی غیر اسلامی حکومت سے امن کا معاہدہ کرنے کے بعد اس کی قلمرو میں بحیثیت مستأمن رہتا ہے' اس کی ذمہ داریاں کتنی سخت ہو جاتی ہیں۔ ہدایہ میں ہے:

"إِذَا دَخَلَ الْمُسْلِمُ دَارَ الْحَرْبِ فَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَتَعَرَّضَ لِشَيْءٍ مِنْ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَمْوَالِهِمْ وَلَا مِنْ دِمَائِهِمْ لِأَنَّهٗ ضَمِنَ أَنْ لَا يَتَعَرَّضَ بِهِمْ بِالْاِسْتِمَانِ"

"مسلمان کسی غیر اسلامی ملک (دار الحرب) میں داخل ہو تو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہاں کے باشندوں کے مال یا جان سے وہ کوئی تعرض کرے' کیونکہ وہ اس کا ضامن ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا اور یہ ذمہ داری معاہدہ امن کا نتیجہ ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ جب کسی حکومت سے کوئی مسلمان معاہدہ کرنے کے بعد اس کی سرزمین میں داخل ہو تو اس حکومت نے دوسروں کے جان و مال' عزت و آبرو کی حفاظت کے لیے جو قوانین نافذ کیے ہیں ان کی خلاف ورزی کرنا اس کے لیے قطعاً ناجائز ہے۔ جس قسم کے افعال کو اس غیر اسلامی حکومت نے خلاف قانون قرار دیا ہو ان کے ارتکاب کی وجہ سے وہ نہ صرف قانوناً ہی مجرم ہوگا بلکہ قانون معاہدہ کی رو سے وہ غدر کا مرتکب ہوگا۔ اسلام کا' قرآن کا' خدا کا مجرم ہوگا' گنہگار ہوگا اور ایک ایسے فعل کا مرتکب ہوگا جس کی حرمت قرآن و حدیث اور اجماع سے ثابت ہے۔[1]

حقیقت یہ ہے کہ جو مسلمان دار الحرب میں امان لے کر داخل ہو اس کے لیے اس معاہدہ امن کی بنا پر وہاں کے قانون کی پابندی کرنے میں خالق کائنات کی معصیت نہ ہو' اور ایک مسلمان ہونے کی وجہ سے اسلامی احکام کے خلاف اعمال جیسے چوری' زنا کاری' شراب نوشی اور سود خوری وغیرہ سے بھی اجتناب لازم ہے اور دونوں میں سے کسی کی بھی خلاف ورزی پر وہ جواب دہ اور قابل مؤاخذہ ہے۔

ائمہ کے اجتہادات و آراء کو "قانون الٰہی" اور "شریعت" قرار دینے کی غلطی:

دوسری قابل ملاحظہ چیز جو مودودی صاحب اور گیلانی صاحب دونوں کے یہاں موجود ہے وہ یہ ہے کہ یہ حضرات ائمہ کے اقوال و آراء اور علماء کے اجتہادات کو "شریعت"، "قانون الٰہی"، "اسلام کا دستوری قانون" وغیرہ جیسے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں یعنی انھیں شریعت اور اسلام کی جانب منسوب کرتے ہیں حالانکہ یہ طریقہ غلط اور سلف کے منہج کے سراسر خلاف ہے۔ سلف کا طریقہ تھا کہ اپنے اجتہاد و رائے سے جو

---

[1] سود ص ۲۹۴۔۲۹۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات کہتے اسے اپنی جانب منسوب کرتے تھے' نہ کہ شریعت کی جانب' تاکہ وہ اجتہاد و رائے اگر غلط ہو تو یہ غلطی اسلام اور شریعت کی جانب منسوب نہ ہو بلکہ صرف ان کی جانب منسوب رہے اور اسلام اور شریعت کا چہرہ ہمیشہ بے داغ رہے۔

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب کوئی بات اپنے اجتہاد سے فرماتے تو کہتے:

"هٰذَا مَا رَأَى اللّٰهُ وَرَأَى عُمَرُ"

"یعنی یہ اللہ کی رائے ہے اور عمر کی رائے ہے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا:

"بِئْسَمَا قُلْتَ قُلْ: هٰذَا مَارَأَى عُمَرُ فَإِنْ يَكُ صَوَابًا فَمِنَ اللّٰهِ وَإِنْ يَكُ خَطَأً فَمِنْ عُمَرَ"

"تم نے بہت بری بات کہی' کہو: یہ رائے عمر کی ہے' اگر درست ہے تو اللہ کی جانب سے ہے اور خطا ہے تو عمر کی جانب سے۔"

پھر فرمایا:

((اَلسُّنَّةُ مَا سَنَّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ' لَا تَجْعَلُوْا خَطَأَ الرَّأْيِ سُنَّةً لِلْأُمَّةِ))

"سنت وہ ہے جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسنون قرار دیں' رائے کی غلطی کو امت کے لیے سنت نہ بناؤ۔"

ایک شخص نے ایک عورت سے شادی کی اور اس وقت مہر مقرر نہیں کی' پھر دخول سے قبل ہی اس کا انتقال ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مسئلہ دریافت کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((لَهَا صَدَاقُ مِثْلِهَا مِنْ نِسَاءِ هَا لَا وَكْسَ وَلَا شَطَطَ))

"اسے مہر مثل ملے گا نہ کم نہ زیادہ۔"

پھر فرمایا:

((فَإِنْ يَكُنْ صَوَابًا فَمِنَ اللّٰهِ وَإِنْ يَكُنْ خَطَأً فَمِنِّيْ وَمِنَ الشَّيْطَانِ' وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ مِنْهُ بَرِيْئَانِ))

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اگر یہ درست ہو تو اللہ کی جانب سے ہے اور اگر غلط ہو تو میری اور شیطان کی جانب سے ہے، اللہ اور اس کے رسول اس سے بری ہیں۔''[1]

مگر افسوس کہ اب علماء میں وہ شان احتیاط باقی نہ رہی اور لوگ اپنے اور اپنے ائمہ کے اقوال و آراء کو ''شریعت''، ''قانون اسلامی''، ''اسلام کا دستوری قانون'' وغیرہ کہنے میں ذرا بھی جھجک محسوس نہیں کرتے جبکہ یہ اقوال اچھے خاصے مختلف فیہ مسائل کے بارے میں ہوتے ہیں اور بعض اوقات جمہور علمائے امت کی آراء کے مخالف اور بہتوں کے نزدیک نصوصِ شرعیہ کے بھی معارض ہوتے ہیں۔

گیلانی صاحب کے کلام پر ایک اور ملاحظہ:

تیسری چیز جو گیلانی صاحب کے کلام میں قابل ملاحظہ ہے وہ یہ ہے کہ ان کا خیال ہے کہ جو مسلمان دار الحرب میں امان لے کر جاتا ہے اور ان سے سود کے ذریعے جو مال لیتا ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اس نے ایک مباح مال کو لیا ہے اور ایسے ذریعے سے لیا ہے جو قانون شکنی سے پاک ہے، جبکہ بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ بھی ایک طرح سے حربی حکومت کی قانون شکنی اور اس کے ساتھ غداری ہے۔ کیونکہ شاید ہی کوئی حکومت ایسا برداشت کرے گی کہ آپ ان کی رعایا سے سود لیں تو، مگر ذیں نہیں اور بلاشبہ اکثر و بیشتر حکومتیں اسے اپنے عوام کو لوٹنا ان کے ساتھ غداری کرنا اور قانون شکنی میں شمار کریں گی۔

کیا دار الحرب کے کافر کا مال غداری کے سوا کسی بھی طریقہ سے لینا جائز ہے؟

ان معروضات کے بعد اب آیئے ذرا اس دعوے کی حقیقت پر بھی ایک نگاہ ڈال لیں کہ مسلمانوں کے لیے دار الحرب کے کافر کا مال غداری کے سوا کسی بھی طریقہ سے لینا مباح ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اس کے لیے گیلانی صاحب نے آیت کریمہ:

﴿اِنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ﴾ ''اللہ شرک کرنے والوں سے بری

[1] تاریخ التشریع الاسلامی للخضری: ص ۹۶۔۹۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔“ اور

﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ﴾

”مقاتلہ کرو ان لوگوں سے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ آخرت کے دن کو مانتے ہیں اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام کیا اور نہ سچے آئین اور دین کو اپنی زندگی کا دستور العمل بناتے ہیں ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی۔“

سے استدلال کیا اور کہا کہ:

”مسلمانوں کے مملوکات جس طرح غیر مسلم اقوام کے لیے (ان پر قبضہ کر لینے کے بعد) خود اسلامی قانون کی رو سے مباح ہیں اسی طرح ان کے اموال بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شریعت اور قانون کی رو سے مسلمانوں کے لیے مباح اور حلال ہیں، اگر مسلمان اس پر قبضہ کر لیں تو اس کے صحیح مالک اور ہر قسم کے تصرفات کے مجاز و مختار ہوں گے۔“

نیز یہ دعویٰ بھی کیا کہ:

”یہ خیال کرنا کہ برأت اور مقاتلہ کا حکم صرف ان غیر مسلموں کے ساتھ مخصوص ہے جو قتالی اور مصافی ہیں، لیکن جو غیر مسلم قوم سے مسلمانوں سے جنگ نہیں کرتی اور نہ ان کی ذمی ہے اس کے لیے یہ حکم نہیں، قرآن و حدیث سے جہل کا نتیجہ ہے کیونکہ ”يَعِدُكُمُ اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ“ میں خدا نے غیر مصافی قافلہ تجار کا بھی وعدہ کیا تھا، صحابہ کا بھی ارادہ یہی تھا۔ اگر ایسا کرنا حرام تھا تو قرآن کو ٹوکنا چاہیے تھا۔ صلح حدیبیہ کے سلسلے میں بھی ابو بصیر صحابی اور ان کے رفقاء کا گزر صرف تجارتی قافلوں کے اموال غیر معصومہ پر ہوتا تھا۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بھی ایک زمانہ میں یہی کھاتے تھے۔ بہر حال قتالی ہو یا غیر قتالی، امیر کا اذن ہو یا نہ ہو، غیر ذمی کافر مباح الدم والاموال ہیں۔ ابو بکر جصاص کہتے ہیں:

((وَلَا نَعْلَمُ اَحَدًا مِّنَ الْفُقَهَاءِ يَحْظُرُ (يَمْنَعُ) قِتَالَ مَنِ اعْتَزَلَ قِتَالَنَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ)) [1]

صحیح مسلم میں ایک حدیث ہے:

((عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: أَيُّمَا قَرْيَةٍ أَتَيْتُمُوْهَا فَأَقَمْتُمْ فِيْهَا فَسَهْمُكُمْ فِيْهَا، وَأَيُّمَا قَرْيَةٍ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَإِنَّ خُمُسَهَا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ثُمَّ هِيَ لَكُمْ)) [2]

اس کی شرح میں قاضی عیاض لکھتے ہیں:

((إِنَّ الْمُرَادَ بِالْقَرْيَةِ الْأُوْلٰى هِيَ الَّتِيْ لَمْ يُوْجِفْ عَلَيْهَا الْمُسْلِمُوْنَ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ بَلْ أَجْلٰى عَنْهَا أَهْلُهَا وَصَالَحُوْا فَيَكُوْنُ سَهْمُهُمْ فِيْهَا كَمَا تَقَرَّرَ فِي الْفَيْءِ)) [3]

اس کا جواب تو وہ ہے جو مولانا مودودی صاحب نے دیا ہے آپ فرماتے ہیں:

"یہاں مولانا سے بڑی چوک ہوئی کہ انھوں نے محارب BELLIGERENT اور

---

[1] ترجمہ: اور ہم کسی فقیہ کو نہیں جانتے جو ان مشرکین سے قتال کو منع کرتا ہو جو ہم سے قتال سے کنارہ کش ہو۔ ف۔ ر۔

[2] انظر: صحیح مسلم: کتاب الجهاد والسیر، باب حکم الفئی (۶۹/۱۲) مع النووی اور اس کا ترجمہ یہ ہے:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس بستی میں تم آئے اور وہاں قیام کیے تو تمھارا حصہ اس میں ہے اور جس بستی والوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی تو اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہے اور باقی چار حصے تمہارے ہیں۔

[3] سود: ص ۳۰۰۔۳۰۲۔

قاضی عیاض کا یہ قول شرح النووی (۶۹/۱۲) میں ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے:

پہلی بستی سے مراد وہ بستی ہے جس پر مسلمانوں نے گھوڑوں اور اونٹوں سے چڑھائی نہ کی ہو بلکہ اہل بستی اسے چھوڑ کر جلا وطن ہو گئے ہوں اور مصالحت کر لی ہو تو ان کا حصہ اس میں ہو گا جیسا کہ فئی کے بیان میں ثابت ہو چکا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر محارب NON BELLIGERENT کے فرق کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ محارب وہ قوم ہے جو مسلمانوں سے برسرِ جنگ ہو' ایسی قوم کا کوئی فرد یا گروہ بالفعل مقاتل COMBATNAT ہو یا نہ ہو بہر حال اس کا مال مباح ہے' ہم ان کے تجارتی قافلوں کو گرفتار کر سکتے ہیں' اس کے افراد ہماری زد میں آئیں گے تو ہم ان کو پکڑیں گے اور ان کے اموال پر قبضہ کر لیں گے۔ مولانا نے جتنی مثالیں پیش کی ہیں وہ سب اسی قبیل کی ہیں لیکن جو قوم ہم سے برسرِ جنگ نہیں ہے وہ خواہ معاہد ہو یا نہ ہو اس کے اموال ہمارے لیے مباح نہیں' قرآن میں تصریح ہے کہ:

﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ﴾ (الممتحنہ)[1]

یہ بات عین مقتضائے عقل و انصاف ہے ورنہ مسلمانوں کے لیے مطلقاً ہر غیر ذمی کافر کا مال مباح ہو' جیسا کہ مولانا کے بیان سے ظاہر ہو رہا ہے تو مسلمانوں کی قوم' اقوام عالم کے درمیان "امت وسط" ہونے کے بجائے ایک لٹیری قوم بن جائے گی۔ غیر قوموں پر ڈاکے مارنا اس کا پیشہ قرار پائے گا اور دنیا میں اس کا وجود ایک بلائے عام بن جائے گا۔

رہا یہ سوال کہ جب غیر مسلم مسلمانوں کے مال پر ظالمانہ قبضہ کر کے اس کا مالک ہو سکتا ہے تو مسلم بھی کیوں نہ اس کے مال پر قبضہ کرنے کا مجاز ہو؟ تو یہ بھی درحقیقت

---

[1] پوری آیت: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝﴾ اس کے بعد ہے: ﴿إِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوْا عَلٰى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝﴾

یعنی اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ اللہ تعالیٰ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے' صرف ان لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے اللہ تعالیٰ تم کو منع کرتا ہے جو تم سے دین کے بارے میں لڑے ہوں اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہو اور تمہارے نکالنے میں (نکالنے والوں کی) مدد کی ہو اور جو شخص ایسوں سے دوستی کرے گا' سو وہ ظالم ہے۔ (ف۔ر)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالت جنگ سے تعلق رکھتا ہے' حالت امن میں اسلام اپنی رعایا کو دوسری غیر محارب قوموں پر ڈاکہ زنی کرنے کی اجازت نہیں دیتا' ہاں اگر دوسری قوموں کے افراد مسلمانوں پر ڈاکہ زنی کی ابتدا کریں تو ان کے اور مسلمانوں کے درمیان حالت جنگ قائم ہو جائے گی اور اس وقت مسلمانوں کے لیے ان کے اموال اور خون مباح ہو جائیں گے۔ قرآن میں جہاں مشرکین سے اعلان برأت کیا گیا ہے' وہاں صاف طور پر یہ بھی کہہ دیا گیا ہے کہ: ﴿وَهُمْ بَدَؤُكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ یعنی ظلم کی ابتداء ان کی طرف سے ہوئی تھی۔ پس مسلمان اپنی طرف سے سلب و نہب کی ابتدا نہ کریں گے بلکہ جب ابتداء دوسروں کی طرف سے ہو گی تو وہ معاہدہ کی صورت میں: ﴿فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ﴾ پر اور پہلے سے معاہدہ نہ ہونے کی صورت میں اعلان جنگ پر عمل کریں گے۔ اس کے بعد تمام قوم حربی قرار پائے گی اور اس کے اموال اور خون مباح ہو جائیں گے۔"[1]

دوسرا جواب یہ ہے کہ گیلانی صاحب نے جتنی بھی دلیلیں ذکر کی ہیں ان کا تعلق جہاد' مال غنیمت اور مال فے سے ہے' سود اور دیگر عقودِ فاسدہ سے ان کا دور کا بھی تعلق نہیں۔ اس واسطے مخصوص حالات کے احکام کو عام حالات پر منطبق کرنا قطعاً درست نہیں' یعنی اعلان جنگ کے بعد کافر محارب سے بطور غنیمت و فے حاصل کردہ مال پر دار الحرب اور دار الکفر کے باشندوں سے (خواہ محارب ہوں یا نہیں) بذریعہ سود و دیگر عقودِ فاسدہ حاصل کردہ مال کو قیاس کرنا کسی طرح صحیح نہیں قرار دیا جا سکتا۔ رہا اہل مکہ کے قافلہ تجارت کے لیے مسلمانوں کا نکلنا تو ظاہر ہے کہ مسلمان اس سے بذریعہ سود یا کسی اور عقد فاسد کے ذریعے مال لینے نہیں گئے تھے بلکہ بزور قوت و طاقت اور بذریعہ جنگ لینے گئے تھے کیونکہ اس کو اور اس کے منافع کو یہ لوگ مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنے والے تھے۔ نیز یہی لوگ تھے جنھوں نے نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے اصحاب کو مکہ میں طرح طرح کی اذیتیں دی تھیں' آپ ﷺ کے قتل کا پروگرام بنایا تھا۔ یہاں تک کہ یہ لوگ ہجرت پر مجبور ہو گئے پھر ہجرت کے وقت انھوں نے اکثر کے مال و متاع

[1] (سود: ص ۳۰۰۔۳۰۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھین لیے، اکثر کو ان کی بیوی بچوں سے الگ کر دیا۔ ہجرت کے بعد ان کے گھر اور جائداد پر قبضہ کر لیا۔ جو لوگ حبشہ ہجرت کر کے گئے انھیں بھی نہیں بخشا اور مدینہ آنے کے بعد بھی مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مشغول رہے۔ حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا بھی ان سے برسرِ پیکار ہونا کسی سے مخفی نہیں۔ ایسی صورت میں مالِ غنیمت و فے پر بذریعہ سود و دیگر عقودِ فاسدہ حاصل کردہ مال کو قیاس کرنا کیسے درست ہوگا؟

طرفین کے قول کی نعمانی صاحب کی جانب سے تائید اور اس کا جواب:

مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے بھی بیمہ (انشورنس) کے سلسلہ میں امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے قول سے استدلال کرتے ہوئے اس کی تائید کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

”ظاہر ہے یہ رائے آئمہ کرام نے جب ہی قائم کی ہوگی جب ان کے سامنے اس کی روشن اور قوی دلیل آئی ہوگی کیونکہ صرف قیاس اور اجتہاد سے کسی امام کے نزدیک بھی قرآن مجید کے ایسے قطعی، صریح اور مطلق احکام میں تخصیص و استثنا نہیں کیا جا سکتا ہے، ہوسکتا ہے یہ وہی دلائل ہوں جو مبسوط سرخسی وغیرہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمدؒ کے مسلک کی تائید میں ذکر کیے گئے ہیں۔ یا ان کے علاوہ اور دلائل ہوں، بہر حال ان آئمہ کبار کا یہ فتویٰ بجائے خود اس کی دلیل ہے کہ انھوں نے کسی محکم دلیل کی بنیاد پر یہ رائے قائم کی ہے۔“

اس کا نہایت ہی عمدہ جواب سید احمد عروج قادری صاحب نے دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”میرے نزدیک ربا و قمار (سود اور جوا) ہر ملک میں حرام قطعی ہے اور وہ دار الحرب ہو یا دار الاسلام یا اور کچھ۔ اس مسئلہ میں طرفین کا مسلک نہ صرف نصوصِ شرعیہ کے خلاف ہے بلکہ خود اصول فقہ حنفی کے مسلمات کے بھی خلاف ہے اور مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ اس مسلک کی بنیاد پر کوئی فیصلہ یا کوئی فتویٰ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے لیے قابل تسلیم ہو۔ خود مولانا نعمانی کو اس مسلک کے ضعف کا احساس ہے۔"

چنانچہ وہ لکھتے ہیں اس کے بعد قادری صاحب نے نعمانی صاحب کی مذکورہ بالا عبارت نقل کی ہے اور لکھتے ہیں:

بعض اہل حدیث حضرات کی کسی کتاب میں راقم الحروف نے یہ پڑھا تھا کہ:

"مقلدین کی سب سے بڑی دلیل ان کے امام کا مجرد قول ہے' مولانا نعمانی کے اس بیان سے اس کی تھوڑی سی تصدیق ہوتی ہے' ایک طرف (یعنی امام یوسف' امام اوزاعی' ائمہ ثلاثہ اور جمہور علماء کی طرف۔ ف۔ ر) موجودہ نصوص شرعیہ کا یقین ہے اور دوسری طرف (یعنی ابو حنیفہ اور امام محمد کی طرف) کسی نا معلوم' نا موجود محکم دلیل کا احتمال ہے اور اس احتمال کی بنیاد پر یقین کو ترک کیا جا رہا ہے۔ قرآن مجید ہمارے ہاتھوں میں ہے اور احادیث کا اتنا بڑا ذخیرہ تلاش و تفحص کے بعد اب چھپ کر ہمارے سامنے آ چکا ہے جو ہم سے پہلے لوگوں کے سامنے نہ تھا لیکن وہ محکم دلیل کہیں موجود نہیں...... جہاں تک اجتہادی مسائل و احکام کا تعلق ہے' امام اعظم اور امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کا درجہ تو بہت بلند ہے' ہم تو علامہ شامی جیسے متاخرین فقہاء کے مجرد اقوال پر بھی عمل کر لیتے ہیں لیکن جہاں نصوص قطعیہ کا معاملہ ہو' وہاں بڑے سے بڑے امام کا بھی مجرد قول ہمارے لیے قابل قبول نہیں۔ یہ کہنا کہ ان کے پاس یقیناً کوئی محکم دلیل ہو گی' عقیدت کو غلو یا ائمہ کو معصوم عن الخطا قرار دینے کے مترادف ہے۔"[1]

قادری صاحب نے جو باتیں ذکر کی ہیں ان کے علاوہ ایک سوال یہ بھی ہے کہ یہاں آپ جس طرح امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہیں کہ انھوں نے یہ بات اسی صورت میں کہی ہو گی جب کہ ان کے پاس روشن دلیلیں رہی

1۔ عشر و زکوٰۃ اور سود کے چند مسائل: ص ۱۱۲۔۱۱۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں گی، ویسے ہی حسن ظن آپ امام ابو یوسف، امام اوزاعی، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق بن راہویہ وغیرہ کے بارے میں کیوں نہیں رکھتے؟ جبکہ ان کی واضح اور قوی دلیلیں، قرآن و احادیث کی صریح نصوص آپ کے سامنے موجود ہیں، اور امام ابو یوسف جیسے تلمیذ خاص نے بتا دیا کہ ہمارے شیخ امام ابو حنیفہ کی دلیل وہی مرسل حدیث تھی اور وہ اس سے خود مطمئن نہیں ہوئے اور دیگر ائمہ کے مذہب کو اختیار کیا۔ اگر طرفین کی کوئی اور محکم دلیل تھی تو امام ابو یوسف نے اسے ذکر کیوں نہیں کیا؟ اور صرف مکحول کی مرسل حدیث کے ذکر پر کیوں اکتفا کیا؟

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

سید احمد عروج قادری صاحب نے اپنے مذکورہ بالا جواب میں یہ بھی کہا ہے کہ:

''بعض اہل حدیث حضرات کی کسی کتاب میں راقم الحروف نے پڑھا ہے کہ مقلدین کی سب سے بڑی دلیل ان کے امام کا مجرد قول ہوتا ہے۔ مولانا نعمانی کے اس بیان سے اس کی تھوڑی سی تصدیق ہوتی ہے۔ اس سے ہوسکتا ہے کہ کسی کو یہ غلط فہمی ہو کہ یہ صرف بعض اہل حدیث کی رائے ہے حالانکہ یہ بات احناف اور دیگر علماء کی کتابوں میں بھی ہے۔ لکھا ہے:

''اَلتَّقْلِيْدُ: اَلْعَمَلُ بِقَوْلِ الْغَيْرِ مِنْ غَيْرِ حُجَّةٍ ..... وَالْمُرَادُ بِالْحُجَّةِ حُجَّةٌ مِنَ الْحُجَجِ الْاَرْبَعِ وَاِلَّا فَقَوْلُ الْمُجْتَهِدِ دَلِيْلُهٗ وَحُجَّتُهٗ''[1]

یعنی دوسرے کے قول پر بلا حجت و دلیل عمل کرنا تقلید ہے اور حجت سے مراد یہاں ادلّہ اربعہ (کتاب، سنت، اجماع اور قیاس) میں سے کوئی حجت ہے ورنہ مجتہد کا قول اس (مقلد) کی حجت اور دلیل ہے۔

تقلید کی اس تعریف کو اور خاص طور سے ''وَاِلَّا فَقَوْلُ الْمُجْتَهِدِ دَلِيْلُهٗ وَحُجَّتُهٗ'' کو مکرر پڑھیئے، یہ اعتراف کرنا پڑے گا کہ یہ کسی اہل حدیث کا الزام یا

1 مسلم الثبوت مع فتح الرحموت (۲/۴۰۰)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعصب پر مبنی قول نہیں بلکہ تمام علماء کا فیصلہ ہے۔ امام ابن القیم فرماتے ہیں:

''قَالَ اَبُوْ عُمَرَ وَغَيْرُهُ مِنَ الْعُلَمَاءِ: اَجْمَعَ النَّاسُ عَلٰى اَنَّ الْمُقَلِّدَ لَيْسَ مَعْدُوْدًا مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ وَاَنَّ الْعِلْمَ مَعْرِفَةُ الْحَقِّ بِدَلِيْلِهِ، وَهٰذَا كَمَا قَالَ اَبُوْ عُمَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَاِنَّ النَّاسَ لَا يَخْتَلِفُوْنَ اَنَّ الْعِلْمَ هُوَ الْمَعْرِفَةُ الْحَاصِلَةُ عَنِ الدَّلِيْلِ وَاَمَّا بِدُوْنِ الدَّلِيْلِ فَاِنَّمَا هُوَ تَقْلِيْدُهٗ''[1]

ابوعمر اور بعض اہل علم نے فرمایا کہ لوگوں کا اجماع ہے کہ مقلد کا شمار اہل علم میں نہیں اور یہ کہ علمِ حق کو اس کی دلیل کے ساتھ جاننا ہے اور یہ بات اسی طرح ہے جیسے ابوعمر نے فرمایا کیونکہ لوگوں میں کوئی اختلاف نہیں کہ علم وہ معرفت ہے جو دلیل سے حاصل ہو اور بغیر دلیل کے ہو تو وہ تقلید ہے۔

اور علامہ محمد خضری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نَعْنِيْ بِالتَّقْلِيْدِ تَلَقِّي الْاَحْكَامِ مِنْ اِمَامٍ مُّعَيَّنٍ اَقْوَالِهٖ كَاَنَّهَا مِنَ الشَّارِعِ نُصُوْصٌ يَلْزَمُ الْمُقَلِّدَ اِتِّبَاعُهَا۔''[2]

''تقلید سے ہماری مراد ہے کسی معین امام سے احکام کو لینا اور اس کے اقوال کو اس طرح ماننا گویا وہ شارع کے نصوص ہیں جن کی اتباع لازم ہے۔''

علامہ خضری نے اسی کتاب میں صفحہ ۲۸۶ پر مشہور حنفی عالم ابوالحسن عبید اللہ کرخی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:

''كُلُّ آيَةٍ تُخَالِفُ مَا عَلَيْهِ اَصْحَابُنَا فَهِيَ مُؤَوَّلَةٌ اَوْ مَنْسُوْخَةٌ، وَكُلُّ حَدِيْثٍ كَذٰلِكَ فَهُوَ مُؤَوَّلٌ اَوْ مَنْسُوْخٌ''

''ہر آیت جو ہمارے اصحاب کے مذہب کے خلاف ہو اس کی یا تو تاویل کی جائے گی یا اس کو منسوخ مانا جائے گا اور ہر وہ حدیث بھی جو ایسی ہو اس کو بھی منسوخ مانیں گے یا اس کی تاویل کریں گے۔''

1۔ اعلام الموقعین: ۱/۷۔۸۔
2۔ تاریخ التشریع الاسلامی: ص ۲۸۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر کرخی سے یہ نقل درست ہے تو انتہائی افسوس ناک ہے لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بہت سے احناف ابھی تک کرخی کے بتائے ہوئے اسی راستے پر گامزن ہیں جیسے کہ آپ اس مسئلہ میں ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

نعمانی صاحب کی ایک اور دلیل اور اس کا جواب:

مولانا نعمانی صاحب نے دار الحرب میں مسلمانوں کے لیے عقود فاسدہ کے ذریعے حربیوں سے مال حاصل کرنے کے جواز کے لیے ایک اور دلیل پیش کی ہے' وہ فرماتے ہیں:

''علاوہ ازیں قرآنِ مجید میں سورۂ نساء میں جہاں خطأً قتلِ مومن کے کفارہ اور دیت کا حکم دیا گیا ہے وہاں دار الاسلام کے مقتول مسلم باشندے اور دار الحرب کے مقتول مسلم باشندے کے حکم میں یہ فرق بتایا گیا ہے کہ پہلے قتل کی صورت میں صرف کفارہ دینا ہوگا' دیت ادا نہیں کی جائے گی۔ بہر حال جان کی دیت میں یہ تفریق خود قرآن مجید نے کی ہے اور ظاہر ہے کہ مال کا مسئلہ جان کے مقابلہ میں بہر حال اَھْوَنْ ہے۔''

قادری صاحب نے اس کا بھی بہت اچھا جواب دیا ہے: لکھتے ہیں:۔

''مولانا کی یہ دلیل پڑھ کر راقم الحروف کو سخت حیرت ہوئی۔ مولانا کے علم و فضل کے پیش نظر یہی کہا جا سکتا ہے کہ شاید انھوں نے اس پر غور نہیں کیا۔ یہاں گفتگو یہ نہیں کہ دار الحرب اور دار الاسلام کے احکام میں کہیں کوئی فرق ہے یا نہیں۔ آخر جو ائمہ دار الحرب کے مسلمانوں کے لیے سود اور جوا کو حرام کہتے ہیں وہ بھی تو بعض احکام میں دونوں کے درمیان فرق تسلیم کرتے ہیں۔ جہاں نصِ قرآن نے دونوں کے درمیان فرق کیا ہے۔ اس کا انکار کون مسلمان کر سکتا ہے؟''

سورۂ نساء کی جو آیت مولانا نے پیش کی ہے وہ اسلام کے بین الاقوامی احکام سے بحث کرتی ہے اور بداہتہً اس کے مخاطب دار الاسلام کے مسلمان ہیں۔ بلکہ صحیح معنی میں اس کا مخاطب اسلامی حکومت ہے۔ وہ آیت یہ بتاتی ہے کہ اگر دار الاسلام میں بسنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والا کوئی مسلمان کسی دار الحرب میں بسنے والے مسلمان کو غلطی سے قتل کر کے دار الاسلام چلا آئے تو اسلامی حکومت اس مقتول مسلمان کی دیت ادا کرنے کی ذمہ دار نہ ہوگی اس کی وجہ یہ نہیں کہ اس کی جان قابل دیت نہ تھی[1] بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ نہ تو دشمنوں کے ملک میں بسنے والے کسی مسلمان کی ولایت اسلامی حکومت کو حاصل ہے اور نہ دشمن ملک سے دار الاسلام کا کوئی معاہدہ ہے۔[2]

اور اگر معاہدہ ہو تو مقتول مسلمان کی دیت بھی ادا کرنی ہوگی۔ چنانچہ اس سلسلہ کلام میں قرآن نے یہ حکم بھی پوری طرح واضح کر دیا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿وَ اِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ﴾ (النساء:۹۲)

''اگر وہ کسی ایسی قوم کا فرد تھا جس سے تمھارا معاہدہ ہو تو اس کے وارثوں کو خون بہا دیا جائے گا اور ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہوگا۔''

اب بتائیے کہ اگر اس مسئلے کا زیر بحث مسئلہ سے دور کا بھی کوئی تعلق ہے؟ یہاں گفتگو یہ ہے کہ دار الحرب میں بسنے والے مسلمان کے لیے سود اور جوا حرام ہے یا نہیں؟ اور دلیل یہ دی جا رہی ہے کہ اگر دار الاسلام کا مسلمان دار الحرب کے کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کر دے تو اس مقتول مسلمان کی دیت نہیں دی جائے گی۔ لہٰذا دار الحرب اور دار الاسلام کے مسلمانوں کے درمیان فرق ہوا۔ اور جب فرق ہوا تو دار الحرب میں بسنے والے مسلمانوں کے لیے سود اور جوا جائز ہو گیا۔ گویا سورۂ نساء کے اس حکم نے ﴿اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ کے نصِ مطلق کو مقید کر دیا۔ کم از کم راقم الحروف استدلال کی

[1] اور نہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کو قتل کر دینا اس کے لیے یا دار الحرب کے کسی دوسرے مسلمان کے لیے جائز ہے اور اس کی جان کی کوئی قیمت نہیں۔ ف ر

[2] کہ اسلامی حکومت اس کی جان کی حفاظت کی ذمہ داری لے سکے اور خطا قتل کر دیئے جانے کی صورت میں اس کی دیت دلائے۔ گویا دار الحرب میں کفار کے درمیان رہ کر اس نے خود اپنے آپ کو خطرے میں ڈال رکھا تھا اس واسطے جس نے اسے خطا قتل کیا ہے وہ بھی اس (مقتول) کے کافروں کے ساتھ اختلاط و اشتباہ کی وجہ سے معذور تھا۔ ف ر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نوع سے آشنا نہ تھا۔ خدانخواستہ کل کوئی صاحب یہ نہ کہنے لگیں کہ دارالحرب اور دار الاسلام کے مسلمانوں کے درمیان میراث جاری نہیں ہوتی لہٰذا آیت میراث کے مخاطب صرف دارالاسلام کے مسلمان ہیں، دارالحرب میں جس طرح چاہو میراث تقسیم کرو۔ مولانا نعمانی صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ "بہر حال جان کی دیت میں یہ تفریق خود قرآن مجید نے کی ہے اور ظاہر ہے کہ مال کا مسئلہ جان کے مقابلے میں بہر حال اھون ہے۔" اس عبارت کا مسئلہ واضح نہیں ہوا کیونکہ دیت نہ دینے میں بھی مسئلہ تو مال ہی کا ہوا ورنہ جہاں تک دارالحرب میں مقتول مسلمان کی جان کا تعلق ہے اس کا احترام بھی پوری طرح مدنظر رکھا گیا ہے۔ اسی لیے قاتل پر اپنا گناہ بخشوانے کے لیے ٹھیک اسی طرح کفارہ لازم کیا گیا ہے جس طرح دارالاسلام کے کسی مسلمان کو خطا قتل کر دینے کی صورت میں لازم کیا گیا ہے۔ بہر حال بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ مولانا نعمانی نے سورۂ نساء کی آیت پر غور نہیں فرمایا۔ (عشر و زکوٰۃ اور سود کے چند مسائل ص ۱۱۵۔۱۱۸)

مودودی صاحب کی دارالحرب میں مسلمانوں کے لیے سود کے بارے میں امام ابوحنیفہ کے مسلک کی تائید:

ایک جگہ مودودی صاحب نے اعتقادی اور دستوری قانون کے فرق کے ساتھ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے دارالحرب میں مسلمانوں کے آپس میں ایک دوسرے سے سود لینے اور دینے کے قول کی تائید کی ہے۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:

"آخری بات جو اس سلسلے میں ڈرتے ڈرتے ہم بیان کرتے ہیں وہ یہ کہ امام اعظم کی رائے میں دارالحرب کے مسلمان باشندوں کے لیے ایک دوسرے سے سود کھانا مکروہ ہے لیکن اگر ایسا معاملہ کریں تو اس کو رد نہ کیا جائے گا۔ اس رائے سے امام محمد نے بھی اختلاف کیا ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ دونوں مسلمانوں کا مال معصوم عن التملک بالاخذ[1] ہے۔"

[1] یعنی ایک مسلمان کا مال دوسرے مسلمان کی مِلک محض اس بنا پر نہیں بن سکتا کہ وہ اس نے کسی نہ کسی طور پر اس سے لے لیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب مسلمان اس ملک پر فتح پانے کی صورت میں ان کے مال کو غنیمت قرار نہیں دے سکتے تو ان دونوں کو ایک دوسرے کا مال غنیمت کے طور پر لینے کا کیا حق ہے؟ لیکن امام ابوحنیفہ نے اپنی رائے کی تائید میں جو قانونی استدلال کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف قانونی حیثیات کے پیچیدہ اور نازک فروق کو سمجھنے میں امام صاحب کا تفقہ کس قدر بڑھا ہوا تھا۔ ہم اس بیان کو لفظ بہ لفظ نقل کرتے ہیں' کیونکہ اس سے اصول قانون کے ایک اہم مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے' فرماتے ہیں:

''بِالْإِسْلَامِ قَبْلَ الْإِحْرَازِ تَثْبُتُ الْعِصْمَةُ فِيْ حَقِّ الْإِمَامِ دُوْنَ اَحْكَامٍ' أَلَا تَرَى اَنَّ اَحَدَهُمَا لَوْ أَتْلَفَ مَالَ صَاحِبِهِ اَوْ نَفْسَهُ لَمْ يَضْمَنْ' وَهُوَ آثِمٌ فِيْ ذٰلِكَ' وَاِنَّمَا تَثْبُتُ الْعِصْمَةُ فِيْ حَقِّ الْاَحْكَامِ بِالْاِحْرَازِ' وَالْاِحْرَازُ بِالدَّارِ لَا بِالدِّيْنِ لِاَنَّ الدِّيْنَ مَانِعٌ لِمَنْ يَعْتَقِدُهُ حَقًّا لِلشَّرْعِ دُوْنَ مَنْ لَا يَعْتَقِدُهُ' وَبِقُوَّةِ الدَّارِ يَمْنَعُ عَنْ مَالِهِ مَنْ يَعْتَقِدُ حُرْمَتَهُ' وَمَنْ لَمْ يَعْتَقِدُهُ فَثُبُوْتُ الْعِصْمَةِ فِيْ حَقِّ الْاِثْمِ قُلْنَا يُكْرَهُ لَهُمَا هٰذَا الصَّنِيْعُ' وَلِعَدَمِ الْعِصْمَةِ فِيْ حَقِّ الْحُكْمِ قُلْنَا لَا يُؤْمَرُ اَنْ يَّرُدَّ مَا أَخَذَهُ' لِاَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اِنَّمَا يَمْلِكُ مَالَ صَاحِبِهِ' بِالْاَخْذِ''[1]

''دار الاسلام کی حفاظت میں آنے سے پہلے محض اسلام سے جو عصمت حاصل ہوتی ہے وہ صرف امام کے حق میں ہے۔ مگر احکام کے حق میں نہیں ہے۔ دیکھتے نہیں ہو اگر ان دونوں مسلمانوں میں سے ایک شخص دوسرے کا مال یا جان تلف کر دے تو اس پر ضمان نہ ہوگا حالانکہ وہ ایسا کرنے میں گناہ گار ہوگا۔ بات دراصل یہ ہے کہ احکام میں عصمت صرف حدود دار الاسلام کے اندر ہونے سے ثابت ہوتی ہے اور یہ حفاظت دار کے سبب سے ہے نہ کہ دین کے سبب سے' دین تو حق شرع کے لحاظ سے صرف ان لوگوں کو روکتا ہے جو اس پر اعتقاد رکھتے ہوں اور ان کو نہیں روکتا ہے جو اسے نہ مانتے ہوں' بخلاف اس کے دار کی قوت سے آدمی کی حفاظت اس کے مقابلے میں بھی کی

[1] المبسوط: ج ۱۴' ص ۵۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے جو اس کی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس کے مقابلے میں بھی جو ایسا اعتقاد نہیں رکھتا۔ پس گناہ ہونے کی حیثیت سے جو عصمت حاصل کرتا ہے اس کی بنا پر ہم نے کہا کہ[1] اس کا لیا ہوا مال واپس کرنے کا حکم نہ دیا جائے گا کیونکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا مال لیتا ہے تو محض لینے ہی کی وجہ سے اس کا مالک ہو جاتا ہے۔"

یہاں امام صاحب نے اسلامی قانون کے تین شعبوں کی طرف اشارات کر دیئے ہیں۔ اعتقادی قانون کے لحاظ سے مسلمان کا مال بلا لحاظ اس کے کہ وہ دار الاسلام میں ہو یا دار الکفر میں یا دار الحرب میں بہر حال معصوم ہے اور اس عصمت کا مال یہ ہے کہ اس کی بنیاد پر خدا کے منع کیے ہوئے طریقہ کار کے خلاف لینے والا گناہ گار ہوگا۔ دستوری قانون کے لحاظ سے دار الاسلام میں رہنے والے کافر کے مال کو جو عصمت حاصل ہے وہ دار الکفر میں رہنے والے مسلمان کو حاصل نہیں۔ اس لیے اگر دار الکفر کا کوئی دوسرا مسلمان اس کو حرام طریقے سے لے لے تو خدا کے یہاں گناہ گار ہوگا مگر دنیا میں اسلام کا حکم جاری نہ ہوگا۔ تعلقات خارجیہ کے قانون کی نگاہ میں کفار کے درمیان رہنے والا مسلمان اپنے تمدنی حقوق اور واجبات کے لحاظ سے انہی کافروں کا شریک حال ہے اس لیے وہ بھی اسی طرح نفس اخذ سے مال کا مالک ہوتا ہے جس طرح خود کفار مالک ہوتے ہیں۔ پس اگر اس بنیاد پر دار الکفر میں مسلمان مسلمان سے سود کھائیں یا مسلمان کافر سے اور کافر مسلمان سے سود کھائیں تو وہ ان اموال کے مالک ہو جائیں گے اور ان کو واپس کرنے کا حکم بھی نہ دیا جائے گا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں

---

[1] اصل میں کتاب "قلنا يكره لهما هذا الصنيع والعدم العصمة" کا ترجمہ چھوٹ گیا ہے۔ اس واسطے یہاں اتنا اضافہ کر لینا چاہیے۔
ان دونوں کے لیے یہ عمل مکروہ ہے اور حکم کے حق میں عصمت نہ ہونے کی وجہ سے ہم نے کہا کہ اسی طرح اور پہلی سطر میں "حق الامام" کی صحت بھی مشکوک ہے غالباً "حق الاثم" ہوگا یعنی گناہ کے حق میں معصوم ہے جیسا کہ بعد میں ہے نہ کہ امام کے حق میں' کیونکہ یہاں امام اور غیر امام میں نہیں گناہ اور حکم میں تفریق کی بحث ہے۔ اس وقت میرے پاس المبسوط نہیں ہے جن کے پاس ہو مراجعہ کر کے تاکید و تصحیح کر لیں۔ (ف ر)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ سود کھانے اور کھلانے والے مسلمان گناہ گار نہ ہوں گے۔''[1]

یہاں ہمیں بھی بڑے افسوس کے ساتھ اور ڈرڈر کر یہ عرض کرنا پڑتا ہے کہ مختلف قانونی حیثیات کے پیچیدہ اور نازک فروق کو سمجھنے میں امام صاحب کے تفقہ کو جس قدر مودودی صاحب نے یہاں بڑھانے کی کوشش کی ہے وہ صرف عقیدت کا غلو ہے بلکہ شاید یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ان کی دلیلوں کی کمزوری کا احساس ہے جسے ان مبالغہ آمیز تعریفی کلمات کے ذریعے دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ ثابت کرنا اور باور کرانا آسان نہیں کہ دار الکفر اور دار الحرب کا مسلمان دوسرے مسلمان کا مال یا جان ناحق قتل کردے تو اس پر ضمان نہ ہوگا۔ آج ان ممالک میں بھی جو بلاشبہ دار الکفر ہیں اگر وہاں تمام رعایا کو مساوی حقوق حاصل ہیں تو جو بھی دوسرے کے مال کو ناحق تلف کردے یا کسی کو ناحق قتل کردے وہ اس کا ضامن ہوتا ہے پھر اسلام کے دستوری قانون کے لحاظ سے کیوں ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے تلف کردہ مال و جان کا ضامن نہ ہوگا؟ کیا فرمان الٰہی:

﴿وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا﴾

(الاسراء:۳۳)

''اور جس نفس کا مارنا اللہ نے حرام کیا ہے اسے قتل نہ کرنا مگر جائز طور پر (یعنی بفتویٰ شریعت) اور جو شخص ظلم سے قتل کیا جائے ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے (کہ ظالم قاتل سے بدلہ لے)۔

اور ارشاد باری تعالیٰ:

﴿كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی﴾ (البقرۃ:۱۷۹)

''تمہارے اوپر مقتولوں کے بارے میں قصاص (یعنی خون کے بدلے خون) فرض کیا گیا ہے۔'' اور آیت کریمہ:

---

[1] سود ص ۴۲۵۔۴۲۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ﴾ (المائدہ:۴۵)

''اور ہم نے ان لوگوں کے لیے تورات میں حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان ہے۔''

اور حدیث:

((مَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيْلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ اِمَّا اَنْ يُّفْدٰى وَاِمَّا اَنْ يُّقْتَلَ)) (متفق علیہ)[1]

''اور جس کا کوئی شخص قتل کر دیا گیا ہو اسے دو چیزوں میں سے بہتر کا اختیار ہے یا تو وہ قاتل کو قصاص میں قتل کر دے اور یا اسے فدیہ دے دیا جائے۔''

اور حدیث:

((اَلْمُؤْمِنُوْنَ تَتَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ)) الحديث رواه ابو داؤد والنسائى وقال فى التنقيح: سنده صحيح واخرجه ايضا الحاكم وصححه[2]

''مومنوں کے خون برابر ہیں۔''

وغیرہ نصوصِ شرعیہ ایک مومن کی جان کو خواہ دار الاسلام میں ہو یا دار الحرب میں، محترم و مضمون قرار نہیں دیتے؟ کیا مذکورہ بالا ادِلّہ اور قصاص و دیت سے متعلق دیگر نصوص کا عموم تمام مسلمانوں کو شامل نہیں؟ کیا کسی بھی نص صحیح و صریح میں، دار الحرب میں مسلمانوں کو عمداً قتل کرنے کی اجازت ہے؟ اور ان کی جان و مال کو غیر مضمون قرار دیا گیا ہے؟ آخر امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور ظاہر یہ وغیرہ نے جو صریح نصوص کی روشنی میں کہا ہے کہ جو بھی کسی مسلمان کو عمداً یہ جانتے ہوئے کہ وہ مسلمان ہے دار الحرب میں قتل کر دے تو اس کو بھی قصاص یا دیت دینی پڑے گی۔ ان کے اس قول کو غلط ثابت کرنے اور اپنی بات کو صحیح اور راجح قرار دینے کے لیے یہاں امام صاحب نے کوئی

---

[1] صحيح البخاری: ۱۲/ ۲۰۵/ ۶۸۸۰۔ صحيح مسلم: ۲/ ۹۸۸/ ۴۴۷ واللفظ له.

[2] طريق الرشد: ۲/ ۱۳۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیل پیش کی ہے؟

امام محمد علیہ الرحمہ نے تو اپنی دلیل پیش کی کہ جب دار الاسلام کے مسلمان اس ملک پر فتح پا لینے کی صورت میں ان کے مال کو غنیمت قرار نہیں دے سکتے تو دار الحرب کے مسلمانوں کو ایک دوسرے کا مال غنیمت کے طور پر لینے کا کیا حق ہے؟ یعنی جب دار الاسلام کے مسلمان اس ملک پر فتح یاب ہونے کے بعد کفار کے مال کو بطور غنیمت لیتے ہیں اس وقت بھی وہ وہاں کے مسلمانوں کے مال کو بطور غنیمت نہیں لے سکتے' کیونکہ مسلمان کا مال بہر حال اور ہر جگہ معصوم ہے تو پھر دار الحرب ہی کے دوسرے مسلمان کے لیے اس کے مال کو لینا اور وہ بھی سود جیسے ناجائز اور فاسد عقد کے ذریعے کیسے جائز ہوگا؟ مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے قول کے لیے کوئی شرعی دلیل پیش نہیں فرمائی اور مودودی صاحب بھی اس کی تائید میں کوئی دلیل پیش کرنے کی بجائے اسے نصِ شرعی کی طرح مان کر اس سے اعتقادی و دستوری قانون کی تقسیم کے دعویٰ کے لیے استدلال کرتے رہے۔

رہی یہ بات کہ ''دار الاسلام میں رہنے والے کافر کے مال کو جو عصمت حاصل ہے وہ دار الکفر میں رہنے والے مسلمان کو حاصل نہیں'' تو اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی حکومت جس طرح دار الاسلام میں رہنے والے ذمی کافر کے مال کی حفاظت کی ذمہ دار ہے' اسی طرح دار الکفر کے مسلمان کے مال کی حفاظت کی ذمہ دار نہیں تو درست ہے لیکن اگر اس سے مراد یہ ہے کہ اگر دار الکفر کا کوئی مسلمان وہاں کے دوسرے مسلمان کا مال ناجائز طریقے سے لے لے تو خدا کے ہاں تو گناہ گار ہوگا مگر دنیا میں اس پر اسلام کا حکم جاری نہیں ہوگا جیسے کہ مودودی صاحب نے فرمایا' تو یہ صحیح نہیں۔

دنیا میں اگر یہ دونوں اپنا معاملہ اسلامی حکومت کے سامنے پیش کریں تو ان پر اسلامی حکم جاری ہوگا اور ناحق مال کے لینے والے کو اسے واپس کرنے کا حکم بھی دیا جائے گا' ہاں! اگر وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک اسلامی عدالت میں حاضر نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں اسلامی حکومت کی ذمہ داری نہیں کہ اپنی حدود سے باہر کے لوگوں پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زبردستی اسلامی احکام کو جاری کرے، کیونکہ یہ اس کے دائرہ کار سے باہر ہیں اور ان پر اسلامی احکام کا جاری کرنا مشکل یا ناممکن ہے۔

اسی طرح مودودی صاحب کا یہ قول بھی محل نظر ہے کہ ''تعلقاتِ خارجیہ کے قانون کی نگاہ میں کفار کے درمیان رہنے والا مسلمان اپنے تمدنی حقوق اور واجبات کے لحاظ سے انہی کافروں کا شریک حال ہے، اس لیے وہ بھی اسی طرح نفس اخذ سے مال کا مالک ہوتا ہے جس طرح خود کفار ہوتے ہیں، پس اگر اس بنیاد پر دار الکفر میں مسلمان مسلمان سے سود کھائیں یا مسلمان کافر سے اور کافر مسلمان سے سود کھائیں گے تو وہ ان اموال کے مالک ہو جائیں گے اور ان کے واپس کرنے کا حکم بھی نہ دیا جائے گا''۔

کیونکہ یہ بات دار الکفر کے قانون کے اعتبار سے تو درست ہے لیکن اسلامی قانون کے لحاظ سے درست نہیں، ورنہ ایک مسلمان اور کافر کے درمیان فرق کیا ہوگا؟ آخر ایک مسلمان کافر سے اسی بنا پر تو ممتاز ہوتا ہے کہ وہ چاہے جہاں بھی رہتا ہے، حتی الامکان اسلامی قوانین اور احکام کا پابند رہتا ہے اور جہاں بھی انسانی قانون اور ربانی قانون میں تعارض ہو وہ ربانی قانون کو ترجیح دیتا ہے اور اسی پر عمل کرتا ہے، آپ ہی کے الفاظ میں:

''اگر اسی پر فتویٰ ہو جائے تو معاشی حیثیت سے مسلمانوں اور غیر مسلموں میں کوئی فرق نہ رہ جائے گا اور جہاں تک معاشی زندگی کا تعلق ہے، تمام مسلمانانِ ہند غیر مسلم ہو جائیں گے۔''[1]

حالانکہ ان کو یہ صرف کوشش کرنی چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ جن احکام اسلامی پر عمل کرنا ممکن ہو ان پر عمل کریں بلکہ انہیں دار الکفر کو دار الاسلام بنانے کے لیے اپنی پوری قوت صرف چاہیے۔''[2]

علاوہ ازیں:

۱۔ سود: ص ۳۱۱۔

۲۔ ص: ۳۱۳ بتصرف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿لَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (البقرۃ:۱۸۸)

”تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز اور حرام طریقے سے نہ کھاؤ۔“

اور:

((إِنَّ دِمَائَكُمْ وَ اَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ)) (متفق علیہ)[1]

”بیشک تمہارے خون اور تمہارے مال تمہارے اوپر حرام ہیں۔“

وغیرہ نصوص صحیحہ وصریحہ کا عموم تمام مسلمانوں کو شامل ہے اور اس کو دار الاسلام کے مسلمانوں کے ساتھ خاص کرنے کے لیے انہی جیسی قوی دلیلوں کی ضرورت ہے۔

پھر یہ بات بھی سب کے نزدیک مسلّم نہیں کہ کافر نفس اخذ سے مسلمان کے مال کا مالک ہو جاتا ہے کہ اس پر دار الحرب کے مسلمانوں کو قیاس کیا جائے۔ امام شافعی اور ظاہریہ وغیرہ نے اس کی سخت مخالفت کی ہے اور اس کے لیے مختلف دلیلیں پیش کی ہیں جیسے وہ حدیث جس میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک گھوڑا دشمنوں کے پاس بھاگ گیا' جب مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی تو وہ گھوڑا بھی ملا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کو واپس کر دیا گیا اور مال غنیمت میں تقسیم نہیں کیا گیا اور ان کا ایک غلام بھاگ کر روم چلا گیا اور جب روم پر مسلمانوں کا غلبہ ہوا تو اس کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے واپس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دے دیا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی کا ایک گھوڑا دشمن کے پاس چلا گیا پھر ان (دشمنوں) کی شکست کے بعد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو وہ گھوڑا ملا تو انھوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو واپس کر دیا۔[2]

ظاہر ہے کہ اگر کفار نفس اخذ سے ان کے مالک ہو جاتے تو ان کے دوسرے اموال کی طرح اس غلام اور گھوڑے کا بھی شمار مال غنیمت میں ہوتا' اور انھیں بھی مجاہدین میں تقسیم کیا جاتا' لیکن چونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ملکیت ان پر برقرار رہی اور کفار کے قبضہ

---

[1] (صحیح البخاری: ۱/ ۱۹۹ / ۱۰۵) (صحیح مسلم: ۲/ ۸۸۹ کتاب الحج)

[2] انظر صحیح البخاری: ۶/ ۱۸۲ (۳۰۶۷_۳۰۶۹) الموطا للامام مالک: ص ۱۶۹ و شرح الزرقانی: ۳/ ۱۸_۱۹ (۱۴۷)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں چلے جانے سے ان کی ملکیت ختم نہیں ہوئی اسی لیے انھیں واپس کر دیا گیا۔

خود رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی "عضباء" کو دشمن ہانک کر لے گئے اور ایک انصاریہ عورت کو بھی قیدی بنا لیا۔ ایک روز کسی طرح یہ عورت قید و بند سے چھوٹی تو عضباء پر سوار ہو کر مدینہ واپس آ گئی۔ اس نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ نے اسے نجات دے دی تو اس کو ذبح کر دے گی۔ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"بِئْسَمَا جَزَتْهَا نَذَرَتْ لِلّٰهِ إِنْ نَجَّاهَا اللّٰهُ عَلَيْهَا لَتَنْحَرَنَّهَا، لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةٍ وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ الْعَبْدُ" (رواہ مسلم وغیرہ)[1]

"اس نے اسے بہت برا بدلہ دیا، اس نے اللہ کے لیے نذر مانی کہ اس نے اس پر اسے نجات دے دی تو اسے ذبح کرے گی۔ معصیت کی نذر میں اور ایسی چیز کی نذر میں جس کا بندہ مالک نہ ہو وفا نہیں۔"

اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کے کفار مالک نہیں ہوئے اگرچہ انھوں نے اس پر قبضہ کر لیا اور دار الحرب میں بھی لے گئے اور یہ عورت بھی اس کی مالک نہیں ہوئی بلکہ وہ رسول اللہ ﷺ ہی کی ملکیت میں حسب سابق برقرار رہی ورنہ رسول اللہ ﷺ اسے اس عورت سے نہ لیتے اور نہ ہی یہاں:

"لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةٍ وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ الْعَبْدُ"

"معصیت کی نذر میں اور ایسی چیز کی نذر میں جس کا بندہ مالک نہ ہو، وفا نہیں۔"

فرماتے۔ اور جب اصل مقیس علیہ ہی ثابت اور مسلم نہیں تو اس پر قیاس کیسے درست ہوگا؟ اور اگر فرض کر لیں کہ جنگ کی حالت میں قبضہ کر لینے کی وجہ سے کافر مسلمان کے مال کا مالک ہو جائے گا اور مسلمان کافر کے مال کا مالک ہو جائے گا تو اس پر قیاس کر کے بغیر جنگ و جدل کے ایک مسلمان کے مال کے دوسرے مسلمان کے نفس اخذ سے مالک ہونے کا حکم کیسے درست ہوگا؟ کیا دار الحرب کے مسلمان اور کافر میں

[1] صحیح مسلم: کتاب النذر، باب لاوفاء لنذر فی معصیۃ ۳/ ۱۲۶۲ (۸)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور پھر حالت جنگ اور غیر حالت جنگ میں کوئی فرق نہیں؟ دوسرے ائمہ کو چھوڑ یئے آخر امام صاحبؒ کے مخلص تلامذہ: امام ابو یوسفؒ اور محمدؒ بھی اس سے مطمئن کیوں نہ ہوئے اور اسے قبول کرنے سے کیوں انکار کر دیا؟

بہر حال دار الحرب میں سود کی اباحت کے لیے میرے نزدیک کوئی بھی قابل اطمینان دلیل نہیں ہے۔ اس لیے ہندوستان کو دار الحرب بھی مان لیا جائے تب بھی یہاں مسلمانوں کے لیے بلا اضطرار سود لینا اور دینا جائز نہیں' حالانکہ ہندوستان دار الحرب ہے یا نہیں' یہ خود ایک بڑا مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ اور تعصبات مذہبیہ کو بالائے طاق رکھ کر اخلاص و امانت کے ساتھ اس سلسلے میں بحث و تحقیق اور تمام ائمہ کی آراء و ادلہ سے استفادہ کی ضرورت ہے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سود کی حرمت و مضرت

ایک خطاب عام[۱]

سود کی حرمت و مضرت:

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ...... اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْکَرِیْمِ ﴿وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ (البقرۃ:۲۷۵)

محترم صدر مجلس و معزز سامعین کرام! اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم ہے کہ اس نے آج کے اس پروگرام میں ہم کو اور آپ کو شریک ہونے اور ایک اہم موضوع پر کچھ کہنے' سننے اور سمجھنے کا موقع عطا فرمایا' ابھی مولانا ابو رضوان المحمدی (ناظم پروگرام) نے بتایا کہ آج کے خطاب کا موضوع ''سود'' ہے' اور اس موضوع کو جمعیت اہلحدیث مالیگاؤں کے اراکین و ذمہ دار حضرات بہت دنوں سے خطاب کے لیے منتخب کیے ہوئے تھے اور ان کی خواہش تھی کہ اس موضوع پر میں کچھ بیان کروں حتیٰ کہ اس سے قبل مالیگاؤں میں جو مہاراشٹر کی صوبائی کانفرنس ہوئی اس میں بھی ان حضرات نے مجھے یہی عنوان دیا تھا مگر کچھ مصلحتوں اور اجلاس کی ضرورتوں کی بنا پر اس وقت میرا خطاب نہیں ہو سکا۔ پھر ان لوگوں نے درخواست کی کہ اس موضوع پر صابر ستار ٹاؤن ہال میں ایک الگ اور مستقل پروگرام رکھا جائے۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی مرضی کے مطابق آج کا یہ پروگرام منعقد ہو رہا ہے۔ اور جیسا کہ ابھی میں نے بتایا اور ابو رضوان صاحب محمدی کی زبان سے بھی آپ نے سنا آج کے خطاب کا موضوع ''سود کی حرمت و مضرت'' ہے۔

[۱] نوٹ: یہ ایک خطاب ہے جسے ناچیز نے ۲۰/ جون ۱۹۹۷ء بروز جمعہ صابر ستار ٹاؤن ہال مالیگاؤں میں پیش کیا تھا' اسے کیسٹ سے نقل کر کے اور اس میں کچھ ترمیم و اضافہ کے ساتھ آپ کی خدمت میں تحریری شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معزز سامعین! شریعت اسلامیہ نے تمام چیزوں کی حلت وحرمت میں ہمیشہ اس بات کی رعایت کی ہے کہ جن چیزوں میں انسانوں کی مصلحت اور فائدہ ہے ان کو مباح اور جائز قرار دیا ہے' اور جن چیزوں میں لوگوں کیلئے مضرت اور نقصان ہے انھیں حرام قرار دیا ہے' خواہ یہ مضرت اور نقصان جسمانی ہو یا اخلاقی یا اس کا تعلق دین اور عقیدے سے ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَٰٓئِثَ﴾

''وہ ان کے لیے پاکیزہ اور مفید چیزوں کو حلال قرار دیتا ہے اور مضر ونقصان دہ چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے۔''

آیئے! اس بات کو ذرا مثالوں کے ذریعہ سمجھ لیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ آپ حضرات غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ اللہ جل شانہ نے کھانے پینے کی جتنی چیزوں کو حلال اور مباح قرار دیا ہے وہ تمام چیزیں انسانوں کے لیے مفید ہیں اور ان کے استعمال میں کوئی خاص مضرت اور نقصان نہیں ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے غلہ جات میں گیہوں' جو' چنا' مٹر اور اس قسم کی اور بہت سی چیزوں کو مباح قرار دیا ہے' اس واسطے کہ ان کے کھانے میں عموماً فائدہ ہے' نقصان نہیں ہے' اسی طرح سبزیوں میں' پھلوں میں' لحمیات (گوشت) میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جن چیزوں کو حلال قرار دیا ہے ان سب میں انسانوں کے لیے فائدہ ہیں' مصلحتیں ہیں اور ان میں کوئی خاص نقصان نہیں ہے۔ لیکن انہی کھانے پینے کی چیزوں میں سے جو چیزیں انسان کے لیے مضر ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے' جیسے اللہ نے زہریلی چیزوں کے کھانے پینے کو حرام قرار دیا ہے' اس واسطے کہ ان کے استعمال سے انسانوں کو ضرر لاحق ہوتا ہے اور بہت سے لوگوں کی تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح شریعت اسلامیہ نے نشہ آور چیزوں کے کھانے پینے اور استعمال کرنے کو حرام قرار دیا ہے' اس واسطے کہ ان کے استعمال میں بھی انسانوں کے لیے بہت نقصان ہے' جسمانی اعتبار سے بھی وہ بالکل بے کار ہو جاتا ہے۔ جب وہ نشہ کے عالم میں ہوتا ہے تو اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھتا ہے' اول فول بکتا ہے' گندی'

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر مناسب اور غیر اخلاقی باتیں اس کی زبان سے نکلتی ہیں' ماں' بہن اور بیوی کی تمیز کھو دیتا ہے' ادھر اُدھر سڑکوں پر اور بعض اوقات نالیوں میں پڑا رہتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان ذبیحوں کے گوشت کو بھی حرام قرار دیا ہے جن کو غیر اللہ کے لیے یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو' خواہ کسی بت اور دیوی یا دیوتا کے نام پر انھیں ذبح کیا گیا ہو یا کسی پیر' فقیر' ولی اور بزرگ کے نام پر' خواہ کسی جن و شیطان کے لیے انھیں ذبح کیا گیا ہو یا کسی مزار اور استھان کے لیے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے کھانے کو حرام قرار دیا ہے ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ اس واسطے کہ اس کی حلت سے مسلمانوں کے عقیدۂ توحید پر ضرب پڑتی ہے' ان کا عقیدہ اور دین خراب ہوتا ہے' اسی طرح مردہ جانوروں کے گوشت کو' سور کے گوشت کو' درندوں کے گوشت کو' گدھے کے گوشت کو اور کتے کے گوشت کو بھی اسلام نے حرام قرار دیا ہے اس واسطے کہ ان سارے جانوروں کے گوشت کو کھانے میں بڑے نقصانات اور مضرتیں ہیں' اخلاقی اعتبار سے بھی اور جسمانی اعتبار سے بھی' اس واسطے کہ یہ آپ جانتے ہیں کہ انسان کی غذا کا اس کے اخلاق اور صحت دونوں پر بڑا اثر پڑتا ہے' چنانچہ آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ جو قومیں (جیسے انگریز وغیرہ) سور کا گوشت بکثرت استعمال کرتی ہیں ان کے اخلاق میں بڑا بگاڑ پایا جاتا ہے' اس واسطے کہ خنزیر (سور) تمام جانوروں میں اخلاقی اعتبار سے سب سے زیادہ خراب جانور ہے' وہ تمام جانوروں میں سب سے زیادہ بے حیا جانور ہے' اسی لیے ان قوموں میں بھی بہت زیادہ بے حیائی پائی جاتی ہے جو اس کا گوشت بکثرت استعمال کرتی ہیں۔ اور آگے بڑھیے' دیکھیے نسل انسانی کی بقاء اور جنسی تسکین کے لیے اللہ تعالیٰ نے نہ صرف نکاح اور شادی کو جائز قرار دیا ہے' بلکہ اس کی ترغیب دی ہے اور بعض حالات میں واجب قرار دیا ہے' فرمان الٰہی ہے۔

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ (النساء:٣)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’پس تم نکاح کرو ان عورتوں سے جو تمھیں پسند ہیں، دو تین اور چار سے اور اگر تم کو ڈر ہو کہ (ان کے درمیان) انصاف نہ کرسکو گے تو ایک ہی سے نکاح کرو یا لونڈی پر اکتفا کرو۔‘‘

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ)) اے جوانوں کی جماعت! تم میں سے جس کو بھی شادی کرنے کی استطاعت اور قدرت ہو وہ شادی کر لے۔‘‘ ((فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ)) اس واسطے کہ اس سے نگاہیں جھک جاتی ہیں اور شرمگاہ کی حفاظت ہوتی ہے۔‘‘ کیونکہ شادی کرنے کے بعد جب مرد کے پاس اس کی بیوی اور عورت کے پاس اس کا شوہر موجود ہوتا ہے جن سے وہ اپنی جنسی خواہش پوری کر لیتے ہیں تو وہ ادھر ادھر تاک جھانک نہیں کرتے اور بے حیائی وزنا کاری کے قریب نہیں جاتے۔

اسی طرح آپ حضرات جانتے ہیں کہ ہم لوگ دنیا میں رہتے ہیں تو ہمیں اپنی زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے کھانے پینے اور دوسرے وسائل زندگی کی ضرورت پڑتی ہے، اور ان کھانے پینے کی چیزوں اور دیگر وسائل زندگی کو حاصل کرنے کے لیے ہم کو کمانے اور حصول رزق کے کچھ وسائل اختیار کرنے پڑیں گے، آپ ان وسائل پر غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ شریعت اسلامیہ نے کھانے، کمانے اور حصول رزق کے ان تمام وسائل کو مباح قرار دیا ہے جو مضرتوں سے خالی ہیں، جن میں انسانوں کے لیے کوئی نقصان نہیں ہے بلکہ مفید ہیں، چنانچہ آپ جانتے ہیں کہ اسلام میں تجارت جائز ہے، زراعت جائز ہے، صنعت کاری جائز ہے، آپ جانتے ہیں کہ مزارعہ (کھیت بٹائی پر لینا دینا) مضاربہ (شراکت میں اس طرح تجارت کرنا کہ ایک کی رقم اور دوسرے کی محنت ہو اور نفع میں دونوں طے شدہ فیصد کے اعتبار سے شریک ہوں) مساقاۃ (باغ کو بٹائی پر لینا دینا) اور حصول رزق کے کئی مختلف ذرائع اسلام نے جائز قرار دیے ہیں، لیکن کسب مال اور حصول رزق کے کچھ ایسے ذرائع بھی ہیں جن میں جسمانی، اخلاقی اور دینی اعتبار سے مضرتیں ہیں، کسب مال کے ایسے ذرائع اور ایسے عقود و معاملات کو شریعت اسلامیہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے حرام قرار دیا ہے' انہی عقود و معاملات میں سے ایک عقد عقد ربا یعنی سود ہے' سود کو شریعت اسلامیہ نے بالکل حرام قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ (البقرۃ: ٢٧٥) "اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔"

معزز سامعین! سود کی حرمت کے اسباب پر ہم غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے اس میں معاشرے اور افراد دونوں کے لیے بے حد مضرتیں ہیں جن کی بنا پر اسلام نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ مثال کے طور پر:

① جس معاشرے میں سودی کاروبار عام ہو جاتا ہے اور لوگ سود لینے دینے کے خوگر ہو جاتے ہیں' اس معاشرے میں خود غرضی پیدا ہو جاتی ہے اور ہمدردی' محبت اور تعاون کا جذبہ آہستہ آہستہ ختم ہو جاتا ہے کیونکہ سودی نظام کی بنیاد ہی اس پر ہے کہ آدمی صرف اپنی مصلحت دیکھے' صرف اپنی آمدنی اور فائدے کو مدِنظر رکھے' اسے دوسروں کی مصلحتوں سے کوئی غرض نہ ہو' دوسروں کے نفع و نقصان کی اسے کوئی پرواہ نہ ہو' اسی واسطے آپ دیکھتے ہیں کہ سود خور' خواہ وہ ساہوکار ہو یا کسی سودی ادارے (جیسے بینک وغیرہ) کا مالک' وہ غریبوں اور محتاجوں کا انتظار کرتا ہے بلکہ وہ پریشان حال لوگوں اور ضرورت مندوں کا بڑی شدت سے انتظار کرتا ہے لیکن وہ اس واسطے انتظار نہیں کرتا کہ یہ مجبور' غریب اور حاجتمند لوگ اس کے پاس آئیں تو یہ ان کا تعاون کرے' بلکہ وہ ان کا اس واسطے انتظار کرتا ہے تاکہ سودی قرض دے کر ان کو اپنے دام ہمرنگ زمین میں پھنسا لے اور جب اس کے جال میں پھنس جائیں تو پھر ان کے خون کا ایک ایک قطرہ نچوڑ لے' ان کی زندگی بھر کی کمائی کا ایک ایک پیسہ ان سے چھین لے' چنانچہ قرض دار سے قرض مع سود وصول کرتے وقت اس کو اس سے کوئی مطلب نہیں ہوتا کہ یہ شخص غریب و محتاج ہے' بھوکا اور ننگا ہے' اس کے بال بچے بھوکے اور سردی سے پریشان ہیں' وہ یہ نہیں دیکھتا کہ اس غریب نے جو قرض

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے پاس سے لیا تھا اور اس رقم سے جو کاروبار اس نے شروع کیا تھا اس میں اس کو نفع ہو یا نقصان' وہ یہ سب کچھ نہیں دیکھتا۔ اس کو صرف اپنے نفع سے مطلب ہوتا ہے' وہ صرف یہ دیکھتا ہے کہ ہم نے اس کو جو قرض دیا تھا وہ ہم کو سود کے ساتھ مل جائے' وہ بہر صورت اپنے قرض اور سود کو وصول کرنا چاہتا ہے اور بس۔

۲ اس کے علاوہ آپ دیکھیں گے کہ جس معاشرے میں سود کا رواج نہیں ہوتا اس معاشرے میں لوگوں کے دلوں میں باہمی تعاون کا جذبہ ہوتا ہے' ایک دوسرے کے دکھ درد اور پریشانیوں کو' ایک دوسرے کی مصیبتوں اور تکلیفوں کو وہ ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھتے ہیں اور جیسے کسی کو کوئی حاجت اور پریشانی ہوتی ہے کچھ ایسے اللہ والے مل جاتے ہیں جو اس کو قرض حسنہ یعنی بلا سود کے قرض دے دیتے ہیں اور بعض اوقات ایسے اللہ والے بھی مل جاتے ہیں جو ایسی صورت میں صدقہ و خیرات کے ذریعہ اس کا تعاون کر دیتے ہیں اور اس کو قرض لینے کی بھی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس کے برخلاف وہ معاشرہ جہاں سود لینے دینے کا رواج عام ہو جاتا ہے وہاں لوگ یہ تصور بھی نہیں کرتے ہیں کہ کسی آدمی کو قرضِ حسنہ دیا جا سکتا ہے' ایسے معاشرہ میں اگر کوئی شخص بغیر سود کے قرض دیتا ہے تو اس کو بے وقوف سمجھا جاتا ہے' اس کو احمق مانا جاتا ہے' اس لیے کہ ہر آدمی دیکھتا ہے کہ جب ہم اپنا پیسہ بینک میں جمع کرتے ہیں یا کسی سودی ادارے کو قرض دیتے ہیں تو اس پر سود ملتا ہے' ایسی صورت میں کسی آدمی کو ہم بغیر سود اور نفع کے قرض کیوں دیں؟

۳ مزید برآں جس معاشرے میں سود عام ہو جاتا ہے اس معاشرہ میں فقراء و مساکین اور حاجتمندوں کے اندر سے بھی ایمانداری اور امانتداری ختم ہو جاتی ہے اور جو لوگ ان کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتے ہیں انھیں قرض حسنہ دینا چاہتے ہیں وہ بھی یہ نیکی نہیں کر پاتے اور خواہش کے باوجود انھیں قرض حسنہ نہیں دے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتے۔ کیونکہ بسا اوقات یہ نیکی ان کے لیے باعث زحمت و پریشانی بن جاتی ہے' اس لیے کہ یہ حاجتمند اور فقراء و مساکین جب دیکھتے ہیں کہ ہم بینک سے قرض لیتے ہیں تو بینک کے ذمہ داران انھیں مختلف طریقے سے قانونی شکنجوں میں پہلے ہی اچھی طرح سے جکڑ لیتے ہیں' پہلے ہی مختلف قسم کے معاہدے لکھوا لیتے ہیں اور اگر کوئی شخص وقت مقررہ پر مع سود قرض ادا نہیں کرتا تو کبھی اسے مہلت دے کر سود کی رقم بڑھا دیتے ہیں اور کبھی اس کے عوض اس کی جائداد ضبط کر لیتے ہیں' مجبوراً اسے کبھی گھر بیچنا پڑتا ہے' کبھی دکان اور کبھی زمین یا دوسری جائداد فروخت کرنی پڑتی ہے۔ بہر حال جب یہ حاجتمند دیکھتے ہیں کہ بینک سے قرض لیتے وقت ہم کو مختلف قسم کی قانونی بندشوں میں جکڑ لیا جاتا ہے اور یہ شخص ہم کو بغیر کسی شرط اور قید کے' بغیر کسی قانونی کارروائی کے ہی قرض دے رہا ہے تو شیطان انھیں بہکاتا ہے اور وہ سوچنے لگتے ہیں کہ اگر اس کی رقم ہڑپ کر لیں تو ہمارے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہیں کر سکتا اور یہ سیدھا سادھا اللہ والا شخص مجبوراً ہمارے قرض کو چھوڑ دے گا اور ہماری کوئی گرفت نہیں کر پائے گا۔ یہ سوچ کر بہت قرض لینے والے قرض کی رقم کو ہڑپ کر لیتے ہیں اور بعد میں قرض حسنہ دینے والے لوگ پچھتاتے ہیں اور پھر کسی غریب اور ضرورتمند کی خواہش کے باوجود مدد نہیں کر سکتے۔ آپ شاید سوچتے ہوں گے کہ یہ بات ڈاکٹر صاحب اپنی جانب سے کہہ رہے ہیں اور امر واقعی سے اس کا کوئی تعلق نہیں' مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ امر واقعی ہے' اس قسم کے بہت سے واقعات پیش آ چکے ہیں۔ علامہ رشید رضا رحمۃ اللہ علیہ جو مصر کے ایک بہت مشہور عالم گزرے ہیں وہ اپنے استاد محمد عبدہ کے بارے میں تفسیر المنار میں لکھتے ہیں کہ ہمارے استاد کا بیان ہے کہ ایک وقت ایسا تھا کہ جب ہمارے والد محترم کے پاس کوئی حاجت مند قرض مانگنے کے لیے آتا تو اس کو ایک الگ کمرے میں لے جاتے' جتنی رقم وہ مانگتا اتنی رقم اس کو چپکے سے دے دیتے اور کسی قسم کی کوئی کارروائی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرتے تھے۔ بلکہ قرض لینے والے کو یہ وصیت کرتے کہ کسی کو مت بتانا کہ میں نے تمھیں اتنا قرض دیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ ریاکاری اور شہرت طلبی ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں میں نیکی اور اجر و ثواب سے محروم ہو جاؤں۔

یہ اس وقت تھا جب قاہرہ میں سودی بینک قائم نہیں ہوئے تھے اور لوگوں کے اندر بے ایمانی نہیں پیدا ہوئی تھی۔ اس کے بعد ایک وقت ایسا آیا جب قاہرہ میں سودی بینک کھل گئے' سودی ادارے قائم ہو گئے اور لوگوں میں بے ایمانی آ گئی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ ان کا بیٹا بھی اگر ان سے قرض لینے جاتا تو تحریری کارروائی کرتے' دو آدمیوں کی گواہی لیتے' عہد نامہ لکھواتے کہ فلاں تاریخ تک واپس کر دو گے' غرضیکہ مختلف قسم کی قانونی کارروائی کرنے کے بعد قرض دیتے تھے۔ ایک روز میں نے عرض کیا ابا جان! آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ آخر آپ وہی تو ہیں کہ جب کوئی شخص آپ کے پاس قرض مانگنے کے لیے آتا تو اس کو ایک الگ کمرے میں لے جا کر چپکے سے قرض دے دیتے تھے اور ہم لوگوں کو بھی کچھ معلوم نہیں ہوتا تھا۔ آپ کی بیوی کو' آپ کے بچوں کو' آپ کے دیگر اہل خانہ کو بھی خبر نہیں ہوتی تھی کہ کس کس نے آپ سے قرض لیا اور کتنی رقم لی ہے اور اب آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ آپ میں یہ تبدیلی کیوں اور کہاں سے آ گئی؟ وہ فرمانے لگے تم نہیں جانتے' پہلے جب یہ سودی ادارے نہیں تھے تو لوگوں کے اندر ایمانداری تھی' خوف خدا تھا' شرم و حیا تھی' مگر ان بینکوں اور سودی اداروں کے قائم ہو جانے کے بعد وہ بات نہیں رہ گئی اب تو لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ وہاں اتنی قانونی جکڑ بندی ہے اور یہاں اتنی نرمی اور ڈھیل ہے تو موقع ملتے ہی پوری کی پوری رقم ہڑپ کر لیتے ہیں۔ اب لوگوں میں کافی تبدیلی آ گئی ہے جس کی وجہ سے میں اب ہر آدمی سے تحریری معاہدہ لیتا ہوں' گواہ مقرر کرتا ہوں' بوقت ضرورت ضمانت لیتا ہوں تاکہ کوئی انکار نہ کر سکے' کوئی ہماری رقم ہڑپ نہ کر لے اور اگر کوئی انکار کرے اور بے ایمانی کرنے کی کوشش کرے تو اس کے خلاف قانونی کارروائی کر سکوں۔

برادرانِ اسلام! آپ دیکھ رہے ہیں' یہ ہے سود کی نحوست' یہ ہے سودی کاروبار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سودی اداروں کا کرشمہ کہ اس کی وجہ سے ایمانداری ختم ہو رہی ہے' اللہ کا خوف ختم ہو رہا ہے اور لوگوں میں بے ایمانی پیدا ہو رہی ہے اور اہل خیر' نیکی اور احسان کرنا چاہتے ہیں تو بھی نہیں کر سکتے۔

④ محترم حاضرین! ان نحوستوں کے علاوہ سود پورے معاشرے کو دو الگ الگ جماعتوں میں تقسیم کر دیتا ہے' لوگوں کو دو متمایز طبقوں میں بانٹ دیتا ہے' ایک وہ طبقہ جو بغیر محنت و مشقت کے' بغیر کچھ دوڑ دھوپ اور جدوجہد کیے مالدار سے مالدار ترین ہوتا جاتا ہے' روزانہ اس کی دولت اور مالداری میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جو شب و روز محنت کرتا ہے' ہر وقت دوڑ دھوپ اور جدوجہد کرتا ہے' اپنا خون پسینہ بہاتا ہے مگر اس کی غریبی دور ہونے کا نام نہیں لیتی بلکہ اس کے فقر و فاقہ میں روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہے' وہ ہر روز غریب سے غریب تر ہوتا جاتا ہے' کیوں؟ اس لیے کہ وہ جو کچھ کماتا ہے وہ سود خوروں کی جیب میں چلا جاتا ہے اور وہ بیچارہ جیسے پہلے تھا ویسے ہی رہ جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان قرض لینے والے غریبوں اور حاجتمندوں اور سود خور ساہوکاروں کے درمیان عداوت اور دشمنی پیدا ہوتی ہے اس لیے کہ جب یہ غریب اور ضرورت مند لوگ اپنی حاجت و ضرورت کے لیے ان ساہوکاروں اور سودی اداروں سے قرض لیتے ہیں تو بعد میں ابھی ان کی ضرورت پوری نہیں ہوتی' وہ مجبوری' محتاجی اور پریشانی کی حالت میں ہی ہوتے ہیں کہ یہ ساہوکار اور سودی ادارے ان سے یہ تقاضہ کرنے لگتے ہیں کہ ہمارا قرض واپس کیجئے اور صرف ہماری رقم ہی واپس نہ کیجئے بلکہ اس کے ساتھ سود بھی دیجئے۔ ظاہر ہے کہ یہ لوگ جب دیکھتے ہیں کہ ایک طرف ہماری غریبی محتاجی اور پریشانی ہے اور دوسری طرف ان سود خوروں کا مطالبہ ہے۔ یہ ہماری پریشانی کے عالم میں ہمارے ساتھ ہمدردی اور مؤاساۃ کرنے کی بجائے ہماری محنت اور خون پسینے کی کمائی نہایت بے رحمی سے لے رہے ہیں تو ان کے دل و دماغ میں ہیجان پیدا ہوتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، ناراضگی اور غصہ پیدا ہوتا ہے اور پھر بات آگے بڑھتی ہے اور کبھی نوبت جھگڑے، لڑائی اور قتل وخونریزی تک جا پہنچتی ہے۔ اس طرح طبقاتی جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ یہ بات صرف خیالی نہیں بلکہ امر واقعی اور حقیقت ہے، دورِ جاہلیت میں جب سود کا رواج تھا تو کئی بڑے بڑے معرکے اور لڑائیاں صرف سود کی بنا پر ہوئیں اور دوسری عالمی جنگ کے بعد ایک مرتبہ برطانیہ نے امریکہ سے بلاسودی قرض مانگا تو امریکہ نے بلاسودی قرض دینے سے انکار کر دیا اس کی وجہ سے دونوں ملکوں میں ناچاقی ہوئی، بڑا اختلاف اور دشمنی ہوئی۔

⑤ معزز سامعین! عام طور سے آپ حضرات سنتے رہتے ہیں اور یہ پروپیگنڈا بڑی شدت سے کیا جاتا ہے کہ سودی نظام میں غریبوں کے ساتھ بڑی ہمدردی اور تعاون ہے اور یہ نظام غریبوں کے فائدے اور مصلحت کی خاطر وضع کیا گیا ہے مگر آپ ذرا بھی غور کریں گے اور گہرائی میں جائیں گے تو پتہ چلے گا کہ اس دعویٰ میں کچھ بھی حقیقت نہیں ہے اور اس نظام میں غریبوں کے ساتھ ذرا بھی ہمدردی اور تعاون نہیں بلکہ یہ غریبوں کے لیے ایک مصیبت ہے اور جو شخص ایک مرتبہ اپنی ضرورت کے لیے سودی قرض لے لیتا ہے وہ ہمیشہ کے لیے بدبختی کا شکار ہو جاتا ہے، پھر اس کی بدبختی اور نامرادی کبھی ختم ہونے کا نام نہیں لیتی۔ اسی واسطے کسی کہنے والے نے عربی میں کہا ہے: ((يُسَاعِدُ الْقَرْضُ الْمَدِيْنَ كَمَا يُسَاعِدُ الْحَبْلُ الْمَصْلُوْبَ)) ”سودی قرض، قرض لینے والے کی مدد اسی طرح کرتا ہے جس طرح رسی پھانسی پانے والے کی مدد کرتی ہے۔“ یعنی یہ سودی قرض، قرض لینے والے کے گلے میں پھانسی کی رسی بن جاتا ہے، چنانچہ آپ میں سے بہت سے لوگوں نے اپنی آنکھوں سے ایسے لوگوں کو دیکھا ہوگا جنھوں نے سودی قرض لیا اور اس کے بعد اس طرح برباد ہو گئے کہ ان کی ساری جائداد بک گئی اور بڑے رسوا اور ذلیل ہوئے۔ حتیٰ کہ اس ملک میں ایسے لوگ بھی ہیں جو سودی قرض کی وجہ سے اپنے گھربار اور زمین وجائداد کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ بیوی بچوں کو بھی دینے یا بیچنے پر مجبور ہو گئے۔ اس واسطے کہ کہیں کہیں یا کبھی کبھی شرح سود اس قدر زیادہ ہوتا ہے کہ آدمی زندگی بھر قرض ادا کرتا رہتا ہے پھر بھی قرض ادا نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر برطانیہ کو لیجئے۔ برطانیہ میں قانونی طور سے استہلا کی قرضوں پر ۸۰ فیصد سود مقرر ہے لیکن ایک تحقیقی ادارے نے یہ رپورٹ شائع کی ہے کہ لیور پول وغیرہ شہروں میں' ان علاقوں میں جو غریبوں کے علاقے مانے جاتے ہیں ۴۳۳ فیصد' ۸۶۰ اور ۱۳۰۰ فیصد تک سود کی شرح ہے' یعنی ایک سو سودی قرض لینے والے کو سال بھر کے بعد کبھی چار سو تینتیس' کبھی آٹھ سو ساٹھ اور کبھی تیرہ سو روپے ادا کرنے پڑتے ہیں۔ نتیجۃً یہ کبھی قرض سے نجات نہیں پاتے اور بہت سارے لوگ تو ایسے ہیں جو بیچارے مقروض ہی پیدا ہوتے ہیں اور پوری زندگی مقروض رہتے ہیں اور مقروض ہی اس دنیا سے چلے جاتے ہیں حالانکہ انھوں نے یا ان کے باپ دادا نے جتنا قرض لیا تھا اس کے کئی گنا وہ واپس کر چکے ہوتے ہیں مگر اس کے باوجود وہ قرض سے بری الذمہ نہیں ہوتے۔ کیوں؟ اسی سودی قرض اور سودی کاروبار کی نحوست کی وجہ سے' بہرحال یہ دعویٰ بڑے زور و شور سے کیا جاتا ہے کہ سودی نظام غریبوں کی مصلحت کے لیے' غریبوں کے ساتھ تعاون کے لیے وضع کیا گیا ہے مگر حقیقت میں یہ دعویٰ بالکل غلط ہے' اس میں ذرا بھی صحت نہیں ہے۔

⟨۶⟩ معزز حاضرین! آیئے ایک دوسرے ناحیہ سے اس پر نظر ڈالیں' آج ہر آدمی یہ شکایت کرتا ہے کہ مہنگائی دن بدن بڑھ رہی ہے' ہر چیز کی قیمت میں روزانہ اضافہ ہوتا جا رہا ہے مگر آپ لوگوں نے کبھی اس پر بھی غور کیا ہے کہ اس مہنگائی کے اسباب کیا ہیں؟ اور کیا اس میں سود کا بھی کچھ عمل دخل ہے؟ آیئے میں آپ کو بتاؤں کہ اس کمر توڑ مہنگائی کے اسباب سے ایک بہت اہم سبب سودی نظام اور سودی کاروبار بھی ہے۔ اس واسطے کہ آپ جانتے ہیں کہ ایک شخص جب کوئی کاروبار شروع کرتا ہے' کوئی کارخانہ لگاتا ہے تو اس کی پوری کوشش

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے کہ یہ رقم جو وہ اپنے کاروبار یا کارخانے میں لگا رہا ہے اگر یہی رقم وہ بینک میں جمع کر دیتا تو جتنا سود ملتا اس سے زیادہ اسے نفع ملے۔ اس واسطے کہ وہ سوچتا ہے کہ اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو ہمارا فائدہ کیا ہوگا۔ اگر یہ رقم لے جا کر ہم بینک میں جمع کر دیتے تو اتنا نفع تو ہم کو بغیر محنت ومشقت کے گھر بیٹھے مل جاتا۔ لہٰذا جب ہم اتنا بڑا پروجیکٹ یا کارخانہ لگائیں گے یا اتنا بڑا کاروبار کریں گے اور اس کے لیے شب وروز دوڑ بھاگ' محنت اور جدوجہد کریں گے' اپنے عیش وآرام کو تج دیں گے تو اس کا بدلہ اور فائدہ ہم کو ملنا چاہیے۔ اس واسطے بینک میں رکھنے سے اسے اس رقم پر جو سود ملنے والا تھا اس سے زیادہ وہ اس کے اوپر نفع رکھتا ہے اور جیسے جیسے بینک اور سودی ادارے سود کی شرح میں اضافہ کرتے جاتے ہیں تاجر بھی اپنی اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ کرتے چلے جاتے ہیں' اس طرح مہنگائی بڑھتی جاتی ہے اور اگر اس کاروبار کرنے والے شخص یا ادارہ نے کسی سودی بینک یا ادارے سے قرض لیا ہے تو ظاہر ہے کہ جو اشیاء وہ پیدا کر رہا ہے ان اشیاء کی قیمت کو مقرر کرتے وقت وہ پہلے جو قرض لیا ہے اس کو مع سود دیکھے گا پھر اس کے اوپر اپنا نفع رکھے گا۔ اس طرح ان کی قیمت زیادہ ہو جائے گی اور مہنگائی میں اضافہ ہوگا۔

⟨۷⟩ برادرانِ اسلام! آپ حضرات یہ شکایت عام طور سے سنتے اور اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں کہ اس وقت ملک میں بے روزگاری بہت زیادہ ہے' کتنے لوگ کوئی کام نہیں پاتے اور بیکار گھوم رہے ہیں۔ کیا آپ حضرات نے کبھی غور کیا ہے کہ اس میں بھی سودی نظام کا دخل ہے؟ جی ہاں! اس میں بھی سودی نظام کا بڑا دخل ہے۔ اس واسطے کہ پہلے جب سودی نظام اور سودی بینک نہیں تھے اور لوگوں کو بڑی رقمیں قرض میں حاصل کرنے میں پریشانی ہوتی تھی تو اکثر کارخانے اور فیکٹریاں مزدوروں پر انحصار اور اعتماد کرتی تھیں اور بہت زیادہ لوگوں کو ان میں نوکری اور محنت مزدوری کرنے کا موقع ملتا تھا۔ لیکن جب سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ سودی بینک قائم ہو گئے ہیں اور کمپنیوں اور فیکٹریوں کے شیئر کی خرید و فروخت کا نظام چل پڑا ہے اس وقت سے بڑے بڑے کارخانے اور فیکٹریاں زیادہ تر مشینوں پر اعتماد کرنے لگی ہیں' اس لیے کہ ایک تو مشینوں کے ذریعہ کام کرنے سے پیداوار میں اضافہ ہو جاتا ہے' دوسرے مزدوروں کو رکھنے میں بھی بہت سی پریشانیاں اور مسائل ہیں۔ اپنی مرضی کے مطابق اور ضرورت کے وقت مزدور نہیں ملتے اور آئے دن ان کی اسٹرائک ہوتی رہتی ہے۔ تیسرے ان کارخانوں کو بھاری اور قیمتی مشینوں کو خریدنے کے لیے جو بڑی رقم کی ضرورت پڑتی تھی پہلے اس رقم کے حصول میں انھیں پریشانی ہوتی تھی اور اتنی بڑی رقم حاصل کرنا مشکل ہوتا تھا اس واسطے مشینوں کی بجائے نوکروں اور مزدوروں سے کام لیتے تھے۔ لیکن اب بڑی سے بڑی رقم کے حاصل کرنے میں پریشانی نہیں ہوتی اس لیے کہ جب اس رقم پر اچھا خاصا سود دیا جاتا ہے تو بڑے بڑے مالدار اپنی رقمیں اس قسم کے اداروں کو دیتے اور ان کے شیئر خرید لیتے ہیں' نیز بینکوں سے بھی انھیں قرض مل جاتا ہے اور وہ قیمتی سے قیمتی مشینیں حاصل کر لیتے ہیں اور پہلے جو کام سو آدمیوں کے ذریعے ہوتا تھا اس کو اب مشینوں کے ذریعے کرنے میں مشکل سے پانچ چھ آدمی لگتے ہیں اس طرح سودی نظام کی وجہ سے بیکاری بڑھ رہی ہے' مزدور بیکار ہو رہے ہیں اور لوگوں کو کام نہیں مل رہا ہے۔ ابھی آپ دیکھیے کہ کمپیوٹر کے آجانے سے کتنے شعبوں میں لوگ اپنے کام اور نوکری سے محروم ہو رہے ہیں' پہلے لوگ کتابت کیا کرتے تھے اور اس کے ذریعے اچھی کمائی کر لیتے تھے' اب کمپیوٹر آگیا ہے جس سے مختصر وقت میں زیادہ اور اچھا کام ہو جاتا ہے' اب اخبارات و جرائد اور بڑے بڑے اشاعتی ادارے کاتبوں کی بجائے کمپیوٹر سے کام لینے لگے ہیں۔ جس سے کاتب حضرات پریشان ہیں' بہتوں کی نوکری چلی گئی اور کتنوں کو کام نہیں ملتا۔ اسی طرح دوسرے بہت سے شعبوں کو دیکھیں تو وہاں بھی سودی نظام کے برے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اثرات نظر آئیں گے اور معلوم ہو گا کہ لوگوں کی بیکاری میں اس کا بڑا اثر ہے۔

⑧ معزز سامعین! سودی نظام کے مضر اثرات و نتائج میں سے ایک بہت برا اثر اور نتیجہ یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے بہت سے لوگ اپنی رقمیں مفید اور ضروری پروجیکٹوں اور معاشرے کے لیے انتہائی اہم اور مفید کاموں میں نہیں لگاتے' اس لیے کہ اگر وہ اپنی رقم کسی کاروبار یا صنعت میں لگاتے ہیں تو سب سے پہلے یہ مسئلہ ان کے سامنے آتا ہے کہ انھیں محنت کرنی پڑے گی' دوڑ بھاگ اور جدوجہد کرنا پڑے گی۔ پھر لوگ یہ بھی سوچتے ہیں کہ ہو سکتا ہے اس کاروبار میں ہم کامیاب نہ ہو سکیں اور اسے کامیابی کے ساتھ نہ چلا سکیں اور ہمیں خسارہ اٹھانا پڑے۔ جبکہ یہی رقم اگر کسی سودی بینک میں جمع کر دیتے ہیں تو بغیر کسی محنت کے اور بغیر کسی خسارہ کے احتمال کے ہم کو ہر ماہ ایک معین مقدار میں نفع ملتا رہے گا اور ہم آرام وسکون سے زندگی گزاریں گے۔

ایک روز میں اپنی دکان پر بیٹھا ہوا تھا' میری دکان کے سامنے ایک بلڈنگ تھی جس میں نیچے ہوٹل تھا اور اوپر مسافروں کے لیے کمرے تھے' جن میں وہ کرایہ دے کر ٹھہرتے تھے' یہ سمجھ لیجیے کہ لاج (Lodge) تھا۔ دکان پر ایک برہمن بیٹھا ہوا تھا' وہ کہنے لگا کہ یہ بلڈنگ دو لاکھ روپے میں بک رہی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس بلڈنگ کے بنانے میں دو لاکھ سے کم خرچ نہیں ہوئے ہیں' زمین اور دوسری چیزوں کی قیمت اور خرچ الگ ہے۔ لیکن میں اس کو دو لاکھ میں نہیں خریدوں گا۔ میں نے پوچھا جب اتنی سستی ہے تو کیوں نہیں خریدو گے؟ اس نے کہا: دیکھیے اگر میں اس کو دو لاکھ میں خرید لیتا ہوں تو میرے دو لاکھ روپے منجمد ہو کر رہ جائیں گے اور اس سے میرا کوئی فائدہ نہیں ہو گا کیونکہ اس سے مجھے یہ بلڈنگ ضرور مل جائے گی لیکن میں نہ ہوٹل چلا سکتا ہوں نہ لاج (Lodge) چلا سکتا ہوں' میں ایک سکول ٹیچر ہوں' میں یہ سب کام نہیں کر پاؤں گا۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ بلڈنگ ایسے ہی کھڑی رہے گی اور مجھ کو کوئی فائدہ نہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گا جبکہ یہی دو لاکھ روپے اگر میں بینک میں جمع کروا دیتا ہوں تو پانچ سال بعد یہ چار لاکھ ہو جائیں گے' حساب کیجئے تو سال میں دو لاکھ روپے پر مجھ کو چالیس ہزار روپے نفع بھی ملیں گے۔ یہ چالیس ہزار روپے مجھ کو بغیر کسی محنت اور جدوجہد کے ملیں گے اور میں اپنی نوکری بھی کرتا رہوں گا۔ اور اگر میں یہ بلڈنگ خرید لوں تو اس کو چلانے کے لیے مجھے نوکری چھوڑنا پڑے گی اور اس طرح ایک طرف تو میری نوکری چھوٹ جائے گی اور ہوٹل چلانے کے لیے جو مزید پیسے لگاؤں گا وہ الگ نقصان ہو گا۔ اس لیے میں بینک میں دو لاکھ جمع کر کے آرام و سکون سے اس کا سود لوں گا اور یہ سب جھنجٹ مول نہیں لوں گا۔

بہر حال سودی نظام کی وجہ سے بہت سے اچھے پروگراموں اور معاشرے کے لیے مفید کاموں میں پیسے نہیں لگ پا رہے ہیں کیونکہ لوگ سودی بینکوں میں رقمیں جمع کر کے بلا کسی زحمت و مشقت کے نفع لینے کو ترجیح دیتے ہیں' معاشرے کی ضرورت اور منفعت کو نہیں دیکھتے اپنے آرام اور نفع کو دیکھتے ہیں۔

برادرانِ اسلام! یہ ہیں سود کے چند نقصانات جن کا تذکرہ میں نے مثال کے طور پر کیا ہے ورنہ اس کے اور بہت سارے نقصانات ہیں جن کو اس مجلس میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ انہی دینی' اخلاقی اور معاشی و معاشرتی نقصانات اور مضرتوں کی وجہ سے شریعت اسلامیہ نے سود کو مطلق حرام قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (البقرہ:۲۷۵)

''اللہ تعالیٰ نے بیع یعنی تجارت کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔''

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ (البقرۃ:۲۷۸)

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور جو تمہارا سود باقی رہ گیا ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو چھوڑ دو' اگر تم مومن ہو۔"

اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے یا سود کی حرمت کا حکم آنے سے پہلے اگر تم سودی کاروبار کرتے تھے اور تمہارے سود کی رقم کسی کے پاس ابھی باقی ہے تو اب سود کے حرام ہو جانے کے بعد سود کی اس رقم کو مت لو' اگر تم مومن ہو تو اس کو چھوڑ دو۔ دیکھیے قرآن کریم یہ کہہ رہا ہے ﴿اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ اگر تم مومن ہو' اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اب سود خوری سے توبہ کر لو اور سود کی رقم کو چھوڑ دو۔ معلوم ہوا کہ ایمان اور سود دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے ہیں۔ اگر ایک شخص حقیقی معنوں میں مومن ہوگا اگر اس کے دل میں واقعی ایمان راسخ ہوگا تو وہ سودی کاروبار نہیں کرے گا اور اگر وہ سودی کاروبار کرتا ہے اور اس کی حرمت معلوم ہونے کے بعد بھی اس سے باز نہیں آتا' اس سے توبہ نہیں کرتا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ پکا سچا مومن نہیں ہے' اسے اپنے ایمان کا پھر سے جائزہ لینا چاہیے۔

اس آیت کریمہ کی روشنی میں آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ سود کی حرمت کس قدر شدید ہے اور اس کو جائز سمجھنے والے اور اس کا کاروبار کرنے والے کا ایمان کس قدر خطرے میں ہے۔ آگے فرمایا:

﴿فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾ (البقرۃ:۲۷۹)

"اگر تم ایسا نہیں کرتے تو اللہ اور اس کے رسول سے اعلانِ جنگ سن لو اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے لیے تمھارا راس المال ہے' نہ تم ظلم کرو' نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔"

غور فرمائیے کہ سود کتنا بڑا جرم اور کتنا عظیم گناہ ہے کہ اس کے ترک نہ کرنے کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اعلان جنگ قرار دیا جا رہا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ اگر تم اس سے باز نہیں آتے تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اب آپ حضرات ہی سوچیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کون جنگ کر سکتا ہے؟ اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر ان سے جنگ کر کے کون کامیاب ہو سکتا ہے؟ یہ درحقیقت سود خوروں کے لیے بہت ہی سخت دھمکی ہے' یہاں جس لہجے میں' جس انداز میں سود کو حرام قرار دیا گیا ہے وہ قابل توجہ اور قابل غور ہے۔ اسی بنا پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سود کے متعلق فرمایا کہ یہ تمام کھانے پینے کی چیزوں میں سب سے زیادہ بدتر اور قبیح ہے۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر (۳/۳۶۴) میں ابن بکیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ آج میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو شراب کے نشہ میں بالکل مدہوش تھا' اس کے ہوش و حواس بالکل ختم ہو گئے تھے اور اسی مدہوشی کے عالم میں وہ چاند کو پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا' اوپر جانے کے لیے جدوجہد کر رہا تھا' میں نے جب اس کی یہ کیفیت دیکھی تو کہا: ''إِمْرَأَتِي طَالِقٌ إِنْ كَانَ يَدْخُلُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ أَشَرُّ مِنَ الْخَمْرِ'' ''اگر ابن آدم یعنی انسان کے پیٹ میں شراب سے بھی بدتر کوئی چیز داخل ہوتی ہو تو میری بیوی کو طلاق'' یعنی شراب دنیا کے کھانے پینے کی چیزوں میں سب سے خراب اور بری چیز ہے' اس سے بدتر دنیا میں کوئی چیز نہیں' اس لیے کہ اس کے پینے سے انسان کی عقل ماری جاتی ہے اور وہ اس طرح ہوش و حواس کھو دیتا ہے کہ اسے یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ چاند کو ہاتھ سے پکڑنا محال اور ناممکن ہے۔ اگر شراب سے بھی خراب کوئی کھانے پینے کی چیز ہو تو میری بیوی کو طلاق۔ اب آپ بتائیے کہ میری بیوی کو طلاق ہوئی کہ نہیں؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑی دیر غور کیا پھر فرمایا: ''إِرْجِعْ حَتَّى أَنْظُرَ فِي مَسْأَلَتِكَ'' ''ابھی تم واپس جاؤ' میں ذرا تمہارے مسئلہ پر غور کر لیتا ہوں اس کے بعد جواب دوں گا''۔ دوسرے دن وہ شخص پھر آیا مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے پھر وہی جواب دیا ''إِرْجِعْ حَتَّى أَنْظُرَ فِي مَسْأَلَتِكَ'' ابھی تمھارا مسئلہ حل نہیں ہوا' ذرا اور دیکھنے دو' تیسرے دن وہ شخص پھر آیا تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''إِمْرَأَتُكَ طَالِقٌ'' تمھاری بیوی کو طلاق واقع ہو گئی۔'' ''إِنِّي تَصَفَّحْتُ كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ فَلَمْ أَرَ شَيْئًا أَشَرَّ مِنَ الرِّبَا' لِأَنَّ اللهَ آذَنَ فِيهِ بِالْحَرْبِ'' ''میں نے کتاب اللہ کی ورق گردانی کر ڈالی' میں نے احادیث نبویہ کا جائزہ لے لیا' مجھے سود سے بدتر کوئی چیز نظر نہیں آئی' اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے کہ سود خور کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنگ کا اعلان کیا ہے اور شرابی کے لیے ایسا اعلان نہیں ہے۔ لہٰذا شراب سود سے کم بری چیز ہے اور سود شراب سے بھی زیادہ خراب اور بری چیز ہے' اور تم نے قسم کھائی تھی کہ شراب سے بھی زیادہ بری کوئی چیز ہو تو میری بیوی کو طلاق' شراب سے بری چیز سود ہے اس واسطے تمھاری بیوی پر طلاق واقع ہو گئی۔

معزز سامعین! غور فرمایئے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے قرآن کریم کی ورق گردانی کی' احادیث کا مطالعہ کیا اس کے بعد بتایا کہ سود شراب سے بھی بدتر چیز ہے اور وجہ بھی بتا دی۔ ''لِأَنَّ اللّٰهَ آذَنَ فِيهِ بِالْحَرْبِ'' ''اس لیے کہ اللہ نے سود خور کے لیے جنگ کا اعلان کیا ہے'' اور جس چیز کے عدم ترک پر اللہ کی جانب سے اعلانِ جنگ ہو اس سے بدتر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔

اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَوا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (آل عمران:١٣٠)

''اے ایمان والو! تم بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ مومنوں کو فلاح و کامرانی اور نجات اسی صورت میں ملے گی جب وہ سود خوری چھوڑ دیں گے' جب وہ سود لینا اور دینا بالکل ترک کر دیں گے تب ان کی کامیابی اور نجات کی امید ہے ورنہ نہیں۔ ''بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاؤ'' کہنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ بڑھا چڑھا کر نہ ہو تو سود جائز ہے' یہ قید ممانعت و حرمت کے لیے بطور شرط نہیں ہے بلکہ اس وقت سود کی جو صورت عام تھی اس کا بیان ہے۔ زمانہ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ جب قرض مع سود کی ادائیگی کا وقت آ جاتا اور قرض دار کے لیے اس کی ادائیگی ممکن نہ ہوتی تو مزید مہلت دے دیتے مگر اس کے ساتھ سود میں بھی اضافہ کر دیتے تھے۔ قرآن کریم نے یہاں اسی صورت کو بیان کیا ہے۔ ورنہ سود مطلق حرام ہے خواہ کم ہو یا زیادہ' مفرد ہو یا مرکب۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْٓ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ﴾ (آل عمران:۱۳۱)

''اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''

اس میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ اگر اللہ سے نہیں ڈرے اور سود خوری سے باز نہیں آئے تو یہ فعلِ حرام تمھیں کفر تک پہنچا سکتا ہے اور تمہارے لیے بھی جہنم کی وہی آگ ہوگی جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ اس میں سود خوروں کے لیے بڑی شدید وعید ہے اسی واسطے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ قرآن کریم کی سب سے زیادہ خوفناک آیت ہے' کیونکہ اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سود خوروں کو (خواہ مسلمان ہی کیوں نہ ہوں) یہ تنبیہ کی ہے کہ اگر تم سود خوری سے باز نہیں آتے تو اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ (عمدۃ القاری:۱۱/۲۰۰)

آپ غور فرمائیں کہ شریعت اسلامیہ کی نظر میں سود کتنا بڑا جرم ہے کہ سود خور اور کافر دونوں عذاب میں برابر ہوں گے اور سود خور کو بھی وہی سزا دی جائے گی اور اسی آگ میں داخل کیا جائے گا جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے اور جس میں کافروں کو داخل کیا جائے گا۔

برادرانِ اسلام! رسول اللہ ﷺ ایک حدیث میں فرماتے ہیں:

((دِرْهَمُ رِبًا يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ أَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَّثَلَاثِيْنَ زَنْيَةً))[1]

(انظر مجمع الزوائد: ٤/٢١٧' مشكاة المصابيح: بتحقيق الالباني ٢/٨٥٩)

''جو آدمی سود کا ایک درہم جانتے بوجھتے ہوئے کھالے اس کا گناہ چھتیس زنا سے بھی زیادہ شدید ہے۔''

درہم چاندی کا ہوتا ہے' دوسو درہم میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور دوسو درہم کے ساڑھے باون تولہ ہوتے ہیں۔ چار درہم کا تقریباً ایک تولہ بنے گا اور ایک درہم یعنی

---

[1] رواه احمد والطبراني' وقال الهيثمي: رجال احمد رجال الصحيح وقال الالباني: اسناده صحيح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگ بھگ ۴/۱ تولہ۔ اس حدیث کی روشنی میں جو ۴/۱ تولہ کے قریب سود کھائے گا اس کا گناہ چھتیس زنا سے بڑھ کر ہوگا۔ زنا کی قباحت تو آپ حضرات اچھی طرح جانتے ہیں' زنا جس قدر قبیح اور شنیع فعل ہے اور اس کے سماجی و معاشرتی نقصانات جس قدر ہیں اس سے آپ اچھی طرح واقف ہیں اس وقت بس اتنا جان لیجئے کہ شریعت کی نگاہ میں زنا کی قباحت اس قدر شدید ہے کہ اگر ایک کنوارے لڑکے یا کنواری لڑکی سے زنا کا ارتکاب ہو تو اس کی سزا شریعت اسلامیہ میں سو (۱۰۰) کوڑے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کرنا ہے' لیکن اگر یہ جرم کسی شادی شدہ شخص سے صادر ہو اور اس کی اپنے زوج (بیوی یا شوہر) سے ملاقات ہو چکی ہو تو اس کی سزا رجم ہے' یعنی اگر اس کا زنا چار گواہوں کی شہادت یا اس کے اقرار سے ثابت ہو جائے تو پھر اس کو میدان میں لے جا کر پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے۔ یہ ہے زنا کی سزا اور اس کی قباحت' سود کے ایک درہم کے کھانے کی قباحت اور گناہ ایسے چھتیس زنا سے شدید ہے تو پھر سود خوری کی قباحت و حرمت کتنی شدید ہے آپ خود سمجھ سکتے ہیں۔ بہر حال سود کا مسئلہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے یہ بڑی اہمیت کا حامل مسئلہ ہے۔

بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ آپ لوگ سود کے مسئلہ پر اتنا زور دیتے ہیں حالانکہ اب تو سود کے بغیر دنیا کا کوئی کاروبار چل ہی نہیں سکتا اور اس کے بغیر مسلمان ترقی کر ہی نہیں سکتے۔ میں کہتا ہوں اگر ہم مسلمان صدق دل سے چاہیں تو سود کے بغیر ہمارے سارے کاروبار چل سکتے ہیں' مسلمانوں نے خیر القرون سے لے کر کئی صدیوں تک دنیا میں حکمرانی کی ہے' بہت سے ممالک فتح کیے' ان کا سارا نظام چلایا' اقتصادیات اور دیگر شعبہ ہائے زندگی میں ایسی ترقی کی کہ اس کی مثال ملنی مشکل ہے اور یہ ساری ترقی انھوں نے سودی نظام اور سودی کاروبار کے بغیر کی۔ اور آج بھی غیر سودی بینکوں کا نظام کیسے چلے گا اس کو ہمارے علمائے کرام نے اچھی طرح بیان کیا ہے اور اس موضوع پر کئی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی اور ڈاکٹر فضل الٰہی وغیرہ کی اس موضوع پر کئی کتابیں پڑھیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ زعم باطل اور یہ دعویٰ سراسر غلط ہے کہ سود

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بغیر کوئی کاروبار نہیں چل سکتا۔ اور سودی کاروبار کے بغیر ہم ترقی نہیں کر سکتے۔ یہ سودی نظام تو ملعون یہودیوں کا رواج دیا ہوا ہے ورنہ یہ تمام ادیان سماویہ میں حرام ہے۔ یہودیوں پر ان کے مذہب میں سود حرام تھا مگر اپنی شرارت سے وہ باز نہیں آئے اور سود خوری شروع کر دی اور اس جرم کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے بہت سی پاکیزہ اور نفیس چیزیں جو ان کے لیے حلال تھیں ان کے اوپر حرام کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا۝ وَّ اَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾

(النساء: ۱۶۰۔۱۶۱)

”یہودیوں پر جو نفیس چیزیں حلال تھیں وہ ہم نے ان پر حرام کر دیں ان کے ظلم کے باعث اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے اکثر لوگوں کو روکنے کے باعث اور سود جس سے منع کیے گئے تھے اسے لینے کے باعث اور لوگوں کا مال ناحق کھانے کے باعث اور ان میں جو کافر ہیں ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

انجیل لوقا فصل ثانی میں دیکھیے آج بھی یہ موجود ہے:

”اِذَا أَقْرَضْتُمْ لِمَنْ تَنْتَظِرُوْنَ مِنْهُ الْمُكَافَأَةَ فَاَيُّ فَضْلٍ يُعْرَفُ لَكُمْ؟ وَلٰكِنْ اِفْعَلُوا الْخَيْرَاتِ وَأَقْرِضُوْا غَيْرَ مُنْتَظِرِيْنَ عَائِدَتَهَا، وَاِذَنْ يَكُوْنُ ثَوَابُكُمْ جَزِيْلًا“

”اگر تم نے ایسے شخص کو قرض دیا جس سے فائدہ اور بدلے کا تمھیں انتظار ہے تو تمھاری کون سی فضیلت جانی جائے گی؟ نیکیاں کرو اور قرض اس کے نفع (سود) کا انتظار کیے بغیر دو تب تمھیں اجر جزیل ملے گا۔“

اور مشہور عیسائی عالم سکوبار کا قول ہے:

”اِنَّ مَنْ يَقُوْلُ اِنَّ الرِّبَا لَيْسَتْ بِمَعْصِيَةٍ يُعَدُّ مُلْحِدًا خَارِجًا مِنَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الدِّیْنِ"

"جو یہ کہے کہ سود معصیت نہیں ہے اسے ملحد اور دین سے خارج شمار کیا جائے گا۔"

اور فادر بونی کا قول ہے:

"اِنَّ الْمُرَابِیْنَ یَفْقِدُوْنَ شَرَفَھُمْ فِیْ الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا وَلَیْسُوْا اَھْلًا لِلتَّکْفِیْنِ بَعْدَ مَوْتِھِمْ"

"سود خوروں کا دنیاوی زندگی میں کوئی شرف اور مقام نہیں اور مرنے کے بعد یہ تکفین کے اہل نہیں انھیں بغیر کفن کے گاڑھ دینا چاہیے۔"

علامہ سید سابق نے تو تمام اہل کنیسہ کا اس کی حرمت پر اتفاق نقل کیا ہے' وہ فرماتے ہیں:

"واتَّفَقَتْ کَلِمَۃُ رِجَالِ الْکَنِیْسَۃِ عَلٰی تَحْرِیْمِ الرِّبَا تَحْرِیْمًا قَاطِعًا))

"کنیسہ کے پادریوں اور عالموں کا سود کی قطعی حرمت پر اتفاق ہے۔"[1]

بہر حال سود کی حرمت' مذمت اور قباحت پر تمام ادیان سماویہ کا اتفاق ہے' مگر ملحدوں' دین کے دشمنوں اور شیطان کے ایجنٹوں نے اسے رائج کر رکھا ہے اور یہ دعویٰ بھی کر رہے ہیں کہ اس کے بغیر کوئی ترقی نہیں کر سکتا۔

مسلمانو! اچھی طرح کان لگا کر سن لو یہ دعویٰ بالکل باطل ہے' سود سے تمھاری ترقی کبھی نہیں ہوگی' یہ سودی کاروبار اور سود خور تباہ و برباد ہوں گے۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا اعلان ہے' وہ صاف طور پر فرماتا ہے:

﴿یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَ یُرْبِی الصَّدَقٰتِ وَ اللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیْمٍ﴾ (البقرۃ:۲۷۶)

"اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے اور گنہگار سے محبت نہیں کرتا۔"

---

[1] انظر فقہ السنۃ: ۳/۱۳۰۔۱۳۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آج بہت سے لوگ ان سودی کاروبار کرنے والوں کو بہت مالدار اور کامیاب سمجھتے ہیں، مگر ان کے قریب جائیے اور حقیقت کا پتہ لگائیے تب معلوم ہوگا کہ یہ اندر سے کتنے فقیر، مفلس اور پریشان حال ہیں اور ان کی زندگی سکون و راحت سے کس قدر خالی ہے۔ سود میں بظاہر بڑھوتری نظر آتی ہے لیکن معنوی اور انجام کے اعتبار سے سودی رقم ہلاکت و بربادی ہی کا باعث بنتی ہے۔ اس حقیقت کا اقرار اور اعتراف اب یورپی ماہرین اقتصادیات بھی کرنے لگے ہیں۔ (دیکھئے قرآن کریم معہ ترجمہ وتفسیر شائع کردہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس: ص ۱۲۲)

برادرانِ اسلام! سودی کاروبار اس قدر مبغوض اور ناپسندیدہ ہے کہ اس سے تعاون کرنے والے تمام لوگوں پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهُ كَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ'' (رواہ مسلم فی صحیح: ۱۱/ ۲۶ مع النووی) ''رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجی سود کھانے والے پر، سود کھلانے والے پر، سودی کاروبار کے لکھنے والے پر اور اس کے دونوں گواہوں پر۔''

غور فرمائیے کہ کسی پر رسول اللہ ﷺ کا لعنت بھیجنا اور اس کا اللہ کی رحمت سے دور ہونا کتنی بڑی بات ہے، جو شخص اللہ کی رحمت سے دور ہوگا آخر اس کو ٹھکانہ کہاں ملے گا؟ ظاہر ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

معزز حاضرین! رسول اللہ ﷺ جب کسی کافر قوم سے معاہدہ کرتے تھے، صلح فرماتے تھے تو صلح کرتے وقت یہ شرط بھی رکھتے تھے کہ تم لوگ سود خوری نہیں کرو گے، سودی کاروبار نہیں کرو گے اور اگر معاہدہ کے بعد تم لوگوں نے سود خوری کی تو ہمارا یہ معاہدہ ختم ہو جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ جب صلح کی تو اس معاہدے میں باقاعدہ یہ بھی لکھا گیا کہ اگر تم لوگوں نے کسی شرط کی مخالفت کی یا سود خوری کی تو یہ معاہدۂ صلح برقرار نہیں رہے گا۔ (سنن ابی داؤد، باب فی اخذ الجزیۃ، حدیث ۳۰۲۵) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل نجران سے دو ہزار حلہ سالانہ پر صلح کی اور یہ طے کیا کہ وہ آدھا ماہ صفر میں اور آدھا رجب میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کو دیں گے' اور یہ صلح اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک کہ وہ کسی شرط کی مخالفت یا سود خوری نہ کریں گے۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اہل نجران کا یہ عہد نامہ پڑھا ہے' اس میں ہے: ((إِنْ أَكَلْتُمُ الرِّبَا فَلَا صُلْحَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يُصَالِحُ مَنْ يَأْكُلُ الرِّبَا))[1]

''اگر تم لوگوں نے سود خوری کی تو ہماری اور تمھاری صلح باقی نہیں رہ جائے گی اور رسول اللہ ﷺ سود خوروں سے مصالحت نہیں فرماتے تھے۔''

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ان لوگوں نے اس معاہدے کی پابندی کی اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد یہ لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور معاہدے کی تجدید کرنی چاہی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تجدید کر دی۔ ان کے عہد خلافت میں بھی انھوں نے اس معاہدے پر عمل کیا اور اس کی پابندی کی' لیکن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ان لوگوں نے اس کی خلاف ورزی کی اور سودی کاروبار کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صلح نامہ کی شرائط کی تنفید کرتے ہوئے انھیں جلا وطن کر دیا۔ ابو الملیح الھذلی فرماتے ہیں: ''فَلَمَّا وَلِيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَصَابُوْ الرِّبَا فِيْ زَمَانِهِ فَأَجْلَاهُمْ عُمَرُ''[2] ''جب حضرت عمر بن خطاب والی ہوئے تو ان کے زمانے میں انھوں (اہل نجران) نے سود خوری کا ارتکاب کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں جلا وطن کر دیا۔''

اس سے آپ لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ سود کا معاملہ کتنا خطرناک اور اہمیت کا حامل ہے اور اس کی حرمت و قباحت کتنی شدید ہے کہ اسلامی مملکت میں کسی کافر کو بھی اس کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ سودی لین دین اور سودی کاروبار کرے۔

برادران اسلام! دنیا کے علاوہ آخرت میں بھی سود خوروں کے لیے بڑی دردناک سزائیں ہیں' ان کی ایک سزا تو یہ ہے کہ قیامت کے دن جب یہ اٹھیں گے تو ایسے بدحواس ہوں گے جیسے انھیں شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1] دیکھیے مصنف ابن ابی شیبہ: ۶/۵۶۲۔

[2] کتاب الاموال: ص ۲۴۵/۵۰۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿اَلَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَ اَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

(البقرۃ:۲۷۵)

''سود خور لوگ نہیں کھڑے ہوں گے مگر اس طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خبطی بنا دے' یہ اس لیے کہ کہا کرتے تھے کہ تجارت بھی تو سود ہی کی طرح ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام' جو شخص اپنے پاس آئی ہوئی اللہ کی نصیحت سن کر رک گیا اس کے لیے وہ ہے جو گزرا اور اس کا معاملہ اللہ کی طرف ہے اور جو پھر دوبارہ (حرام کی طرف) لوٹا وہ جہنمی ہے' ایسے لوگ ہمیشہ ہی اس میں رہیں گے۔''

ان کی دوسری سزا یہ ہے کہ انھیں خون کی نہر میں کھڑا کیا جائے گا اور جب وہ کنارے پر آنے کی کوشش کریں گے تو ان کے منہ پر پتھر مار مار کر انھیں پھر نہر کے بیچ میں پہنچا دیا جائے گا۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی روایت ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات میں نے خواب میں دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھے مقدس سرزمین کی طرف لے گئے پھر دونوں چلتے رہے یہاں تک کہ ہم لوگ خون کی ایک نہر پر پہنچے' اس نہر کے بیچ میں ایک شخص کھڑا تھا اور نہر کے کنارے ایک شخص تھا جس کے سامنے پتھر تھے۔ نہر میں کھڑا ہوا شخص جب باہر نکلنے کے لیے کنارے کی طرف بڑھتا تو کنارے پر کھڑا ہوا شخص اس کے منہ پر پتھر مارتا اور اسے اپنی پرانی جگہ پر واپس کر دیتا جہاں وہ پہلے کھڑا تھا اور جب بھی وہ کنارے آنے کی کوشش کرتا کنارے پر کھڑا شخص اس کے ساتھ یہی سلوک کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھی (حضرت جبرائیل علیہ السلام) سے پوچھا یہ کون شخص ہے؟ انھوں نے فرمایا یہ شخص جسے آپ نے خون میں کھڑا دیکھا ہے یہ سود خور ہے جو دنیا میں سود کھایا کرتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ آج اس کے اس جرم کی یہ سزا دی جاری ہے۔

ان کی تیسری سزا یہ ہے کہ قیامت کے دن ان کے پیٹ گھروں کی طرح بڑے بنا دیئے جائیں گے اور ان میں سانپ بھر دیئے جائیں گے جو باہر سے نظر آئیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''معراج کی رات میرا گزر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوا جن کے پیٹ گھروں کی طرح بڑے بڑے تھے اور ان کے اندر سانپ بھرے ہوئے تھے جو باہر سے ہی نظر آ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے فرمایا: یہ سود خور لوگ ہیں جن کو یہ سزا دی گئی ہے۔''

معزز حاضرین! یہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ جو سود کی حرمت و قباحت پر دلالت کرتی ہیں اگر آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ان سب میں عموم پایا جاتا ہے' اور ان میں جو سود کی حرمت و مذمت اور سود کھانے والوں کے لیے وعیدیں ہیں وہ تمام سود خوروں کے لیے ہیں' خواہ دارالسلام میں رہتے ہوں یا دار الحرب میں اور خواہ وہ کسی کافر سے سود لیں یا کسی مسلمان سے' ان میں کوئی استثناء اور تخصیص نہیں ہے بلکہ سب کے لیے عام ہیں۔ اسی لیے جمہور آئمہ کرام (امام مالک' امام شافعی' امام احمد بن حنبل' امام ابو یوسف اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ) کی رائے یہی ہے کہ سود ہر ملک میں اور ہر جگہ حرام ہے اور کہیں بھی اور کسی سے بھی سود لینے کی اجازت نہیں۔ صرف امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت ایسی آتی ہے کہ اگر کوئی مسلمان دار الاسلام میں رہتا ہے اور وہاں سے وہ امان اور اجازت لے کر دار الحرب میں جائے (عصر حاضر کی اصطلاح میں وہ پاسپورٹ اور ویزے لے کر جائے) اور پھر وہاں کسی حربی کافر سے سود لے لے تو اس کی گنجائش و اجازت ہے۔ یہ قول امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما سے مروی ہے' لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ان دونوں حضرات سے اختلاف کیا ہے اور جمہور ائمہ کرام کی طرح وہ بھی کہتے ہیں کہ سود لینا یا دینا کہیں بھی جائز نہیں ہے' خواہ دار الاسلام ہو یا دار الحرب ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مرسل روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لَا رِبَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِيْ دَارِ الْحَرْبِ" "دارالحرب میں مسلمان اور حربی کافر کے درمیان سود نہیں ہے۔" اس کا مطلب امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھا کہ اگر کوئی مسلمان دارالحرب میں جا کر کسی حربی کافر سے سود لے لے تو یہ سود نہیں ہوگا بلکہ جائز نفع ہوگا اور دوسرے علمائے کرام نے اس کا مفہوم یہ بتایا کہ دارالحرب میں بھی مسلمان اور حربی کے درمیان سود جائز نہیں۔

یہ حدیث فقہ حنفی کی مشہور کتاب "الہدایۃ" میں موجود ہے۔ "الہدایۃ" کی حدیثوں کی تخریج علامہ زیلعی حنفی نے اپنی کتاب "نصب الراية لاحاديث الهداية" میں کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ یہ حدیثیں سند کے ساتھ حدیث کی کن کتابوں میں موجود ہیں۔ انھوں نے جب اس حدیث کی تخریج کی تو اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا "قُلْتُ: غَرِيْبٌ" میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث مجھے کہیں نہیں ملی۔ "غریب" امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ کی اصطلاح ہے، جب نصب الرایۃ میں کسی حدیث کے بارے میں وہ "غریب" کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انھیں یہ حدیث سند کے ساتھ کہیں نہیں ملی۔ پھر اس کے بعد وہ فرماتے ہیں: "امام بیہقی نے کتاب "المعرفۃ" میں کتاب السیر میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہمارے شیخ (امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) اس کے قائل اس واسطے ہیں کہ بعض مشائخ نے ہم سے مکحول سے روایت کی ہے اور انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حربی کافروں اور اہل اسلام میں سود نہیں ہے۔"

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وَهٰذَا لَيْسَ بِثَابِتٍ وَّلَا حُجَّةَ فِيْهِ" "یہ حدیث نہ تو ثابت ہے اور نہ اس میں کوئی حجت ہے۔"

امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ایک دوسرے حنفی عالم قاسم بن قطلوبغا آئے۔ انھوں نے ایک دوسری کتاب لکھی "بغية الالمعي في تخريج الزيلعي"۔ اس کتاب میں انھوں نے "الہدایۃ" کی ان حدیثوں کو "غریب کہا تھا۔ علامہ قاسم بن قطلوبغا نے ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیثوں کو مختلف کتابوں میں تلاش کر کے ان کی تخریج کی پوری کوشش کی ہے لیکن آپ اس کتاب میں باب الربوا۔ جس میں یہ حدیث الهدایۃ میں ہے' کو دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ ابن قطلوبغا نے بھی اُس کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے اور وہ بھی نہیں بتا سکے کہ یہ حدیث کہاں اور کس کتاب میں پائی جاتی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی بہت مشہور محدث ہیں' صحیح بخاری کی سب سے عظیم الشان شرح ''فتح الباری'' انھی کی تالیف ہے' انھوں نے بھی الهدایۃ کی حدیثوں کی تخریج کی ہے' ان کی کتاب کا نام ''الدرایۃ'' ہے۔ انھوں نے بھی جب اس حدیث کی تخریج کی تو اس کے مصدر کا پتہ نہیں لگا سکے اور فرمایا ''لَمْ اَجِدْهُ'' یہ حدیث مجھے کہیں نہیں ملی۔

امام نووی رحمۃ اللہ اپنی مشہور کتاب ''المجموع (۹/۳۹۱)'' میں فرماتے ہیں: ''یہ حدیث مرسل ضعیف ہے' اس واسطے اس میں حجت نہیں ہے اور اگر صحیح ہوتی تو اس کی یہ تاویل کی جاتی کہ دار الحرب میں سود جائز نہیں' تاکہ دلیلوں میں تطبیق ہو جائے۔''

علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''المغنی'' میں اس پر کلام کیا ہے' وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے' اس کی صحت معلوم نہیں اور احتمال ہے کہ اس سے مراد منع کرنا ہو' اس واسطے کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت حرام کو ایک مجہول شخص کی حدیث کی وجہ سے جو نہ صحیح میں وارد ہے نہ مسند میں اور نہ کسی معتبر کتاب میں' ترک کرنا جائز نہیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ دونوں کا قول ہے کہ جیسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ﴾ ''حج میں نہ تو جماع سے متعلق باتیں ہیں اور نہ ہی فسق و فجور کی باتیں ہیں اور نہ لڑائی جھگڑا ہے۔''

اور اس میں ''فَلَا رَفَثَ'' فرما کر ان چیزوں کی حرمت بتائی ہے اور ''فَلَا رَفَثَ'' کا معنی ''لَا يَحِلُّ الرَّفَثُ'' ''رفث جائز نہیں'' ہے اسی طرح ''لَا رِبَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِي دَارِ الْحَرْبِ'' کا معنی یہ ہوگا کہ مسلمان اور حربی کے درمیان سود جائز نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ معنی لیا جائے تو ان تمام آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ (جن میں مطلق سود کی حرمت ہے) اور مکحول کی حدیث کے درمیان جو بظاہر تعارض

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے وہ تعارض بھی ختم ہو جائے گا اور تمام حدیثیں ایک معنی کی ہو جائیں گی۔

معزز حاضرین! علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے تو یہ تاویل کی ہے' بہت سے انصاف پسند علماء احناف نے بھی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کو ترجیح دی ہے چنانچہ مولانا ابو الاعلیٰ مودودی' مولانا خالد سیف اللہ حیدر آبادی' مولانا سید عروج احمد قادری وغیرہ علماء کرام کی کتابیں پڑھیئے ان شہیدوں نے اور دیگر بہت سے محققین علماء واصناف نے امام ابو یوسفؒ اور جمہور علماء کے مذہب کو اختیار کیا ہے اس لیے کہ ان کی دلیلوں میں جو قوت ہے' امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل میں نہیں ہے' کیونکہ سود کی حرمت کے سلسلہ میں متعدد آیات قرآنیہ اور صحیح احادیث نبویہ ہیں' اور سب میں عموم ہے اور مکحول کی حدیث مرسل ضعیف ہے نیز ان آیات واحادیث کے معارض بھی ہے۔ البتہ کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ مکحول کی حدیث اگرچہ مرسل ہے مگر مکحول ثقہ ہیں اور ثقہ کی مرسل روایت مقبول ہوتی ہے' اس واسطے یہ حدیث مقبول ہو گی۔ لیکن جمہور علماء نے کہا کہ صحابہ کرام کے سوا کسی دوسرے راوی کی مرسل روایت ہو تو اس صورت میں حجت مانی جائے گی جب اس کی موید دوسری چیزیں پائی جاتی ہوں' مثلاً اسی معنی کی روایتیں دوسری سندوں سے مروی ہوں' خواہ مرسلاً یا مسنداً یا دوسری آیات واحادیث کے عموم سے اس کی تائید ہوتی ہو یا صحابہ کرام کا اس کے مطابق فتویٰ ہو یا اکثر علماء کرام کا اس طرح فتویٰ ہو اور یہاں اس کی تائید میں اس طرح کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ مرسل روایت قران کریم کی آیات اور احادیث صحیحہ کے عموم کے خلاف بھی ہے' اس لیے اس مرسل روایت کو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے عموم کے خلاف قبول نہیں کیا جائے گا۔ حنفیہ کے یہاں تو اگر قرآن کے عموم کے خلاف خبر واحد بھی ہو تو اس کو حجت نہیں مانیں گے' صحیح سند سے وارد ہو تو بھی اسے قرآن کے عموم کے خلاف قبول نہیں کیا جائے گا بلکہ قرآن کے عموم کو لیں گے۔ اب آپ حضرات غور فرمائیں کہ جب خبر واحد جو صحیح سند سے ثابت ہو' قرآن کے عموم کے خلاف ہو تو اس کو حجت نہیں مانیں گے تو پھر یہ مرسل اور ضعیف روایت کیسے حجت ہو گی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کتاب وسنت کے عموم کو چھوڑ کر اس کو کیسے قبول کریں گے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں یہ ہرگز حجت نہیں ہوگی۔

اسی طرح ان لوگوں کی دو تین دلیلیں اور ہیں جو صحیح اور قابل حجت نہیں ہیں اور الحمد للہ بہت سے انصاف پسند علماء احناف نے بھی ان دلیلوں کا جائزہ لے کر اعتراف کیا ہے کہ یہ دلیلیں کمزور ہیں اور راجح امام ابو یوسف اور جمہور ائمہ کرام کا قول ہے' اس لیے ہم تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ سودی کاروبار سے اجتناب کریں' تمام علماء محققین کا ہندوستان میں اس کی حرمت پر اتفاق ہے۔ چند علماء جنھوں نے اس مسئلہ کی اچھی طرح تحقیق نہیں کی ہے' جنہیں رسوخ فی العلم حاصل نہیں ہے وہی کہتے ہیں کہ ہندوستان دار الحرب ہے اور یہاں سود لینا جائز ہے مگر ایک تو جیسا کہ ابھی بتایا کہ دار الحرب میں حربی کافر سے سود لینے کے جواز کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے۔ دوسرے کیا ہندوستان فی الحال دار الحرب ہے یا نہیں یہ خود ایک قابل غور مسئلہ ہے۔

شاید آپ لوگوں کو معلوم ہوگا کہ دار کی تین قسمیں ہیں:

(۱) دار الاسلام یعنی وہ اسلامی مملکت جہاں پر مسلمانوں کا غلبہ ہو' حکومت ان کے ہاتھ میں ہو اور اسلامی شعائر کو عام کرنے اور اسلامی احکام پر عمل کرنے کی انھیں پوری اجازت ہو بلکہ بعض لوگوں نے تو یہ شرط بھی رکھی ہے کہ وہاں اسلامی قوانین بھی نافذ ہوں۔

(۲) دوسرا دار الحرب جہاں کفار کا غلبہ ہو اور وہ مسلمانوں اور اسلامی حکومت کے خلاف برسر پیکار ہوں' وہاں مسلمانوں کو اپنے عقیدے اور دین وشریعت پر عمل کرنے اور ان کی نشر واشاعت کی اجازت نہ ہو۔

(۳) تیسرا دار الامن والسلم' جہاں پر اکثریت غیر مسلموں کی تو ہو لیکن مسلمانوں کے ساتھ ان کی مصالحت ہو' دونوں کو برابر حقوق حاصل ہوں اور ہر ایک کو اپنے دین وعقیدہ کی تبلیغ کرنے اور اپنے مذہب پر عمل کرنے کی اجازت ہو۔ فی الحال ہندوستان کو محققین علماء کرام نے دار الحرب قرار نہیں دیا ہے کیونکہ یہاں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کو مساوی حقوق حاصل ہیں۔ قانونی طور پر وہ ووٹ دینے، حکومت میں حصہ لینے اور اپنے مذہب پر عمل کرنے کا حق رکھتے ہیں، وہ یہاں پر نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، حج کرنے جاتے ہیں اور بہت سارے امور شرعیہ پر عمل کرتے ہیں۔ انھیں مساجد و مدارس کے بنانے اور اپنے دین کی تبلیغ کرنے کا حق ہے۔ کچھ چیزیں ضرور ایسی ہیں جنھیں وہ نہیں کر سکتے، جیسے حدود و قصاص وغیرہ کی تنفیذ، لیکن اکثر و بیشتر احکامات پر عمل کرنے کی اجازت ہے اور پھر حدود وغیرہ کی تنفیذ تو پاکستان وغیرہ بہت سے مسلم ممالک میں بھی نہیں ہے۔ اس لیے ہم ہندوستانی مسلمانوں کے لیے ہندوستان دار الحرب نہیں ہے اور جب دار الحرب نہیں ہے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے قول کو ہی لیجیے تو بھی یہاں سود لینا جائز نہیں۔ بہر حال ہندوستان میں مسلمانوں کے لیے سودی کاروبار کرنا اور سود لینا و دینا جائز نہیں ہے، اس میں جو قباحتیں اور مضرتیں ہیں اس کا جو گناہ ہے اور اس کی وجہ سے آخرت میں جو عذاب ہوگا اس کا ایک اجمالی خاکہ ہم نے آپ کے سامنے پیش کر دیا جس سے آپ اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ سود کا لینا، دینا اور سودی کاروبار کرنا کہیں بھی جائز نہیں ہے۔

آخر میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم تمام مسلمانوں کو اس عظیم گناہ سے دور رکھے اور صحیح اور جائز طریقے سے رزق حلال حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے لیے سہولت اور آسانیاں مہیا فرمائے۔ (آمین!)

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين وصلى الله وسلم على سيد المرسلين وعلى آله وأصحابه أجمعين.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوالات و جوابات

سوالات و جوابات کا یہ پروگرام ۲۰ جون ۱۹۹۷ء کو خطاب عام کے بعد ہوا اور اب کیسٹ سے نقل کر کے اور کچھ ترامیم و اصلاح کے بعد انھیں آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے

سوال: ایسے لوگ جو مسلمان ہیں اور ان کا کاروبار بالکل واضح طور پر سودی ہے' ایسے لوگوں کے یہاں دعوت کھانا اور ان کا تحفہ قبول کرنا کیسا ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

جواب: جن لوگوں کی کمائی کے بارے میں مکمل یقین ہو کہ وہ سودی کاروبار کے ذریعے یا کسی اور حرام ذریعہ سے حاصل کی ہوئی ہے ایسے لوگوں کا نہ ہدیہ' تحفہ قبول کرنا چاہیے اور نہ ایسے لوگوں کی دعوت کھانی چاہیے البتہ اگر کوئی شخص ایسا ہے جس کے یہاں کچھ سودی کاروبار بھی ہے اور دوسرے ذرائع سے بھی آمدنی ہوتی ہے مگر اس کی غالب آمدنی حلال ذرائع کی ہے تو ایسی صورت میں اگر وہ دعوت دے تو سب سے پہلے یہ ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اس کی دعوت میں اگر ہم شرکت کرتے ہیں اور وہاں جا کر ہم اس کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ ہماری بات کو سنے گا اور ہماری نصیحت پر توجہ دے گا کہ نہیں؟ اگر اس سے امید ہو کہ ہم وہاں جانے کے بعد اس کو کچھ سمجھا سکتے ہیں نصیحت کر سکتے ہیں اور وہ ہماری بات کو سنے گا تو ایسی صورت میں اس کے ہاں جانا چاہیے اور نصیحت اور دعوت و تبلیغ کا کام کرنا چاہیے اور اگر اس کی امید نہیں ہے تو ایسی صورت میں اس کو اختیار ہے کیونکہ اس کی اکثر آمدنی حلال کی ہے تو حلال کھانے کی زیادہ امید ہے اور حرام کھانے کا احتمال مرجوح اور کم ہے۔ پھر بھی بہتر یہ ہے کہ وہ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں شرکت نہ کرے خاص طور سے اگر وہ (دعوت قبول کرنے والا) ایسا شخص ہے جس کی مسلم معاشرے کے اندر ایک دینی حیثیت مانی جاتی ہے اور اس کے جانے سے سودی کاروبار کو اور اس شخص کو تقویت ملتی ہو اور لوگ یہ کہنے لگیں کہ دیکھو! فلاں مولانا صاحب یا فلاں مفتی صاحب یا فلاں حاجی صاحب بھی گئے اور اس کے یہاں کھانا کھایا' اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کا کاروبار حرام نہیں ہے تو ایسی صورت میں اس کے ہاں ہرگز نہیں جانا چاہیے اور اس کی دعوت قبول کرنے اور ہدیہ' تحفہ قبول کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے تاکہ اس سے اس کے اس غلط اور ناجائز عمل کی تائید نہ ہو اور اگر اس کی غالب آمدنی سود کی یا کسی اور حرام ذریعہ کی ہے تو بھی اس کی دعوت قبول نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ایسی صورت میں حرام کھانے کا احتمال قوی ہے۔

سوال: (۲) کچھ لوگ بینک میں ایک مقررہ رقم رکھ کر مثلاً پچاس ہزار یا لاکھ' دو لاکھ رکھ کر ہر ماہ اس رقم پر پانچ ہزار یا دس ہزار روپے لیتے ہیں اور اس کا جواز یہ بتاتے ہیں کہ بینک ہمارے روپے سے کاروبار کرتا ہے اس واسطے ہمارے لیے ہر ماہ یہ رقم لینی جائز ہے جبکہ اصل رقم جو کہ جمع کی گئی ہے وہ جوں کی توں قائم رہتی ہے اور مقررہ مدت کے بعد وہ تمام رقم جو کہ جمع کی گئی تھی واپس مل جاتی ہے تو کیا شرعی اعتبار سے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں ہے؟

جواب: ایسا کرنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ اس رقم پر وہ ہر ماہ جو پانچ یا دس ہزار روپے لیتا ہے وہ شرعی نقطہ نظر سے سود ہے۔ گویا اس نے ایک رقم دی ہے اور ماہانہ یا سالانہ اس رقم پر جو سود ملتا ہے اس کو لے کر وہ استعمال کرتا ہے تو یہ شرعی نقطہ نظر سے سود خوری ہوئی اور یہ جائز نہیں ہے۔

سوال: ایک شخص مختلف سامان مثلاً پنکھا' گھڑی' کولر اور سائیکل وغیرہ قسط وار فروخت کرتا ہے' مثلاً جو سائیکل بازار میں بارہ سو روپے میں ملتی ہے وہ شخص اس سائیکل کو چودہ سو روپے میں بیچتا ہے اور روپے کی ادائیگی کا یہ طریقہ ہے کہ وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچ سو روپے اول وقت لیتا ہے اور اس کے بعد پچاس روپے ہفتہ وار بھرنا پڑتا ہے تو کیا یہ طریقہ شرعی اعتبار سے درست ہے؟ کیا ہم دوسو روپے زائد دے کر اس سے سائیکل خرید سکتے ہیں؟

جواب: اگر پہلے سے وہ بتا دیتا ہے کہ اس سائیکل کی قیمت چودہ سو روپے ہے اور اس میں سے پانچ سو روپے پہلی قسط میں جمع کروانا پڑیں گے' اس کے بعد پچاس روپے یا سو روپے ہر ماہ یا ہر ہفتہ جمع کروانا پڑیں گے اور اسی پر دونوں فریق متفق ہو جاتے ہیں اور بات طے کر لیتے ہیں تو بیع و شراء کا یہ طریقہ جائز ہے اور اس میں کوئی قباحت یا حرمت کی بات نہیں ہے۔ اس واسطے کہ ادھار سامان کا بیچنا جائز ہے۔ یہاں اس نے ادھار بیچا ہے اور اس کی قیمت پہلے سے مقرر کر دی ہے اور اس کے ادا کرنے کا طریقہ بھی طے ہو گیا ہے' رہا ادھار کی صورت میں قیمت میں اضافہ کا مسئلہ تو آپ نقد بیچنے کی صورت میں بھی دیکھتے ہیں کہ تاجر حضرات مختلف گاہکوں سے کم و بیش قیمت پر سامان بیچتے رہتے ہیں' ایک تاجر ایک سامان یا ایک چیز نقد بیچتا ہے اور ایک گاہک کو پچاس روپے میں دیتا ہے' پھر دوسرا گاہک آتا ہے تو وہی سامان اس کو پچپن روپے میں دیتا ہے اور تیسرے کو ساٹھ روپے میں دیتا ہے تو جیسے نقد بیچنے میں کمی بیشی کر سکتے ہیں ادھار بیچنے میں بھی کمی بیشی ہو سکتی ہے' بس شرط یہ ہے کہ پہلے سے ہی طے ہونا چاہیے کہ یہ ادھار ہے اور اس کی قیمت اتنی ہے' یہ نہ ہو کہ بیچنے والا کہے کہ نقد لو گے تو یہ سامان بارہ سو میں دیں گے اور ادھار لو گے تو چودہ سو میں اور اس کی ادائیگی کی یہ شکل ہو گی۔ اور خریدار اس وقت کچھ نہ طے کرے اور سامان لے کر چلا جائے۔ یہ شکل جائز نہیں' اس لیے کہ اس کے بعد اگر وہ بارہ سو روپے دینے کے لیے جائے گا تو ممکن ہے تاجر کہے کہ ہم نے تو آپ کو ادھار سمجھ کر دیا ہے اور خریدار کہے کہ نہیں ہم نے تو نقد سمجھ کر لیا ہے۔ آپ یہ روپیہ لیجئے اور حساب صاف۔ اس کے بعد دونوں میں جھگڑا ہو' اس واسطے پہلے ہی سے تمام باتیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واضح طور سے طے ہو جانی چاہئیں کہ نقد ہے یا ادھار' دونوں صورتوں میں کیا قیمت ہے' ادھار کی شکل میں کب تک اور کس طرح قیمت ادا کرنا ہے تاکہ بعد میں کوئی نزاع اور اختلاف اس کی بنا پر نہ ہو۔

سوال: ایکسپورٹ کرنا میرا کاروبار نہیں ہے اور میں اپنے مال کو ایکسپورٹ بھی نہیں کر سکتا' میرے پاس اتنی استطاعت نہیں ہے' اس کے باوجود میں ایکسپورٹ لائسنس بنا کر یہ لائسنس دوسرے کو معاوضہ لے کر دیتا ہوں۔ یہ درست ہے یا نہیں؟ آج کل یہ ایک کاروبار بن گیا ہے۔

جواب: آپ جب کسی چیز کی ایکسپورٹ کے لیے لائسنس بنواتے ہیں تو دیکھیے اگر آپ نے کسی خاص چیز کے لیے لائسنس اس طرح بنوایا ہے کہ ہم اس کو ایکسپورٹ کریں گے جبکہ آپ خود یہ کاروبار نہیں کرتے ہیں اور نہ اس مال کے ایکسپورٹ کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں تو جب آپ کو اس کی استطاعت نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ آپ نے لائسنس بنواتے وقت ہی غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ اس طرح ابتدا اور اصل ہی سے یہ معاملہ غلط ہو گیا اور جب اصل ہی سے غلط ہے تو آگے بھی معاملہ غلط ہوگا۔

سوال: (۵) آپ نے جو بیان کیا ہے کہ سودی کاروبار کرنا اور سود لینا' دینا جائز نہیں تو بینک سے دوسرے کاروبار کرنا درست ہیں یا نہیں؟

جواب: بینک کے سلسلے میں انسان کچھ چیزوں میں مجبور ہوتا ہے' مثال کے طور پر کبھی اپنی رقم کی حفاظت کے لیے اسے بینک میں رقم جمع کرنی پڑتی ہے لیکن اس پر وہ سود نہیں لیتا ہے تو یہ اس سے ایک تعلق قائم کرنا ہوا مگر یہ مجبوری کی صورت میں ہے اور وہ سود نہیں لیتا تو ایسی صورت میں بوجہ مجبوری اس کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ ویسے میں اس معاملے میں بھی مسلمانوں سے یہ کہتا ہوں کہ ہماری اس بارے میں کوتاہی ہے۔ ہم کو ایسے ادارے' ایسے بینک قائم کرنے چاہیے جو اسلامی طرز پر چلائے جائیں اور جن میں سودی کاروبار سرے سے ہوں ہی نہیں'

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان جو غیر سودی بینک قائم نہیں کرتے اور ان سودی اداروں میں اپنی رقمیں جمع کرتے ہیں۔ اس طرح سے ان کے ساتھ تعاون ہوتا ہے۔ اس میں بھی میں سمجھتا ہوں کہ مسلمان اجتماعی طور پر گناہ گار ہیں۔ اس واسطے کہ وہ اس کے لیے اجتماعی طور سے جدوجہد نہیں کرتے ہیں۔ کوئی ایسا اگر بوجہ مجبوری کرتا ہے تو کچھ گنجائش نکلتی ہے' ہاں حفاظت کے دوسرے طریقے اور وسائل ہوں تو پھر انہی کو استعمال کرنا چاہیے اور حتی الامکان سودی بینک میں جمع کرنے سے بچنا چاہیے۔

سوال: (۶) جس طرح آپ نے قرآن کی ساری آیتیں سود کے متعلق پیش کی ہیں اسی طرح سنگسار کرنے کی ایک آیت قرآن میں سے پڑھ کر پیش کر دیں بڑی مہربانی ہوگی۔

جواب: ایسا لگتا ہے یہ سوال کرنے والے صاحب خالص قرآنی ہیں یعنی ان کو حدیث نبوی ﷺ سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ دوسرے لفظوں میں صاف صاف کہہ لیجیے کہ یہ منکرین حدیث میں سے ہیں' اسی واسطے یہ صرف قرآن کی حجت مانگتے ہیں جب کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ)) "دیکھو میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں جب تک تم ان دونوں چیزوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تب تک تم گمراہ نہیں ہوگے اور وہ دونوں چیزیں کتاب اللہ اور میری سنت ہیں۔" اس لیے اگر آپ کو صراحتاً کتاب اللہ میں رجم اور سنگساری کا حکم نہیں ملتا ہے اور سنتِ رسولؐ اور احادیث نبویہؐ میں صحیح سند سے مل جاتا ہے تو اگر آپ واقعی مسلمان اور محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی ہیں تو آپ کو اسے مان لینا چاہیے' غامدیہ کا واقعہ اور اس طریقے کے بعض دوسرے واقعات جن میں رسول اللہ ﷺ کے دور میں رجم کی سزا دی گئی ہے' وہ حدیث کی کتابوں میں صاف طور سے اور صحیح سند سے موجود ہیں اور جمہور علماء رجم وسنگساری کے قائل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں البتہ کچھ دنوں سے چند سر پھرے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو احادیث کو حجت نہیں مانتے ہیں اور رجم و سنگساری کا انکار کرتے ہیں' بہر حال احادیث نبویہ سے اس کا ثبوت موجود ہے۔ اور پہلے قرآن میں آیت ﴿اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ اِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوْهُمَا اَلْبَتَّةَ﴾ "بوڑھا شخص اور بوڑھی عورت جب زنا کریں تو ان کو لازماً رجم کر دو۔" موجود تھی مگر بعد میں اس کے الفاظ منسوخ ہو گئے اور رجم کا حکم باقی رہ گیا۔

سوال: (۷) بینک کے شیئر پر جو منافع کے نام پر رقم دی جاتی ہے کیا جائز ہے؟

جواب: شیئر کا مسئلہ ایسا ہے کہ جب بینک کا پورا نظام ہی سودی کاروبار پر مبنی ہے تو آپ بینک سے جو شیئر پر نفع حاصل کریں گے ظاہر ہے کہ اس میں بھی سودی رقم آئے گی۔ اس واسطے بینکوں کے شیئرز خریدنا اور اس پر منافع کے نام سے رقم لینا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر مسلمان کوئی ایسی کمپنی قائم کریں جو مضاربہ کے اصول پر کام کرے' مضاربہ کے اصول کا مطلب یہ ہے کہ سرمایہ دار اپنا سرمایہ لگائیں اور کمپنی میں جو لوگ محنت کرنے والے' کاروبار کرنے والے ہوں وہ اپنی محنت' اپنی عقل و رائے اس میں صرف کریں' علاوہ ازیں جب سرمایہ لگائیں تو فریقین (یعنی کمپنی اور جو لوگ سرمایہ لگاتے ہیں) اسی وقت یہ طے کر لیں کہ ایک کی رقم رہے گی اور دوسرے کی محنت اور پھر دونوں کی محنت اور رقم سے جو نفع حاصل ہوگا اس کو اتنے فیصد کے حساب سے آپس میں بانٹ لیں گے اور نفع و نقصان میں دونوں فریقین شامل ہوں گے۔ نیز یہ کمپنی سودی کاروبار یا کوئی ایسا کاروبار نہیں کرے گی جو ناجائز ہے مثلاً شراب سازی اور شراب کی خرید و فروخت کا کاروبار نہیں کرے گی' فلم سازی کا کام نہیں کرے گی' جوا وغیرہ ناجائز کاروبار میں رقم نہیں لگائے گی اسی طرح اور کوئی حرام کاروبار نہیں کرے گی تو جب اس طرح کی کمپنیوں کا شیئر اور اس کا نفع ہو تو جائز ہے' اگر اس طرح کی کمپنی قائم ہو جائے (اور ایسا کرنا آسان ہے کوئی محال چیز نہیں ہے' صرف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھوڑی سی محنت کرنے کی ضرورت ہے) تو اس کا شیئر لینا جائز ہے اور اس پر جو نفع ملے گا وہ نفع بھی جائز ہوگا۔ لیکن آجکل جو بھی کمپنیاں اور بینک شیئر کا کاروبار کرتے ہیں وہ تقریباً سارے ادارے اپنا کاروبار سودی بیس پر کرتے ہیں' وہ اپنی رقم سود پر دیتے ہیں' لوگوں سے سود پر رقم لیتے ہیں' اس واسطے ان کا شیئر لینا جائز نہیں۔

سوال: (۸) پاور بل (بجلی کا بل) کے ساتھ سود لگ کر آتا ہے تو کیا یہ کاروبار بھی سودی ہوگا؟

جواب: اس کی شکل لوگ یہ بتاتے ہیں کہ اگر آپ کا بل آیا اور آپ نے وقت مقررہ پر بل ادا نہیں کیا تو ایسی صورت میں پاور ہاؤس کا ادارہ اس پر سود لگا دیتا ہے اور یہ سود کی رقم آپ کو ادا کرنی پڑے گی۔ اس سے بچنے کی شکل یہی ہے کہ آپ وقت پر بل ادا کر دیا کریں اور سود دینے سے بچ جائیں اور اگر کبھی مجبوری کی وجہ سے وقت پر بل جمع نہیں کیا تو اگر مجبوری کی بنا پر ایسا کیا ہے تب تو شاید آپ عند اللہ مؤاخذہ سے بچ جائیں' لیکن اگر آپ نے جان بوجھ کر اور آپ کے پاس رقم موجود ہوتے ہوئے بھی اپنی سستی و کاہلی کی وجہ سے ایسا کیا ہے' یا یہ سوچ کر تا خیر کی کہ دس بیس روپے ہی تو مزید لگ کر آئے گا ہے تو بہر حال اس میں آپ کی کوتاہی ہے اور ایسی صورت میں مؤاخذہ کا شدید اندیشہ پایا جاتا ہے۔

سوال: (۹) کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سود کے پیسے سے بیت الخلاء بنانا جائز ہے' نیز یہ کہتے ہیں کہ سود کا پیسہ غریبوں کو دے سکتے ہیں' آپ کی رائے کیا ہے؟

جواب: میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ بہت سے علماء اس کو جائز کہتے ہیں لیکن اس سلسلے میں میری رائے یہ ہے کہ سود کا پیسہ نہ کسی مسلمان کو دینا چاہیے' نہ کسی ایسی چیز میں لگانا چاہیے جس سے مسلمان استفادہ کریں' جسے مسلمان استعمال کریں' اس واسطے کہ جو حدیث میں نے ابھی پڑھ کر سنائی ہے: ((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ)) ''رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سود کھانے والے پر' سود کھلانے والے پر' سودی کاروبار کے لکھنے والے پر اور اس کے دونوں گواہوں پر۔''

اس میں کسی مسلمان کو سود کھلانے والے اور استعمال کرانے والے پر بھی لعنت ہے' اس واسطے اگر آپ کو غریبوں سے ہمدردی ہے تو انھیں اپنی حلال کمائی سے دیجئے' کچھ صدقہ و خیرات کیجئے' یا قرض حسنہ دیجئے' ان کے لیے اپنے حلال پیسے سے لیٹرین وغیرہ بنوا دیجئے تا کہ اس طرح آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہو جائے۔ سود کا پیسہ اس میں مت لگائیں میری رائے یہی ہے۔

سوال: (۱۰) سود لینا حرام ہے مگر سود دینے کے بارے میں کچھ بتائیں جو عموماً پاور بل میں آتا ہے اور دینا ضروری ہو جاتا ہے۔

جواب: پاور بل کے بارے میں تو ابھی بتا دیا' رہا سود دینے کا مسئلہ تو بالکل صحیح حدیث ہے:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهُ)) ''رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجی سود کھانے والے پر اور کھلانے والے پر۔'' سود کھانے والا یعنی لینے والا اور استعمال کرنے والا' یہ نہیں کہ کھایا نہیں کپڑے بنوا لیے' بلڈنگ بنوالی تو جائز ہے' کھانے کا مطلب لینا اور اپنے استعمال میں صرف کرنا ہے اور ''مُوْكِلَهُ'' کے معنی کھلانے والا یعنی دینے والا' تو سود دینا بھی حرام ہے اور لینا بھی' دونوں حرام ہیں۔

سوال: (۱۱) ہندوستان دار الامن کیسے ہو سکتا ہے جبکہ ہندوستان میں ہم اسلامی حدود مثلاً چوری' زنا' قتل وغیرہ کی حدود کو نافذ نہیں کر سکتے' اگر کرنے کی کوشش کریں تو حکومت سے ٹکراؤ لازمی ہے۔

جواب: یہ حدود دار الاسلام میں نافذ کی جاتی ہیں اور میں نے اس کو دار الاسلام نہیں کہا ہے بلکہ دار السلم کہا ہے۔ دار السلم یا دار الامن وہ ملک ہے جس میں کفار کا غلبہ ہو' اسلامی احکام بالکل نافذ نہ کیے جاتے ہوں مگر دعوت و تبلیغ کی اجازت ہو اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبادت اور اکثر بیشتر احکام پر عمل کیا جا سکتا ہو۔ اگر میں دار الاسلام کہتا تو یہ اعتراض ہوتا۔

سوال: (۱۲) ہندوستان میں کوئی بھی پٹرول اور تیل سے چلنے والی گاڑی جیسے لونا' موٹر سائیکل وغیرہ پر حکومت سود لیتی ہے اس کے لیے کیا کیا جائے؟

جواب: اگر آپ یہ سامان بینک کے ذریعے لیتے ہیں تو بینک کو سود دینا پڑتا ہے اور ادھر آپ کو کچھ رعایت اور مہلت مل جاتی ہے اور اگر ڈائریکٹ لیتے ہیں تو سود سے بچ جاتے ہیں مگر کچھ رقم زیادہ دینی پڑتی ہے تو میں کہتا ہوں ایسی صورت میں آپ سود سے بچیے بھلے ہی آپ کو رقم زیادہ دینی پڑے۔

سوال: (۱۳) آج کل ہمارے شہر میں مختلف ادارے ہیں جو ہفتہ واری روپے جمع کرتے ہیں اور واپسی کی صورت میں جو شخص زیادہ رقم سالانہ جمع کرواتا ہے اسے یہ ادارے کبھی نذرانہ اور انعام دیتے ہیں' ایسی صورت میں نذرانہ لینا جائز ہے یا حرام؟

جواب: میرا خیال ہے کہ اس میں کچھ رقم کی تحدید ہوتی ہوگی کہ کم سے کم ہفتہ میں اتنی رقم جمع کروائیں اور جو زیادہ جمع کروائے گا اس کو کچھ نذرانہ دیں گے' اسی طرح یہ لوگ مل کر جو رقم جمع کرتے ہیں اس کا بھی کچھ مقصد ہوگا مثلاً یہ کہ اس طرح باری باری سب کو اکٹھے ایک بڑی رقم مل جائے گی اور وہ بڑی رقم پا کر کے کوئی کاروبار شروع کر سکیں گے اور سب کی باری یکے بعد دیگرے آتی ہوگی' چاہے قرعہ اندازی کر کے وہ باری نکالتے ہوں گے یا جس کی رقم پہلے آتی ہوگی اس کا نمبر پہلے لگ جاتا ہوگا' بہرحال کسی طریقے سے ہو اگر اس کا یہی مقصد ہے تو اس طرح جمع کر سکتے ہیں۔ رہا اوپر سے پھر انعام دینا تو یہ جائز نہیں ہے۔ اس واسطے کہ شرعی قاعدہ ہے "كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَهُوَ رِبًا" "ہر وہ قرض جو نفع کھینچ کر لائے وہ سود ہو جاتا ہے۔" بہت سارے لوگوں کو میں دیکھتا ہوں کہ کسی غریب کو کچھ قرض دے دیتے ہیں تو اس سے بیگاری کرانے لگتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب بھی کوئی ضرورت پڑی نوکر سے کہہ دیا جا کے فلاں کو بلا لا اگر وہ انکار کر دے تو فوراً کہتے ہیں تجھ کو فلاں وقت اتنے ہزار روپے دیے تھے اور آج تجھ کو ایک روز کام کرنے کے لیے بلایا تو مدد کرنے کے لیے نہیں آیا۔ یاد رکھیے اگر اس قرض لینے کی بنا پر اجرت کے بغیر آپ اس سے کام لیتے ہیں تو یہ بھی سود ہے، یہ بھی جائز نہیں۔ حتیٰ کہ اگر آپ نے کسی کو قرض نہیں دیا تھا تو وہ آپ کو کبھی ہدیہ تحفہ نہیں دیتا تھا اب آپ نے قرض دیا تو آپ کے پاس اس کے گھر سے ہدیے آنے لگے اور تحفے بھیجے جانے لگے، تہوار اور عید کے موقع پر، شادی بیاہ کے موقع پر، باغ میں پھل توڑنے یا فصل کٹنے کے موقع پر، تو یہ تحفے لینا بھی جائز نہیں ہیں، یہ بھی سود ہے۔ ہاں اگر دونوں میں پہلے سے دوستی اور تعلق ہے اور ہدیہ تحفہ لینے دینے کا سلسلہ پہلے سے قائم ہے اور درمیان میں قرض دینے کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور حسب سابق قرض کے بعد کوئی تحفہ آیا اور لے لیا تو جائز ہے۔ بہر حال اگر یہ ادارے خالص تعاون کے لیے قائم ہیں اور ان کی جمع شدہ رقم سے سودی یا کوئی ناجائز کاروبار نہیں کرتے بلکہ ممبروں کو باری باری جمع شدہ رقم دیتے ہیں تو جائز ہے اور اگر اس سے سودی یا کوئی ناجائز کاروبار کرتے ہیں تو جائز نہیں۔ اسی طرح نذرانہ یا انعام دینے کی شکل میں بھی جائز نہیں۔

سوال: (۱۴) کیا سودی پیسوں سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت ہو سکتی ہے مثلاً بورڈ وغیرہ سود کے پیسے سے تیار کرا کے اس پر قرآن و حدیث شائع کی جائیں؟

جواب: میں یہ نہیں سمجھتا کہ مسلمان کو اتنا گیا گزرا ہونا چاہیے کہ دین کی اشاعت اور دعوت و تبلیغ کے لیے وہ اپنی جیب سے حلال پیسے نہ نکالے اور اس کے لیے سودی پیسے تلاش کرے اگر کوئی ایسا گیا گزرا ہو تو اسے اپنے اسلام و ایمان کا پھر سے جائزہ لینا چاہیے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ کسی نے داعی کے لیے گاڑی خریدنے اور مبلغ کی تنخواہ دینے کو جائز لکھا ہے مگر اس پر مجھے بالکل اطمینان نہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ ((اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا)) ''اللہ پاک ہے اور پاک چیز کو ہی قبول فرماتا ہے۔'' دعوت و تبلیغ جیسے اہم فریضہ کے لیے سود کا استعمال ناقابل فہم ہے پھر یہ عیسائیوں وغیرہ کی نقل بھی ہے اور ((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)) ''جس نے کسی قوم کی پیروی کی پس وہ انہی میں سے ہوگا۔'' کے قاعدے سے بھی ناجائز ہے۔

سوال: (۱۵) کچھ لوگ بینک میں فکس ڈپازٹ کے مد میں دس ہزار رکھ کر پانچ سال بعد بیس ہزار لے کر اپنی بیٹی کی شادی کرتے ہیں' کیا یہ جائز ہے؟

جواب: شادی تو ہو جائے گی لیکن یہ رقم جو فکس ڈپازٹ کے ذریعے حاصل کی ہے وہ حرام ہے' اس کی وجہ سے وہ گناہ گار ہوگا۔ بچیوں کی شادی کرنا ان کے باپ اور سرپرستوں کی ذمہ داری ہے' اس پر انھیں اپنی حلال کمائی کے پیسے خرچ کرنا چاہیے۔ اس میں سودی پیسے لگانا جائز نہیں۔ یہ ''اَكْلِ رِبَا'' میں داخل ہے۔

سوال: (۱۶) کیا جو لوگ بینک ملازم ہیں ان کا حج درست ہے اور ان کی آمدنی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بینک کی ملازمت جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں سود کے سلسلے میں تعاون ہے اور حدیث میں ''كَاتِبَهُ وَ شَاهِدَيْهِ'' کے الفاظ وارد ہیں کہ لکھنے والا بھی گناہگار اور ملعون ہے اور گواہی دینے والے بھی۔ لہٰذا کسی طرح سے بھی جو ایسے معاملے میں تعاون کرے وہ گناہ میں شریک ہوتا ہے اور بینک کی ملازمت میں سودی کاروبار میں تعاون ہے اس واسطے حرام ہے۔ اور اس سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ بھی حرام ہے۔ رہا اس کے حج کا معاملہ تو حرام مال سے حج نہیں کرنا چاہیے۔ ایسا حج قبول نہیں ہوتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صرف پاک کو ہی قبول فرماتا ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اسی کا حکم دیا ہے جس کا رسولوں کو حکم دیا ہے چنانچہ فرمایا: اے رسولو! پاک اور حلال چیزوں میں سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھاؤ اور نیک عمل کرو بے شک جو کچھ تم کرتے ہو میں ان کو اچھی طرح جانتا ہوں" اور فرمایا: "اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو' جو روزی ہم نے تم کو دی ہے اس سے حلال چیزوں میں سے کھاؤ۔ پھر ایک شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے وہ گرد آلود ہوتا ہے' اس کے بال پراگندہ ہوتے ہیں' اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر یارب! یارب! کہتا ہے حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے اس کا پینا حرام ہے' اس کا لباس حرام ہے' حرام کی غذا سے اس کی پرورش ہوئی ہے تو کہاں سے اس کی دعا قبول کی جائے گی؟"[1]

سوال: (۱۷) بینک سے کسی بھی قسم کی گاڑی مثلاً ٹرک' ٹاٹا سومو اور لونا وغیرہ منظور کروا کے لے سکتے ہیں؟

جواب: اگر سود دینا پڑتا ہو تو نہیں اور اگر آپ کا پیسہ اس میں جمع ہے اور اس کے واسطے سے بغیر سود کے لینا ہو تو ٹھیک ہے۔

سوال: (۱۸) بینک جو کہ سودی کاروبار کرتا ہے' اس میں کسی بھی قسم کی نوکری جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس میں کوئی بھی نوکری جائز نہیں ہے۔ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

سوال: ایک سیٹھ کے ہاں' ایک کاریگر دس سال سے کام کر رہا ہے' سیٹھ کے اور کاریگر کے درمیان جھگڑا ہو گیا اور اب سیٹھ اس کے کام کی اجرت سودی پیسے سے دیتا ہے' تو کیا یہ جائز ہے؟

جواب: لگتا ہے کہ جھگڑے سے پہلے سیٹھ اپنے جائز پیسوں سے اس کو اجرت دیتا تھا اور اب جھگڑے کے بعد سودی پیسے سے اس کی اجرت یا تنخواہ دینے لگا ہے' بہرحال سودی پیسے سے کسی نوکری کی تنخواہ دینا جائز نہیں' یہ اس سے استفادہ کرنا ہوا اور یہ سود خوری میں داخل ہے۔

---

[1] صحیح مسلم' کتاب الزکوٰۃ' باب کل نوع من المعروف صدقۃ :۷/ ۱۰۰' مسند احمد: ۲/ ۳۲۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: (۲۰) اگر سیٹھ سودی پیسوں سے ہی مزدوری دے تو لے سکتے ہیں کہ نہیں؟

جواب: اسے سیٹھ کے حلال پیسوں سے ہی اپنی مزدوری لینی چاہیے' نہ دے تو اپنا معاملہ دار القضا میں یا پنچوں کے سامنے رکھنا چاہیے اور پھر ایسے سیٹھ کے ہاں نوکری نہیں کرنی چاہیے۔

سوال: سیٹھ لوگوں کے ہاں جو مزدور کام کرتے ہیں' سال میں عید الفطر کے موقع پر یا بقر عید کے موقع پر یا کسی تہوار کے موقع پر یہ لوگ اپنے مزدوروں کو کچھ حقِ رضا یا انعام سمجھ کر دیتے ہیں' اب اگر یہ انعام کے پیسے سیٹھ صاحب اپنی جیب سے دینے کی بجائے اپنی جائز آمدنی سے دینے کی بجائے سود کی رقم (جو ان کے بینک میں ہے اس کو لے کر) دیتے ہیں تو اس کو لینا جائز ہے؟

جواب: یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ یہ سود کا پیسہ ہے' نہیں لینا چاہیے' نہ مزدوروں کو لینا چاہیے اور نہ سیٹھ لوگوں کو ہی ایسے پیسے مزدوروں کو دینے چاہئیں۔

سوال: (۲۲) کچھ لوگ زکوٰۃ کی رقم سے یہ انعام دیتے ہیں؟

جواب: زکوٰۃ کی رقم انعام دینے کے لیے نہیں ہے' زکوٰۃ کی کچھ حدیں مقرر ہیں' زکوٰۃ غربا' مساکین' مسافروں اور جن کا تذکرہ آیت ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِينِ...... الآيَة﴾ میں موجود ہے' ان کے لیے ہے' البتہ اگر آپ کے ہاں کوئی شخص مزدوری کرتا ہے اور آپ اس کی پوری اجرت دیتے ہیں اور انعام وغیرہ بھی' جو دوسروں کے یہاں دینے کا رواج ہے' وہ بھی دیتے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی دیکھتے ہیں کہ وہ غریب ہے' زکوٰۃ کا مستحق ہے تو آپ اس کو زکوٰۃ کا مال دے سکتے ہیں لیکن اگر زکوٰۃ کا مال بطور انعام دیتے ہیں (تاکہ اپنی اصل رقم بچالیں) تو یہ صورت جائز نہیں ہے' زکوٰۃ کی جو مدیں ہیں' انہی مدوں میں زکوٰۃ خرچ کرنا چاہیے۔

سوال: (۲۳) فرض کیجئے! ہم کسی مجبوری کی بنا پر بینک میں روپیہ جمع کرواتے ہیں اور اس پر سود ملتا ہے تو اس کو کیا کرنا چاہیے؟ اگر نہیں لیں گے تو بینک یہ روپیہ رکھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے گا اور سودی کاروبار فروغ پائے گا؟

جواب: اگر ایسی بات ہو کہ سودی رقم بینک میں چھوڑ دی جائے تو اس کے اسلام کے خلاف یا مسلمانوں کے خلاف استعمال ہونے کا اندیشہ ہے یا بینک والے خود استعمال کریں گے اور اس سے سودی کاروبار کو فروغ حاصل ہوگا' تو وہ رقم بینک سے نکال لینی چاہیے' لیکن وہ رقم لے کر کے اپنے اوپر صرف کرنی چاہیے اور نہ کسی مسلمان کی مصلحت میں اسے صرف کرنا چاہیے' بلکہ اسے کسی ایسے کافر کو' جس کے بارے میں آپ جانتے ہوں کہ وہ اسلام کا دشمن نہیں ہے' مسلمانوں کا دشمن نہیں ہے' اس کو دے سکتے ہیں اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں وارد ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد کے دروازے پر ایک حلہ (جبہّ) بکتے ہوئے دیکھا جس میں ریشم ملا ہوا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یا رسول اللہ! کاش! کہ آپ یہ حلہ خرید لیتے اور اسے جمعہ کے دن اور جب کوئی وفد آتا تو زیب تن فرماتے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے وہ شخص زیب تن کرے گا جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں' پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ ریشمی حُلے آئے تو اس میں سے ایک حلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے مجھے یہ پہننے کے لیے دیا ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلہ عطارد کے بارے میں ایسا ایسا فرمایا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اسے تم کو اپنے استعمال کے لیے نہیں دیا تھا' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے ایک مشرک بھائی کو دے دیا جو مکہ میں تھا۔[1]

تو جیسے ریشم کا حلہ مسلمان مرد کے لیے حلال نہیں مگر وہ کسی کافر کو دے سکتا ہے اسی طرح سود کی رقم بھی خود استعمال نہیں کر سکتے اور نہ کسی مسلمان کو دے سکتے ہیں مگر ایسے کافر کو جس سے تعلق ہو اور یہ معلوم ہو کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کا دشمن نہیں ہے'

---

[1] دیکھیے بخاری کتاب الهبة باب هدية ما يكره لبسها: ۵/ ۲۲۸ مع الفتح۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے دینا جائز ہے۔

سوال: (۲۴) پچھلے مہینوں میں ایسی چند فنانس کمپنیاں آئی ہیں جو چار آدمیوں سے ہزار ہزار روپے جمع کروانے پر اور اس کا پرچار کرنے پر ایک تو حصہ لینے والے کو بعد میں اس کے ہزار روپے واپس کریں گی اور کچھ تحفے بھی دیں گی' دوسرے کہا جاتا ہے کہ پرچار کرنے والوں کو بھی تحفہ کی شکل میں کچھ روپے ملتے ہیں۔ ان کمپنیوں میں حصہ لینے کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

جواب: میں سمجھتا ہوں کہ یہ کمپنیاں لوگوں سے پیسے جمع کر کے ضرور سودی کاروبار کرتی ہوں گی اور پھر اس سے جو نفع ملتا ہوگا اس میں سے وہ کچھ رقم لوگوں کو بطور انعام دیتی ہوں گی' یعنی اس میں سود کا کہیں نہ کہیں عمل دخل ضرور ہوگا۔

(ایک صاحب: یہ کمپنیاں پیسے جمع کروانے والوں کو ہر ماہ ان کی رقم کے حساب سے ہزار پانچ سو روپے بھی دیتی ہیں)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس میں سود کا عمل دخل ہے' اور جب اس میں سود کا عمل دخل ہوا تو ایسی صورت میں یہ کاروبار حرام ہوگیا۔ لہٰذا اس میں نہ پیسوں کو جمع کروا کے حصہ لینا چاہیے اور نہ اس کا پرچار کرنا چاہیے۔

سوال: (۲۵) بینک میں کھاتہ بند ہونے کی صورت میں اپنی رقم کے ساتھ کچھ سود بھی ملتا ہے تو وہ سود کا پیسہ لینا چاہیے یا نہیں۔ امید ہے کہ صحیح رہنمائی فرمائیں گے۔

جواب: چاہے آپ کھاتہ بند کریں اور چاہے کھاتہ کھولے رکھیں' آپ کے کھاتے میں جو سودی رقم جمع ہو' اس کو کسی بھی صورت میں نکال کر اپنے استعمال میں نہیں لینا چاہیے اور نہ کسی مسلمان کو استعمال کے لیے دینا چاہیے' بلکہ ایسی صورت میں کسی ایسے غیر مسلم شخص کو جو اسلام اور مسلمانوں کا دشمن نہ ہو' دے دینا چاہیے۔

سوال: (۲۶) دسویں جماعت کے سرٹیفکیٹ پر حکومت ایک لاکھ روپے قرض دیتی ہے۔ جس پر پچیس ہزار روپے چھوٹ دیتی ہے۔ یہ قرض بینک کے ذریعے ملتا ہے اور بینک اس پر سود لیتا ہے' جو پچیس ہزار روپے کے برابر ہوتا ہے تو یہ قرض لینا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائز ہے یا ناجائز؟ براہِ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا جواب دیجئے۔

جواب: جب اس میں سود کے نام پر بینک آپ سے پیسے لیتا ہے اور اس کی مخصوص مدت ہوتی ہے۔ اس مدت میں اگر آپ یہ رقم واپس کر دیں تو ایسی صورت میں پچیس ہزار روپے حکومت آپ کو چھوٹ دیتی ہے مگر ادھر سے بینک سود بھی وصول کرتا ہے جو تقریباً پچیس ہزار کے برابر ہو جاتا ہے لیکن اگر وقت مقررہ پر آپ واپس جمع نہیں کروا سکتے ہیں تو یہ پچیس ہزار کی جو چھوٹ تھی وہ چھوٹ بھی ختم ہو جائے گی اور آپ کو سود الگ دینا پڑے گا' کچھ لوگ یہ سوچتے ہیں کہ وقت پر اگر ہم قرض جمع کر کے لے جائیں گے تو برابر ہو جائے گا' جتنا ہم نے لیا تھا اتنا ہی واپس کرنا پڑے گا کیونکہ پچیس ہزار جو حکومت نے چھوٹ دی وہ سود کے ذریعے بینک نے لے لیا تو برابر ہو گیا۔ لیکن اس میں یہ بھی تو احتمال ہے کہ آپ وقت پر قرض ادا نہ کر سکیں۔ سوچیے! آپ اتنی بڑی رقم قرض کیوں لے رہے ہیں؟ ظاہر ہے آپ کے پاس پیسوں کی کمی اور مجبوری ہے اور اس کو لے کر آپ کسی کاروبار میں لگائیں گے کاروبار میں لگانے کے بعد یہ احتمال بھی ہے کہ آپ ترقی کر جائیں اور وقت پر رقم واپس کر دیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ کاروبار نہ چل سکے پیسے خرچ ہو جائیں اور وقت پر یہ رقم جمع نہ کروا سکیں تو ایسی صورت میں آپ کو سود دینا ہی پڑے گا اور اپنے گھر سے دینا پڑے گا۔ بہرحال اس میں سود پر قرض دینے اور سود لینے کا نام موجود ہے' اس واسطے میں اس کو جائز نہیں سمجھتا ہوں۔

سوال: (۲۷) آج کل ہندوستان کے بینکوں سے مسلم دشمن طاقتیں منسلک ہیں' اگر ہم سود کی رقم بینک میں چھوڑ دیتے ہیں تو یہ مسلم دشمن طاقتیں اسے اسلام کے خلاف استعمال کرتی ہیں' تو کیا ہم اس رقم کو حاصل کر سکتے ہیں؟ اور حاصل کرنے کے بعد اس رقم کو کہاں استعمال کیا جائے؟

جواب: اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: (۲۸) بعض تاجروں کے یہاں ایک چیز کی قیمت دو شکلوں میں مختلف ہوتی ہے، نقد کی قیمت، ادھار سے کم ہوتی ہے، کیا ایسا جائز ہے؟

جواب: اگر پہلے سے نقد اور ادھار کی قیمت بتا دی جائے کہ اس سامان مثلاً سائیکل کی قیمت، نقد بارہ سو روپے ہے اور ادھار چودہ سو روپے ہے اور پھر اسی وقت یہ بات طے ہو جائے کہ یہ نقد لے رہے ہیں یا ادھار، اور ادھار ہے تو کتنی مدت کے لیے اور اس میں اختلاف کی کوئی وجہ باقی نہ رہ جائے تو قیمت میں فرق کرنا جائز ہے۔ مزید تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

سوال: (۲۹) کیا L.P یعنی لیٹ پیمنٹ ادا کرنا سود ہے؟

جواب: یہ سود ہی کی ایک شکل ہے۔ اس واسطے جہاں تک ہو سکے قیمت وقت پر ادا کرنی چاہیے اور L.P ادا کرنے کی نوبت نہیں آنے دینی چاہیے، بلکہ کوشش ہونی چاہیے کہ تھوک سوت وغیرہ کا کاروبار یہاں کے مسلمان اپنے ہاتھ میں لے لیں اور شرعی طریقے پر چلائیں، قرض اور ادھار دینے کا رواج ہمیشہ سے ہے، لوگ سامان کسی بھی دکاندار یا تھوک فروش کے پاس سے ادھار لیتے ہیں اور بعد میں پیسے دیتے رہتے ہیں۔ قرآن کریم کا تجارت کرنے والے یا قرض دینے والے مسلمان کے لیے حکم ہے کہ اگر یہ قرض دار یا ادھار مال لے جانے والا وقت پر لا کر آپ کی رقم دے دیتا ہے تو ٹھیک ہے اور اگر وقت پر نہیں دیتا ہے تو آپ اس کا جائزہ لیجیے کہ کیوں نہیں دیتا، اگر واقعی اس کی مجبوری ہے تو ایسی صورت میں ﴿فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ﴾ ''بس مہلت دینا ہے آسانی تک۔'' کا حکم ہے یعنی آپ اس کو مہلت دیجیے، یہاں تک کہ اس کو یہ چیز حاصل ہو جائے اور اگر کوئی ایسا شخص ہے جس کے پاس کوئی مجبوری نہیں بلکہ لیٹ فیس نہ لگنے کی وجہ سے وہ آپ کی رقم واپس نہیں کرتا ہے (جیسا کہ کئی مرتبہ تاجروں نے اس کی شکایت کی ہے) تو ایسی صورت میں لوگوں سے پہلے ہی ضمانت اور کفالت، طلب کی جائے جو ذمہ داری لے کہ یہ آدمی وقت پر رقم واپس کرے گا اور ادا نہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کی صورت میں' میں ذمہ دار ہوں گا۔ اس طریقہ سے ایسے بے ایمانوں کی بے ایمانی اور شرارت سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ بہرحال لیٹ فیس لینا اور دینا دونوں ناجائز ہیں کیونکہ لیٹ فیس سود ہے۔

سوال: لکی ڈرا اسکیم جس میں ہفتہ وارانہ کچھ روپے جمع کروائے جاتے ہیں اور قرعہ اندازی کے ذریعے جس شخص کا نام نکلتا ہے' اس کو کوئی سامان ملتا ہے اور پھر وہ رقم بھرنے کا سلسلہ منقطع کر دیتا ہے کیا اس میں حصہ لینا اور اس سامان سے استفادہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس قسم کے پروگراموں اور سکیموں میں حصہ نہیں لینا چاہیئے' یہ سب اسکیمیں جوئے کی نئی شکلیں ہیں اور جائز نہیں ہیں۔

سوال: (۳۱) کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سود کا پیسہ لے لینا چاہیے اور اسے کھانے پینے میں استعمال نہیں کرنا چاہیے بلکہ جب کوئی کیس وغیرہ ہو جائے اور پولس میں روپے بھرنے کی اشد ضرورت پڑ جائے تو اس میں خرچ کرنا چاہیے۔ کیا ان کا یہ کہنا درست ہے؟

جواب: پولس کیس مختلف وجوہ کی بنا پر ہوتے ہیں' کبھی اس آدمی کی کوئی شرارت اور بدمعاشی ہوتی ہے' وہ کوئی جرم کرتا ہے جس کی بنا پر اس پر کیس ہوتا ہے اور کبھی اس کا کوئی جرم نہیں ہوتا مگر کچھ دشمنان اسلام یا متعصب پولیس والے ناحق اسے پھنسا دیتے ہیں اور اس پر ناجائز طور سے اور ظلماً یہ کیس کر دیا جاتا ہے اور اسے اس میں ناحق پیسے خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ اگر دوسری صورت ہے تو اس میں کچھ گنجائش نکلتی ہے۔ محدث ہند حضرت مولانا عبید اللہ رحمانی صاحب مبارک پوری رحمہ اللہ نے سود کے پیسوں کے جو مصارف بتائے ہیں ان میں سے ایک مصرف تو یہ بتایا ہے کہ اسے کسی غیر مسلم کو دے دینا چاہیے مسلمان کو نہیں۔ دوسرا مصرف یہ بتایا ہے کہ ہندوستان میں بہت سارے ٹیکس ظالمانہ وصول کیے جاتے ہیں' خاص طور پر مسلمانوں سے' کیونکہ کچھ آفیسر ظالم اور فرقہ وارانہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذہنیت کے حامل ہوتے ہیں اور جتنا مسلمان کا ٹیکس حقیقت میں نہیں بنتا ہے کیونکہ دکان میں اتنا مال نہیں ہے اور نہ اس کی اتنی آمدنی ہے، اتنا ٹیکس لگا دیتے ہیں جو حقیقی ٹیکس کے کئی گنا ہوتا ہے۔ اس سے یہ مسلمان پریشان ہو جاتا ہے یہ ظلم ہے اور اس ظلم کے دفع کرنے کے لیے سود کی رقم دینے کی گنجائش ہے۔

میرے خیال میں اسی طرح ناحق کیس میں پھنسا دیے جانے اور پولیس والوں کو بغیر کچھ دیے نجات نہ پانے کی شکل میں بھی سود کی رقم خرچ کرنے کی گنجائش ہے۔

﴿اَلْخَبِيْثَاتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثَاتِ﴾ "گندی عورتیں، گندے مردوں کے لیے اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے ہیں"۔ (النور:۲۶)

ایسے خبیث لوگوں کو ایسی خبیث رقم مجبوراً دے سکتے ہیں، البتہ جب کسی حقیقی جرم کی بنا پر کیس ہو تو اس کے اخراجات کے لیے سودی رقم کا استعمال صحیح معلوم نہیں ہوتا۔

سوال: (۳۲) کیا سودی رقم سے کسی خطرناک مرض میں مبتلا شخص مثلاً دل کے مریض کو قیمتی انجکشن دیا جا سکتا ہے اور علاج کرایا جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر مریض اور اس کے گھر والوں کو اللہ نے دولت دی ہے اور اس سے علاج کرا سکتے ہیں یا کوئی بیت المال اور امدادی ادارہ ہے جو ایسے مریضوں کے علاج میں مدد کرتا ہے تو ایسی صورت میں اسے سود کے پیسے سے علاج نہیں کروانا چاہیے اور پریشانی کی صورت میں مسلم معاشرے کی ذمہ داری ہے کہ ایسے لوگوں کی مدد کرے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے پریشان حال لوگوں کا بھرپور تعاون کریں تاکہ وہ صحیح طریقے سے اپنا علاج کروا سکیں اور ان کو سود کا پیسہ نہ لینا پڑے۔ لیکن خدانخواستہ اگر ایسا ہو جائے کہ ایک شخص کو جو دل کا مریض ہے یا کسی خطرناک بیماری میں مبتلا ہے اور ماہر ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ بروقت علاج یا آپریشن نہیں کیا گیا تو اس کی جان کو خطرہ ہے اور مہنگے علاج اور آپریشن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے اس کے پاس پیسے نہیں' اس نے امدادی و رفاہی اداروں میں درخواست دی' مالداروں کے پاس بھی گیا مگر حسب ضرورت اس کے ساتھ تعاون نہیں ہوا اور تاخیر کی صورت میں موت کا خطرہ ہے اور کچھ لوگ اسے سودی رقم دینے کیلئے تیار ہیں تو ایسی صورت میں وہ مضطر اور مجبور ہے اور اس کے لئے سودی رقم لے کر علاج کروانے کی گنجائش ہے' جیسے اضطراری کیفیت اور جان جانے کے خطرہ کی صورت میں "مَیْتَۃ" (مردہ جانور کا گوشت) کھانا جائز ہے اسی طرح اس مجبور شخص کے لئے جان بچانے کی خاطر سودی رقم سے علاج کروانا جائز ہے لیکن ایسی صورت میں پورا معاشرہ جو اس غریب شخص کی مدد نہیں کرتا ہے' گنہگار ہوگا' جو لوگ سود کی رقم دینے کیلئے تو تیار ہیں مگر اپنی تجوری یا بینک میں لاکھوں اور کروڑوں روپے رکھے ہوئے ہیں اور ایسی حالت میں بھی ان کی جیب سے حلال پیسے نہیں نکلتے اور اس مجبور کی مدد نہیں کرتے' انھیں سوچنا چاہیے کہ وہ اللہ کے یہاں کیا جواب دیں گے۔

سوال (۳۴): بینک میں میرا تقریباً دو لاکھ روپے کا سود جمع ہے' یہ رقم اگر بینک ہی میں چھوڑوں گا تو کافر اس روپے سے ہتھیار خرید کر اسلام کے خلاف استعمال کریں گے' اگر اس روپے کے ذریعے ہم اسلحہ خریدیں تو جائز ہے یا ناجائز ہے؟

جواب: اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ مسلمانوں کے پاس جائز اور حلال پیسوں کے ہوتے ہوئے جہاد کے لیے ہم سودی پیسے کا استعمال کریں گے تو میں اس پر کسی طرح مطمئن نہیں ہوں' رسول اللہ ﷺ کو نبوت ملنے سے پہلے' جب کعبہ کی تعمیر ہونے لگی تو اس وقت جو لوگ ذمہ دار تھے انھوں نے یہ شرط رکھی تھی کہ کعبہ کی تعمیر میں کوئی ناجائز پیسے نہیں لگائے گا اور اس میں یہ خاص طور سے صراحت تھی کہ اس میں کوئی سود کی رقم نہیں لگائے گا' اسی طرح "مھر البغی" یعنی زانیہ اور فاحشہ عورت کی جو کمائی ہوتی ہے' اس کا پیسہ کوئی نہیں دے گا' یہ شرط کفار مکہ نے نبوت سے پہلے رکھی تھی اور حلال کمائی کی اتنی رقم نہیں جمع ہو پائی تھی جس سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کعبہ کی تعمیر مکمل کر سکیں تو اسے ناقص چھوڑ دیا مگر سود وغیرہ کی ناجائز رقم نہیں لگائی۔ یہاں اس مجلس میں بہت سے حجاج موجود ہیں وہ اور دوسرے حضرات جو حج و عمرہ کر کے آئے ہیں انھوں نے دیکھا ہوگا کہ کعبہ کی عمارت کے بغل میں حطیم ہے' جس پر عمارت نہیں ہے بلکہ خانہ کعبہ کے قریب دونوں جانب سے تھوڑی تھوڑی جگہ چھوڑ کر کے باقی حصے کو ایک چھوٹی سی دیوار سے گھیر دیا گیا ہے' حطیم کی یہ جگہ خانہ کعبہ کا ہی ایک حصہ ہے مگر مشرکین مکہ نے جب اس کی تعمیر کی تو ان کے پاس حلال کمائی کی اتنی رقم جمع نہیں ہوئی کہ پورے خانہ کعبہ کی تعمیر کر سکیں اس لئے انھوں نے اتنی جگہ بغیر تعمیر کے چھوڑ دی۔ مگر اس میں انھوں نے سود کی رقم اور کوئی ناجائز رقم نہیں لگائی۔

دیکھیے! ان لوگوں نے مشرک ہونے کے باوجود اور پیسوں کی کمی اور مجبوری کے باوجود خانہ کعبہ کی تعمیر میں سودی رقم نہیں لگائی اور ہم لوگ جہاد کے لیے ناجائز رقم استعمال کرنے کیلئے سوچ رہے ہیں' افسوس کہ ہم سے زیادہ احساس ان کو تھا' کم سے کم وہ یہ سوچتے اور سمجھتے تھے کہ یہ اللہ کے گھر کا معاملہ ہے؟ اس میں ایسی رقم نہیں لگانی چاہیے' بہرحال عام حالات میں اپنی جان و مال کی حفاظت کے لیے مسلمانوں کو اپنی حلال کمائی ہی صرف کرنا چاہیے اور یہ تصور بھی اپنے ذہن میں نہیں آنے دینا چاہیے کہ اس کے لیے سودی رقم استعمال کریں' بتائیے اگر مسلمان اپنی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کے لیے حلال کمائی نہیں خرچ کریں گے تو کہاں اور کب خرچ کریں گے اور ان کی شب و روز کی محنت اور کمائی کا کیا فائدہ؟ ہاں اگر کبھی بالکل اضطراری کیفیت ہو جائے اور مسلمان اپنا حلال مال خرچ کر کے پوری تیاری کرنے کے بعد بھی محسوس کریں کہ ہمارا اسلحہ اور ساز و سامان کم ہے اور سودی رقم ہمارے پاس موجود ہے یا کہیں سے مل رہی ہے اگر اس سے اسلحہ وغیرہ نہ خریدیں گے تو بہت کمزور پڑ جائیں گے' شکست کھا جائیں گے' ہم اور ہمارے بال بچے قتل کر دیئے جائیں گے' عزت و

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آبرولٹ جائے گی‘ گھربار لوٹ کر تباہ و برباد کر دیئے جائیں گے تو ایسی صورت میں اس کا استعمال جائز ہوگا‘ یہ ﴿إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ﴾ میں داخل ہے مگر اپنی جائز آمدنی کو بچا کر سود کی رقم کو استعمال کرنا جائز نہیں۔

سوال (۳۴): گاڑی کا بیمہ کروانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بغیر بیمہ کے اگر گاڑی چل سکتی ہے تو ایسی صورت میں ویسے (بغیر بیمہ کے) چلائیں بیمہ نہ کروائیں اور اگر بیمہ کروانے پر مجبور ہوں اور گاڑی رکھنی بھی آپ کیلئے ضروری ہو تو لینے اور دینے میں بہر حال تھوڑا فرق فقہا کرام نے کیا ہے‘ مجبوری کی حالت میں دینے کی گنجائش انھوں نے نکالی ہے‘ لینے کی نہیں۔

سوال (۳۵): زید نے کسی بیوپاری سے کریڈٹ پر تیار مال لے کر کاروبار شروع کیا اور کاروبار میں لگے تیار مال کی قیمت اگر معینہ مدت کے اندر ادا نہ کر پائے تو بیوپاری یہ کہہ کر اس سے ہفتہ واری سود مانگے کہ اس نے خود خام مال دوسرے بیوپاری سے لیا تھا اور اسے بھی ہفتہ دیا تھا یا دیتا ہے۔ اور اگر اس کو یہ سود نہ دیا جائے تو وہ کہتا ہے کہ تیار مال واپس دے دو اور اس کی قیمت پہلے کی قیمت سے گھٹا کر لگاتا ہے۔ اس طرح اگر کوئی بیوپاری مجبور کرے تو اسے سود دیا جائے یا کم قیمت پر اس کا مال واپس کر دیا جائے؟

جواب: جب آپ کسی سے مال لیں تو پہلے ہی معاملے کی وضاحت ہو جانی چاہیے کہ آپ اس کی قیمت کتنی مدت میں واپس کریں گے اور اگر اس وقت قیمت ادا نہ کر سکے تو کیا مال جس قیمت پر لیا ہے‘ اسی قیمت پر واپس کریں گے یا کہ نقصان کے ساتھ واپس کریں گے پہلے سے ہی نفع و نقصان اور حلال و حرام کو دیکھ کر کے معاملہ طے کرنا چاہیے اور اگر سودی معاملہ ہو تو نہیں کرنا چاہیے اور اگر پہلے طے نہیں کیا تو میں ایسی صورت میں سود دینے پر گھاٹے کے ساتھ واپس کر دینے کو ترجیح دیتا ہوں‘ تجارت میں نفع‘ نقصان تو لگا ہی رہتا ہے اور کبھی گھاٹے کے ساتھ بھی مال فروخت کرنا پڑتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال (۳۶): پاور لوم والوں کو کپڑوں کی قیمت کی ادائیگی بینک کے ذریعے (چیک کی صورت میں) ہوتی ہے' اس کی قیمت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ جبکہ بیوپاری (لوم والوں سے کپڑے خریدنے والا) سود کا بھی کاروبار کرتا ہے۔

جواب: اپنے مال کی قیمت چاہے بینک کے ذریعے ملے یا کیش میں ملے' لے سکتے ہیں اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ ہاں اگر اس پر سود ملتا ہو تو پھر مسئلہ پیدا ہوتا ہے' ایسی صورت میں آپ سود مت لیجیے صرف اپنے کپڑے کی قیمت لیجیے' اسی طرح غیر مسلم بیوپاری کے ساتھ سودی کاروبار کرنے سے آپ کی قیمت کی حلت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ آپ اپنے کپڑے کی قیمت لے رہے ہیں سود نہیں۔

سوال (۳۷): زید نے پانچ ہزار روپے بینک میں جمع کروائے' سال بھر کے بعد اس کے سود کی رقم پانچ سو روپے ہوئی' ایک دوسرے شخص نے بینک سے قرض لیا تھا' اس پر پانچ سو روپے سود کے واجب الادا تھے تو کیا زید اپنے سود کے پانچ سو روپے دوسرے شخص کو سود کی واجب الادا رقم واپس کرنے کے لیے دے سکتا ہے؟

جواب: ایسی صورت میں ایک سود لینے والا اور دوسرا سود دینے والا ہو گا اور آپ جانتے ہیں کہ سود لینا اور دینا حرام ہے' اس واسطے ایسا کرنا جائز نہیں۔

سوال (۳۸): دوسرے شخص نے بینک سے مجبوراً قرض لیا تھا اور اب وہ سود کی وجہ سے پریشان ہے' اس واسطے زید اس کی مدد کرنا چاہتا ہے؟

جواب: سب سے پہلے سوال یہ ہے کہ اس شخص نے بینک سے قرض کیوں لیا جبکہ اسے معلوم ہے کہ اس پر اسے سود دینا پڑے گا؟ اور کسی مسلمان سے قرض حسنہ حاصل کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ زید اس کی مدد سود کے روپے سے کیوں کرنا چاہتا ہے؟ اپنی حلال کمائی سے کیوں اس کی مدد نہیں کرتا؟ مسلمانوں کو اپنے مسلمان بھائیوں کا تعاون حلال مال سے کرنا چاہیے' حرام مال سے نہیں' البتہ وہ شخص اگر اس قدر مجبور تھا کہ اس کے لیے میتة کھانا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حلال تھا اور لوگوں سے وہ قرض حسنہ مانگ کر تھک گیا اور کسی نے بھی نہیں دیا تب اس نے بینک سے قرض لیا تو وہ معذور ہے اور اب بھی اگر کوئی اس کا تعاون حلال مال سے نہیں کرتا ہے تو یہ وہ رقم لے کر اپنا سودی قرض ادا کر سکتا ہے۔ مگر اس طرح لوگوں کی بے حسی موجب گناہ ہے۔

سوال (۳۹): ہم نے ایک بیمہ کمپنی سے دس ہزار روپے کا معاہدہ کیا ہے' ہماری جائداد (جس کا بیمہ کرایا ہے) کی قیمت دو لاکھ روپیہ ہے' جائداد کو آگ لگنے یا کسی بھی وجہ سے نقصان ہو جاتا ہے اور بیمہ کمپنی ہمارا نقصان بھر دیتی ہے' کیا یہ جائز ہے؟

جواب: بیمہ کمپنی اپنے پاس سے بیمہ کروانے والوں کا نقصان نہیں بھرتی ہے بلکہ بیمہ کروانے والوں کی رقم سے سودی کاروبار کرتی ہے۔ اس پر سود لیتی ہے پھر سود کے پیسوں سے بیمہ کروانے والوں کا نقصان بھرتی ہے۔ نیز بیمہ میں قمار یعنی جوا بھی ہے' اگر بیمہ کروانے والے کا نقصان ہوا تو کمپنی کو دینا پڑے گا ورنہ بیمہ کروانے والے کی رقم جائے گی اور کمپنی کا نفع ہی نفع ہو گا۔ اس واسطے یہ جائز نہیں ہے جو لوگ مکانات کا بیمہ کراتے ہیں' دکانوں کا بیمہ کرواتے ہیں' زندگی کا بیمہ کرواتے ہیں' سب ناجائز ہیں۔

سوال (۴۰): حکومت سعودی عرب کے جو روپے دوسرے ممالک کے بینکوں میں جمع ہیں' کیا ان کا اسے سود ملتا ہے؟ اگر ملتا ہے تو کس مقصد کے لیے وہ استعمال کرتے ہیں؟

جواب: اس کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں' البتہ سعودی علمائے کرام سود لینے دینے کو حرام قرار دیتے ہیں۔ شاہ فیصلؒ نے ایسا بینک قائم کرنے کی کوشش کی تھی جو سود کی لعنت سے پاک ہو۔ الحمد للہ ایسے بینک سعودی عرب میں موجود بھی ہیں جو مضاربہ کے اصولوں پر کاروبار کرتے ہیں اور سودی بینکوں سے تعلق رکھنے پر آدمی مجبور نہیں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ

سوال(۱): کیا فرماتے ہیں علمائے دین، مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ بینک میں فکس ڈپازٹ میں ایک لاکھ جمع کروانے پر پانچ سال کی مدت میں دو لاکھ ملتے ہیں اور ہر ماہ بارہ سو روپے سود ملتا ہے، پانچ سال کے بعد جو ایک لاکھ کی زائد رقم ملتی ہے، یہ رقم لینا جائز اور حلال ہے یا نہیں؟ اور ہر ماہ کے سود کے روپوں، کو غریب نادار اور بیوہ (مسلمان) عورت کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بینک میں فکس ڈپازٹ کے طور پر جمع شدہ رقم ایک لاکھ روپے پر پانچ سال کے بعد جب ایک لاکھ کی زائد رقم ملتی ہے، وہ دراصل سود ہے، کیونکہ کسی شخص یا ادارہ کو ایک متعین رقم دے کر اس سے زیادہ رقم لینے کا نام ہی سود ہے اور سود کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ﴾(بقرہ) "اللہ نے خرید و فروخت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔" اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَا تَبِيعُوا الدِّينَارَ بِالدِّينَارَيْنِ وَلَا الدِّرْهَمَ بِالدِّرْهَمَيْنِ))[1]

"ایک دینار کو دو دینار سے اور ایک درہم کو دو درہم سے نہ بیچو۔" نیز فرمایا: ((اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ فَمَنْ زَادَ أَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ أَرْبَى الْآخِذُ وَالْمُعْطِي سَوَاءٌ))[2]

"سونے کو سونے سے، چاندی کو چاندی سے، گیہوں کو گیہوں سے، جو کو جو سے، کھجور کو کھجور سے، اور نمک کو نمک سے برابر، برابر اور نقد بیچو، جس نے زیادہ دیا یا زیادہ طلب کیا اس نے سود خوری کی، لینے والا اور دینے والا یکساں ہیں۔"

---

[1] رواہ مسلم: ۱۱/ ۱۱۔

[2] رواہ مسلم: ۱۱/ ۱۴۔۵۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آج کے سکے اور روپے' سونے چاندی کے قائم مقام ہیں اس واسطے اگر وہ ایک ہی جنس کے ہوں تو ان کا تبادلہ اور بیع وشراء کرتے وقت برابری اور ہاتھوں ہاتھ لینے اور دینے کا لحاظ کرنا ضروری ہے' ورنہ سود ہو گا' اس لیے کسی مسلمان کو فکس ڈپازٹ نہیں کرنا چاہیے اور اگر کسی نے لاعلمی وغیرہ کی بنا پر یہ معاملہ کر لیا ہے تو اس پر جو سود ملتا ہے اسے نہ اپنے استعمال میں لانا چاہیے اور نہ کسی مسلمان کو دینا چاہیے' اسی طرح ہر ماہ جو بارہ سو روپے بطور سود ملتے ہیں وہ بھی اپنے استعمال میں لانا یا کسی غریب مسلمان کو دینا جائز نہیں۔ کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَكَاتِبَهُ))

''رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے' کھلانے والے' اس کے دونوں گواہوں اور اس کے لکھنے والے پر لعنت فرمائی۔'' (مسلم)

بلکہ سودی رقم کو ایسے غریب غیر مسلم افراد کو دے دینا چاہیے جن سے اسلام اور مسلمانوں کو کوئی خطرہ نہ ہو جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ریشمی جبہ ان کے مشرک بھائی کو دینے کے لیے کہا تھا۔

سوال: کیا کمپنی سے شیئر خریدنا (Share Certificat) اور کمپنی کے ڈینچر (Debencture) میں روپے ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح جو کمپنیاں فکس ڈپازٹ لیتی ہیں اور ہر پانچ سال کے بعد منافع دینے کا وعدہ کرتی ہیں تو کیا فکس ڈپازٹ میں روپے ڈالنا اور منافع لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ہندوستان میں جو کمپنیاں اپنے شیئر فروخت کرتی ہیں عموماً ان میں چند شرعی قباحتیں پائی جاتی ہیں:

(1) ان کے راس المال میں بینکوں وغیرہ کے سودی قرضے بھی شامل ہوتے ہیں۔

(2) کاروبار میں حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتے بلکہ زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کے چکر میں ناجائز کاروبار جیسے شراب فروشی' زیادہ سود پر بینکوں کو قرض دینا اور سٹے بازی وغیرہ کرتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿۳﴾ کاروبار میں ایمانداری اور صداقت وغیرہ کا لحاظ نہیں کرتے' ان میں گھپلے بازی دھوکہ دہی اور کذب بیانی وغیرہ عام ہے۔

﴿۴﴾ مضاربہ (شراکت) کے اصولوں پر شیئر خریدنے والوں کو نفع و نقصان میں شریک کرنے اور نفع میں سے ایک طے شدہ فیصد دینے کے بجائے انھیں ان کی رقم پر ایک متعین مقدار میں نفع کے نام پر سود دیتے ہیں' اس واسطے ان کمپنیوں کے شیئر لینا جائز نہیں ہے۔

ہاں! اگر کوئی ایسی کمپنی ہو جو اپنے شیئر لینے والوں کو مضاربہ کے شرعی اصولوں کے مطابق نفع و نقصان میں شریک کرتی ہو اور سرمایہ کو جمع کرنے اور پھر کاروبار کرنے میں غیر شرعی طریقے اختیار نہ کرتی ہو تو اس کا شیئر خریدنا جائز ہے' مگر خریدنے سے پہلے اچھی طرح تحقیق کر لینی چاہیے کیونکہ ہندوستان میں اس کا اہتمام نہ ہونے کے برابر ہے۔

سوال (۱۰۳): کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درج ذیل مسائل کے بارے میں:

[۱] ایک گروپ' عوام کے سرمائے کو شیئرز اور دیگر بڑی کمپنیوں میں لگاتا ہے' اور ان کمپنیوں کے کاروبار میں حصہ لیتا ہے جو قیمتی اشیاء تیار کر کے مارکیٹ میں فروخت کرتی ہیں۔ وہ کمپنیاں کس طرز پر تجارت کرتی ہیں' بینک سے کتنا سودی کاروبار ہوتا ہے' فروخت کا طریقہ کار کیا ہے؟ ہمیں معلوم نہیں۔ تو کیا اس طریقے سے کسی انجانے کاروبار میں سرمایہ لگا کر گھر بیٹھے منافع کمانا درست ہے؟

[۲] ایک گروپ منافع کی شرح ۲۰/۸۰ کے تناسب سے شرکاء کے درمیان تقسیم کرتا ہے یعنی سرمایہ کار کو ۸۰ فیصد منافع اور کمپنی کو ۲۰ فیصد منافع حاصل ہوتا ہے جبکہ تمام محنت اور جو بھی کاروبار ہوتا ہے وہ گروپ اور اس کے ذمہ داران کرتے ہیں اور منافع صرف ۲۰ فیصد لیتے ہیں' اور سرمایہ کار جو صرف پیسہ لگاتا ہے اسے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۰ فیصد منافع ملتا ہے' تو کیا یہ درست ہے؟

۳ اسی طرح اگر کمپنی کو نقصان ہوتا ہے تو سرمایہ کار کو نقصان برداشت نہیں کرنا پڑتا' وہ نقصان صرف کمپنی ہی برداشت کرے گی۔ کیا یہ درست ہے؟

۴ دو شخص آپس میں ایک معاہدہ کرتے ہیں کہ محنت ایک شخص کی اور پیسہ دوسرے شخص کا' اس طرز کے معاملات میں جہاں تک ہماری معلومات ہیں' دونوں فریق کو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کون سا دھندہ یا تجارت کی جا رہی ہے اور کتنا منافع ہو رہا ہے' اس میں منافع کی تقسیم' فیصد کے حساب سے ہوتی ہے نہ کہ کسی کے لیے ایک رقم مختص کی جاتی ہے۔ اگر تجارت میں پیسہ لگانے والے شخص کے لیے ایک معقول رقم متعین کر دی جائے تو وہ سود ہو گا یا نہیں؟ اس بارے میں شرعی معلومات دیجیے۔

۵ امداد باہمی کے ادارہ سے تجارت کے لیے ایک شخص کو روپیہ دیا گیا اور اس میں اس شخص کو نقصان ہو جاتا ہے' اس نقصان کا ذمہ دار کون ہو گا؟ تجارت کرنے والا یا امداد باہمی کا ادارہ؟

۶ اسٹاک ایکسچینج یا شیئرز کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

۷ ذخیرہ اندوزی بغرض تجارت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اگر اس نیت سے ذخیرہ کیا جائے کہ قلت کے وقت اشیاء زیادہ منافع سے فروخت کی جائیں تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ واضح کیجیے۔

۸ ایک کمپنی شہر کی مساجد و مدارس کو دعوت دیتی ہے کہ آپ ہماری کمپنی میں حصہ داری کریں' اگر آپ (مساجد و مدارس کے ذمہ داران) ہماری کمپنی میں ایک لاکھ (۱۰۰۰۰۰) سرمایہ لگاتے ہیں تو کمپنی دو ماہ کے بعد ہر ماہ ۷ سے ۸ ہزار روپے منافع کی شکل میں دے گی' جس کا معاہدہ سات سال کا ہو گا۔ سات سال تک کمپنی ماہانہ ۷/۸ ہزار روپے کے حساب سے تقریباً ۸۴ ہزار سے ۹۶ ہزار روپے تک کا منافع ایک سال میں ادا کرے گی۔ اس طرح سات سال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ۵ لاکھ ۸۸ ہزار سے ۶ لاکھ ۲۷ ہزار روپے تک کمپنی (مساجد و مدارس کو) ادا کرے گی اور مساجد و مدارس کا ابتدا میں جمع کروایا ہوا اصل سرمایہ اپنی جگہ قائم رہے گا اور اگر ان سات سالوں میں کمپنی کو نقصان ہوتا ہے تو وہ نقصان صرف کمپنی برداشت کرے گی۔ اس نقصان سے مساجد و مدارس کو کوئی نقصان برداشت نہیں کرنا پڑے گا' تو کیا اس طرح مساجد و مدارس کا سرمایہ کسی انجانے کاروبار میں لگا کر منافع کمانا درست ہے؟ شریعت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمایئے۔

جواب: ◇ ہر مسلمان پر حلال روزی طلب کرنا واجب ہے ارشاد نبوی ہے: ((طَلَبُ الْحَلَالِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ))[1]

یعنی حلال روزی کا طلب کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ ایک بہت مشہور حدیث ہے:

((اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ' وَبَیْنَهُمَا اُمُوْرٌ مُشْتَبِهَةٌ' فَمَنْ تَرَكَ مَا تَشْتَبِهُ عَلَیْهِ مِنَ الْاِثْمِ كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ اَتْرَكَ' وَمَنِ اجْتَرَءَ عَلٰی مَا یَشُكُّ فِیْهِ مِنَ الْاِثْمِ اَوْشَكَ اَنْ یُّوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ' وَالْمَعَاصِیْ حِمَی اللّٰهِ' مَنْ یَرْتَعْ حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشِكُ اَنْ یُّوَاقِعَهُ))[2]

''حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں جس نے اس کو چھوڑ دیا جس کے گناہ اور حرام ہونے میں شبہ ہے' وہ اس کو بدرجہ اولیٰ چھوڑ دے گا جس کا گناہ (اور حرام ہونا) واضح ہے' اور جو مشکوک میں پڑنے کی جرأت کرے گا' قریب ہے کہ اس میں بھی واقع ہو جائے جس کی حرمت واضح ہے۔ معاصی اللہ کی محفوظ چراگاہ کی طرح ہیں' جو جانور محفوظ چراگاہ کے اردگرد چرے گا قریب ہے کہ وہ محفوظ چراگاہ میں داخل ہو جائے۔''

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بازار میں گشت کرتے تھے اور بعض تاجروں کو (ان

---

[1] رواہ الطبرانی وقال المنذری: اسنادہ حسن ان شاء اللہ۔

[2] متفق علیہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی غلطیوں پر) درہ مارتے تھے اور فرماتے تھے: ((لَا یَبِیعُ فِیْ سُوْقِنَا اِلَّا مَنْ یَفْقَهُ، وَاِلَّا أَكَلَ الرِّبَا شَاءَ اَمْ أَبٰی)) "ہمارے بازار میں وہی تجارت کرے جو تجارت کے مسائل جانتا اور سمجھتا ہو ورنہ چاہے یا نہ چاہے سود خوری کر بیٹھے گا۔"

ان تمام روایات مرفوعہ و موقوفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کو مشتبہ امور سے بچنا اور دور رہنا چاہیے۔ ہندوستان میں شیئر کمپنیاں عموماً سودی کاروبار کرتی ہیں، اس واسطے بلا تحقیق ان کمپنیوں میں حصص لے کر منافع کمانا درست نہیں۔

۱۰ اگر کوئی گروپ یا شخص ایسا کرے کہ خود نفع میں سے صرف ۲۰ فیصد لے اور سرمایہ کاروں کو ۸۰ فیصد منافع دے اور فریقین میں یہ بات واضح طور سے طے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، بس ہر ایک کا نفع میں سے حصہ معلوم و متعین ہونا چاہیے، اس پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔علامہ ابن قدامہ، خرقی کے قول "وَالرِّبْحُ عَلٰی مَا اصْطَلَحَا عَلَيْهِ" "نفع اس کے مطابق ہوگا جسے دونوں (فریقین) نے طے کیا ہے۔" کی شرح میں فرماتے ہیں: "يَعْنِیْ فِیْ جَمِيْعِ اَقْسَامِ الشِّرْكَةِ، وَلَا خِلَافَ فِیْ ذٰلِكَ فِی الْمُضَارَبَةِ الْمَحْضَةِ قَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ: اَجْمَعَ اَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰی أَنَّ لِلْعَامِلِ اَنْ يَشْتَرِطَ عَلٰی رَبِّ الْمَالِ ثُلُثَ الرِّبْحِ أَوْ نِصْفَهُ أَوْ مَا يُجْمِعَانِ عَلَيْهِ بَعْدَ أَنْ يَكُوْنَ ذٰلِكَ مَعْلُوْماً جُزْءاً مِنْ اَجْزَاءٍ لِأَنَّ اِسْتِحْقَاقَ الْمُضَارِبِ الرِّبْحَ بِعَمَلِهِ، فَجَازَ مَا يَتَّفِقَانِ عَلَيْهِ مِنْ قَلِيْلٍ وَكَثِيْرٍ، كَالْأُجْرَةِ فِی الْاِجَارَةِ، وَكَالْجُزْءِ مِنَ الثَّمَرَةِ فِی الْمُسَاقَاةِ وَالْمُزَارَعَةِ"[1]

"(نفع فریقین کے طے کردہ معیار پر ہوگا) شرکت کی تمام اقسام میں اور خالص مضاربت میں اس کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔ ابن المنذر نے فرمایا: اہل علم نے اس پر اجماع کیا ہے کہ عامل (کاروبار کرنے والا) کے لیے

[1] المغنی: ۵/ ۱۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائز ہے کہ رب المال (سرمایہ کار) سے ۳/۱یا ۲/۱یا جس پر دونوں اتفاق کر لیں اتنے منافع کی شرط رکھے' اس کے بعد کہ وہ (نفع) معلوم اور منافع کے اجزاء میں سے ایک جز ہو۔ اس واسطے کہ مضارب (عامل) کا استحقاقِ منافع اس کے عمل کی وجہ سے ہوتا ہے' لہٰذا قلیل و کثیر جس پر دونوں اتفاق کر لیں' جائز ہے جیسا کہ اجارہ میں اجرت اور مساقاۃ (باغ بٹائی پر دینا) اور مزارعۃ (کھیت بٹائی پر دینا) میں پھل اور غلہ کے بارے میں ہے۔''

⟐ کمپنی کا یہ کہنا کہ اگر نقصان ہوگا تو سرمایہ کاروں کو نقصان برداشت نہیں کرنا پڑے گا اور وہ نقصان صرف کمپنی برداشت کرے گی' سراسر باطل اور مضاربہ کے اصول کے منافی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر کمپنی کی جانب سے تعدی کے بغیر ہی نقصان ہوا تو کمپنی اس نقصان کی ذمہ دار نہیں ہوگی بلکہ سرمایہ کاروں کو یہ خسارہ برداشت کرنا پڑے گا۔ کمپنی کی صرف محنت ضائع ہوگی۔ کیونکہ مضاربہ کرنے والی کمپنی کی حیثیت امین کی ہے اور امین امانت میں نقصان اور ضیاع کا ضامن نہیں ہوتا۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں:

''وَالْوَضِيعَةُ فِي الْمُضَارَبَةِ عَلَى الْمَالِ خَاصَّةً' لَيْسَ عَلَى الْعَامِلِ مِنْهَا شَيْئٌ لِأَنَّ الْوَضِيعَةَ عِبَارَةٌ عَنْ نُقْصَانِ رَأْسِ الْمَالِ' وَهُوَ مُخْتَصٌّ بِمِلْكِ رَبِّهِ' لَا شَيْئَ لِلْعَامِلِ فِيهِ' فَيَكُونُ نَقْصُهُ مِنْ مَالِهِ دُونَ غَيْرِهِ' وَإِنَّمَا يَشْتَرِكَانِ فِيمَا يَحْصُلُ مِنَ النِّمَاءِ فَأَشْبَهَ الْمُسَاقَاةَ وَالْمُزَارَعَةَ' فَإِنَّ رَبَّ الْأَرْضِ وَالشَّجَرِ يُشَارِكَانِ الْعَامِلَ فِيمَا يَحْدُثُ مِنَ الزَّرْعِ وَالثَّمَرِ' وَإِنْ تَلِفَتِ الشَّجَرُ أَوْ هَلَكَ شَيْئٌ مِنَ الْأَرْضِ بِغَرَقٍ أَوْ غَيْرِهِ لَمْ يَكُنْ عَلَى الْعَامِلِ شَيْئٌ))[1]

''مضاربہ میں نقصان خاص طور سے مال پر ہوگا' عامل اس کا ذمہ دار بالکل نہ ہو

[1] المغنی: ۵/ ۲۴-۲۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گا' اس واسطے کہ گھاٹا نام ہے رأس المال کے کم ہونے کا اور رأس المال خاص سرمایہ کار کی ملکیت ہے' عامل کا اس میں کچھ نہیں' اس لیے نقصان سرمایہ کار کے مال سے ہوگا' دوسرے کے ذمہ نہیں ہوگا' وہ دونوں صرف اس نفع میں شریک ہوں گے جو اس (سرمایہ) سے حاصل ہوگا۔ یہ مساقاۃ اور مزارعہ کے مشابہ ہے جیسے زمین اور درخت کے مالک' جو غلہ اور پھل نکلتا ہے اس میں عامل کے ساتھ شریک ہوتے ہیں لیکن زمین یا درخت میں سے کچھ تلف ہو جائے تو عامل پر کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی' اسی طرح مضاربہ میں بھی ہوگا۔''

اور سید سابق صاحب فرماتے ہیں:

''اَلْعَامِلُ اَمِيْنٌ، وَمَتٰى تَمَّ عَقْدُ الْمُضَارَبَةِ وَقَبَضَ الْعَامِلُ الْمَالَ، كَانَتْ يَدُ الْعَامِلِ يَدَ أَمَانَةٍ، فَلَا يُضْمَنُ إِلَّا بِالتَّعَدِّيْ، فَإِذَا تَلَفَ الْمَالُ بِلَا تَعَدٍّ مِنْهُ فَلَاشَيْئَ عَلَيْهِ وَالْقَوْلُ قَوْلُهٗ مَعَ يَمِيْنِهٖ إِذَا ادَّعٰى ضِيَاعَ الْمَالِ أَوْ هَلَاكَهٗ، لِأَنَّ الْأَصْلَ عَدَمُ الْخِيَانَةِ''[1]

''عامل امین ہے' جب عقد مضاربہ مکمل ہو گیا اور عامل نے مال اپنے قبضہ میں لے لیا تو عامل کا ہاتھ امانت کا ہاتھ ہے۔ اس واسطے تعدی (ظلم اور حد سے تجاوز) کے بغیر ضامن نہیں ہوگا' لہٰذا جب مال اس کے تعدی کے بغیر تلف ہو تو اس پر کچھ ذمہ داری نہیں اور اگر وہ ضیاع کا دعویٰ کرے تو اس کی بات قسم کے ساتھ تسلیم کی جائے گی' کیونکہ اصل چیز عدم خیانت ہے۔''

◈ مضاربہ میں رقم لگانے والے (رب المال) اور کاروبار کرنے والے (عامل) کے لیے منافع میں حصہ فیصد کے حساب سے مقرر کرنا ضروری ہے اور کسی کے لیے کوئی مخصوص رقم فکس کرنا درست نہیں' اگر ایسا کیا گیا تو یہ معاملہ درست نہیں ہوگا۔ علامہ سید سابق نے مضاربہ کی شروط کو بیان کرتے ہوئے تیسری شرط کو اس طرح بیان کیا ہے:

---

[1] فقه السنة: ۳/ ۳۳۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اَنْ يَكُوْنَ الرِّبْحُ بَيْنَ الْعَامِلِ وَصَاحِبِ رَأْسِ الْمَالِ مَعْلُوْماً بِالنِّسْبَةِ، كَالنِّصْفِ وَالثُّلُثِ وَالرُّبْعِ، لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَامَلَ اَهْلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا۔ وَقَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ: "اَجْمَعَ كُلُّ مَنْ نَّحْفَظُ عَنْهُ عَلٰى اِبْطَالِ الْقِرَاضِ اِذَا جَعَلَ اَحَدُهُمَا لِنَفْسِهٖ دَرَاهِمَ مَعْلُوْمَةً" وَعِلَّةُ ذٰلِكَ اَنَّهٗ لَوِ اشْتُرِطَ قَدْرٌ مُّعَيَّنٌ لِّاَحَدِهِمَا فَقَدْ لَا يَكُوْنُ الرِّبْحُ اِلَّا هٰذَا الْقَدْرِ، فَيَأْخُذُهٗ مَنِ اشْتُرِطَ لَهٗ، وَلَا يَأْخُذُ الْاٰخِرُ شَيْئاً، وَهٰذَا مُخَالِفُ الْمَقْصُوْدِ مِنْ عَقْدِ الْمُضَارَبَةِ الَّذِيْ يُرَادُ بِهٖ نَفْعُ كُلٍّ مِّنَ الْمُتَعَاقِدَيْنِ"[1]

"تیسری شرط یہ ہے کہ عامل اور رأس المال کے مالک (سرمایہ کار) کے درمیان نفع، نسبت کے اعتبار سے معلوم و متعین ہو، جیسے نصف، ثلث، ربع۔ اس لیے کہ نبی ﷺ نے اہل خیبر سے نصف پیداوار پر معاملہ کیا اور ابن المنذر نے فرمایا: "ان تمام اہل علم نے جن سے ہمیں یاد ہے، مضاربہ کے باطل ہونے پر اجماع کیا ہے جب طرفین میں سے کوئی ایک یا دونوں اپنے لیے معلوم دراہم کی شرط رکھیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ایک کے لیے معین مقدار کی شرط رکھی گئی تو کبھی نفع اتنی ہی مقدار میں ہو گا اور اسے وہ شخص لے لے گا جس نے اس کی شرط رکھی ہے اور دوسرا کچھ نہیں پائے گا اور یہ عقد مضاربہ کے مقصد کے خلاف ہے، اس لیے کہ اس سے متعاقدین کو نفع رسانی مقصود ہوتی ہے۔

⑤ اگر کسی شخص کو امداد باہمی کے ادارہ سے تجارت کے لیے روپے بطور قرض دیئے گئے ہیں تو خسارہ کا ذمہ دار تجارت کرنے والا شخص ہو گا کیونکہ جیسے وہ تمام نفع کا اکیلے مالک ہو گا اسی طرح نقصان کا بھی وہی ذمہ دار ہو گا۔ "اَلْغُنْمُ بِالْغُرْمِ" "نفع اور نقصان ساتھ ساتھ" اور اگر بطور مضاربہ دیا تھا تو ادارہ امداد باہمی ذمہ دار ہو گا جیسا کہ نمبر ۳ میں گزر چکا ہے۔

[1] فقه السنة: ۳/ ۲۲۹، وانظر ایضا المغنی: ۵/ ۲۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

◈ شیئرز بازار میں کام کرنے والی کمپنی اگر مضاربہ کے اصولوں کے مطابق کاروبار کرتی ہے اور اس کے لین دین میں سودی کاروبار یا کوئی اور ناجائز عمل داخل نہیں تو جائز ہے' ورنہ نہیں۔ مگر ہندوستان جیسے ملک میں ایسا بہت مشکل ہے اور مجھے کسی ایسی کمپنی کا علم نہیں جو بالکل شرعی طور پر یہ کاروبار کرتی ہو۔

◈ ذخیرہ اندوزی خاص طور سے قوت (غلہ اور جو چیزیں غذا کے طور پر کھائی جاتی ہیں) میں اور اس صورت میں ممنوع ہے جب بھاؤ بڑھانے کی نیت سے ہو یا گرانی کے زمانہ میں غلہ خرید کر کے ذخیرہ اندوزی کرے اور ارادہ یہ ہو کہ جب یہ گراں ہوگا تب فروخت کریں گے۔ یہی احتکار ہے جس کی ممانعت احادیث میں وارد ہے۔

''اَقُوْلُ: اَلْحَقُّ اَنَّ الْاَحَادِیْثَ الْمُطْلَقَةَ مُقَیَّدَةٌ بِالطَّعَامِ' فَلَا یَصِحُّ مَا قِیْلَ مِنْ تَحْرِیْمِ اِحْتِکَارِ قُوْتِ الْبَهَائِمِ' وَالْقِیَاسُ لَهٗ عَلٰی قُوْتِ الْآدَمِیِّ قِیَاسٌ' مَعَ الْفَارِقِ وَلَا یَکُوْنُ الْاِحْتِکَارُ مُحَرَّمًا اِلَّا اِذَا کَانَ لِقَصْدِ اَنْ یُغْلِیَ ذٰلِكَ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ کَمَا وَرَدَ فِیْ حَدِیْثِ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عِنْدَ اَحْمَدَ وَالْحَاکِمِ' فَاعْتِبَارُ هٰذَا الْقَیْدِ لَا بُدَّ مِنْهُ' فَمَنْ لَّمْ یَقْصُدْ ذٰلِكَ لَمْ یَحْرُمْ عَلَیْهِ الْاِحْتِکَارُ' وَظَاهِرُهٗ اَنَّ الْقَاصِدَ بِاحْتِکَارِهٖ غَلَاءَ الْاَسْعَارِ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ دَاخِلٌ تَحْتَ النَّهْیِ وَالْوَعِیْدِ' سَوَاءٌ کَانَ بِالْمُسْلِمِیْنَ حَاجَةٌ اَمْ لَا' لِاَنَّ هٰذَا الْقَصْدَ بِمُجَرَّدِهٖ کَافٍ''[1]

''میں کہتا ہوں کہ حق یہ ہے ذخیرہ اندوزی کی حرمت کے سلسلہ میں مطلق حدیثیں طعام (غلہ) کے ساتھ مقید ہیں' اس واسطے جو چوپایوں کی قوت (غذا) کی ذخیرہ اندوزی کی حرمت کا قول ہے وہ صحیح نہیں ہے' اور اس کو آدمی کی قوت (غذا) پر قیاس کرنا' قیاس مع الفارق ہے اور ذخیرہ اندوزی صرف اس صورت میں حرام ہے جب مسلمانوں پر مہنگائی کے قصد سے ہو جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ

[1] الروضة الندیة (۲/ ۲۱۹)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مسند احمد اور حاکم میں ہے۔ اس واسطے اس قید کا اعتبار کرنا ضروری ہے' جس کا یہ قصد نہ ہو اس پر ذخیرہ اندوزی حرام نہیں اس کا ظاہر یہ ہے کہ ذخیرہ اندوزی سے مسلمانوں پر بھاؤ کی گرانی کا قصد کرنے والا ممانعت و وعید میں داخل ہے' خواہ مسلمانوں کو اس کی حاجت ہو یا نہ ہو' اس واسطے کہ مجرد یہ قصد ہی تحریم کے لیے کافی ہے۔

اور اگر ارزانی کے زمانہ میں خریدا یا اس کے گاؤں سے آیا اور ذخیرہ کر لیا اور نیت بھاؤ بڑھانے کی نہیں ہے' یا اپنی اور اپنے بال بچوں وغیرہ کی ضرورت کے لیے خرید کر ذخیرہ کیا' یا بروقت فروخت کرنے کے لیے خریدا تو یہ نہ احتکار ہے نہ حرام۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قَالَ اَصْحَابُنَا: اَلْاِحْتِكَارُ الْمُحَرَّمُ هُوَ الْاِحْتِكَارُ فِي الْأَقْوَاتِ خَاصَّةً وَهُوَ اَنْ يَشْتَرِيَ الطَّعَامَ فِيْ وَقْتِ الْغَلَاءِ لِلتِّجَارَةِ وَلَا يَبِيْعُهُ فِي الْحَالِ، بَلْ يَدَّخِرُهُ لِيَغْلُوَ ثَمَنُهُ، فَاَمَّا اِذَا جَاءَ مِنْ قَرْيَتِهِ أَوِ اشْتَرَاهُ فِيْ وَقْتِ الرُّخْصِ وَادَّخَرَهُ، اَوِ ابْتَاعَهُ فِيْ وَقْتِ الْغَلَاءِ لِحَاجَتِهِ اِلٰى أَكْلِهِ، أَوِ ابْتَاعَهُ لِيَبِيْعَهُ فِي الْوَقْتِ فَلَيْسَ بِاِحْتِكَارٍ وَلَا تَحْرِيْمَ فِيْهِ وَاَمَّا غَيْرُ الْأَقْوَاتِ فَلَا يَحْرُمُ الْاِحْتِكَارُ فِيْهِ بِكُلِّ حَالٍ"[1]

"ہمارے اصحاب نے کہا کہ حرام ذخیرہ اندوزی' خاص اقوات (غلوں) کی ذخیرہ اندوزی ہے اور وہ یہ کہ غلہ مہنگائی کے وقت خریدے اور فی الحال فروخت نہ کرے بلکہ اس کو ذخیرہ کر کے رکھے تا کہ اس کی قیمت بڑھ جائے اور وہ مہنگا ہو جائے لیکن جب اس کے گاؤں سے آئے یا اس کو ارزانی کے زمانہ میں خرید کر ذخیرہ کرے یا اس کو مہنگائی کے وقت میں اپنے کھانے کی ضرورت کے لیے خریدے یا بروقت فروخت کرنے کے لیے خریدے تو یہ احتکار ہے اور نہ ہی حرام ہے۔"

---

[1] شرح مسلم: ۱۱/ ۴۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور غیر اقوات کی ذخیرہ اندوزی کو حرام قرار دینے میں حکمت اور عامۃ الناس سے ضرر کا دفع کرنا ہے۔ اسی طرح علماء کا اجماع ہے کہ اگر کسی انسان کے پاس غلہ ہو اور لوگ اس کے محتاج ہوں اور اس کے سوا کہیں ان کو غلہ نہ مل رہا ہو تو لوگوں سے ضرر کو دفع کرنے کے لیے اسے بیچنے پر مجبور کیا جائے گا اور جو کتاب میں سعید بن المسیب اور معمر راویانِ حدیث سے یہ ذکر کیا ہے کہ وہ دونوں ذخیرہ اندوزی کرتے تھے' تو ابن عبدالبر اور دوسرے علماء نے کہا کہ دونوں تیل کی ذخیرہ اندوزی کرتے تھے۔ انھوں نے حدیث کو قوت کی' حاجت اور مہنگائی کے وقت ذخیرہ اندوزی پر محمول کیا ہے اور اسی طرح اس کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے ائمہ نے بھی محمول کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ذخیرہ اندوزی دو صورتوں میں حرام ہے۔ ایک جبکہ اس کا مقصد بھاؤ بڑھانا ہو۔ دوسرے جب لوگوں کو اس کی حاجت ہو اور بازار میں اس کی قلت ہو اور یہ ذخیرہ اندوزی تجارت کے لیے ہو۔

۵ نمبر ۳' ۴ میں یہ بات گزر چکی ہے کہ یہ شکل جائز نہیں کہ کمپنی نفع دینے کی بھی ذمہ داری لے اور نقصان ہونے کی صورت میں وہی کل نقصان بھی برداشت کرے اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ کسی کو کوئی متعین (فکس) رقم بطور نفع دینے کے لیے طے کریں بلکہ منافع میں سے ہر ایک کے لیے فیصد طے ہونا چاہیے۔

سوال (۱۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین' اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے دس ہزار روپے نقد قاسم نامی بیوپاری کو اس شرط پر دیے کہ قاسم ان روپوں سے کاروبار کر کے ہر ماہ پابندی سے پانچ سو (۵۰۰) روپے منافع زید کو دیا کرے۔ سوال یہ ہے کہ زید کا ان روپوں کو لینا شریعت مطہرہ کی نظر میں کیا حیثیت رکھتا ہے؟ یہ رشوت یا سود کے زمرہ میں شمار ہو گا یا ان روپوں کا لینا اس حیثیت سے درست ہو گا؟

براہ کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں اطمینان بخش طریقہ پر وضاحت سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب دینے کی زحمت گوارا کریں۔ جَزَاكُمُ اللّٰهُ فِي الدَّارَيْنِ خَيْرَ الْجَزَاءِ

جواب: زید نے دس ہزار روپے نقد جو قاسم نامی بیوپاری کو اس شرط پر دیے کہ قاسم ان روپوں سے کاروبار کر کے ہر ماہ پابندی سے پانچ سو روپے منافع میں سے زید کو دیا کرے یہ شرط غلط اور باطل تھی' عقد مضاربہ (جس میں ایک شخص دوسرے شخص کو نقد رقم تجارت کے لیے اس شرط پر دیتا ہے کہ وہ بھی نفع میں شریک ہو گا) کی صحت کے لیے یہ شرط ہے کہ نقد رقم کے مالک اور عامل (تجارت کرنے والے) کے درمیان نفع نسبت کے اعتبار سے طے ہو' مثلاً یہ طے ہو کہ نفع دونوں کو آدھا آدھا ملے گا یا رقم کے مالک کو ۱/۴ اور تجارت کرنے والے کو ۳/۴ ملے گا یا کام کرنے والے کو ۱/۳ اور رقم کے مالک کو ۲/۳ ملے گا وغیرہ۔

اور اگر دونوں کے لیے یا ان میں سے کسی ایک کے لیے معین رقم کی شرط رکھی گئی (جیسا کہ یہاں زید نے اپنے لیے ہر ماہ پانچ سو (۵۰۰) روپے کی شرط رکھی ہے) تو یہ عقد مضاربہ باطل ہو گا۔

علامہ ابن المنذر فرماتے ہیں:

"أَجْمَعَ كُلُّ مَنْ نَّحْفَظُ عَنْهُ عَلٰى إِبْطَالِ الْقِرَاضِ إِذَا جَعَلَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا لِنَفْسِهِ دَرَاهِمَ مَعْلُوْمَةً"

"جن آئمہ کے اقوال ہمیں یاد ہیں ان سب نے اس پر اجماع کیا ہے اور ان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں اپنے لیے ایک معلوم و متعین رقم طے کر لیں تو مضاربہ یا قراض باطل ہو گا۔"

اس واسطے زید اور قاسم کے درمیان ہونے والا یہ عقدِ مضاربہ باطل ہے اور جب عقد مضاربہ کسی شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے باطل ہو تو ایسی صورت میں اس رقم پر جو نفع حاصل ہو گا' اس کا حق دار روپے کا مالک ہو گا اور کام کرنے والے (عامل' بیوپاری) کو اجرت المثل ملے گا۔[1]

---

[1] انظر المغنی لابن قدامة: ۵/ ۴۲' و فقه السنة: ۳/ ۲۰۵' ۲۰۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لیے صورت مسئولہ میں اگر اس رقم سے تجارت کرنے پر کچھ نفع ہوا ہے تو اس کا مالک زید ہو گا' اور اگر نقصان ہوا ہے تو بھی اس کا وہی ذمہ دار ہو گا اور قاسم کو اس قسم کے کام پر جو اجرت عام طور پر گاؤں میں دی جاتی ہے اتنی اجرت ملے گی۔ رہا یہ سوال کہ زید جو رقم قاسم سے ہر ماہ لے رہا ہے وہ سود کے حکم میں ہو گی یا رشوت کے؟ تو مذکورہ بالا صورت میں زید جو رقم وصول کر رہا ہے وہ شرعی نقطہ نظر سے سود کے حکم میں ہو گی' اس واسطے کے ایسی صورت میں اس نے گویا قاسم کو دس ہزار روپے قرض دیا اور اس پر وہ بغیر نفع و نقصان کا خیال کیے ہوئے اور فیصد طے کیے ہوئے ہر ماہ پانچ سو (۵۰۰) روپے وصول کر رہا ہے۔

سوال (۱۲): تجارت اور سود میں کیا فرق ہے کہ اسلام نے ایک کو حلال اور دوسرے کو حرام قرار دیا ہے؟

جواب: غور و فکر کرنے سے فی الحال سود اور تجارت میں درج ذیل فرق معلوم ہوتے ہیں۔

۱ سود اور تجارت میں بنیادی فرق یہ ہے کہ تجارت میں نفع اور نقصان دونوں کا احتمال رہتا ہے' جبکہ سود میں (سود خور کے لیے) ایک طے شدہ شرح کے مطابق نفع یقینی ہوتا ہے۔ اس واسطے تجارت کرنے والا حصول نفع کے لیے شب و روز محنت کرتا ہے اور سود خور اپنی رقم کو سود پر دے کر آرام سے بیٹھا رہتا ہے۔ نیز مضاربت کی صورت میں فریقین میں سے ہر ایک کو دوسرے سے ہمدردی ہوتی ہے کیونکہ دونوں کا مفاد مشترک ہوتا ہے جبکہ سود میں سود خور کو محض اپنے مفاد کی فکر ہوتی ہے' دوسرے کے نفع و نقصان سے اسے کوئی مطلب نہیں ہوتا اس طرح سود سے خود غرضی پیدا ہوتی ہے اور تجارت سے ہمدردی اور محبت۔

۲ تجارت میں نقد رقم اور کسی اور چیز کا آپس میں تبادلہ ہوتا ہے جس سے دولت پورے معاشرے میں گردش کرتی ہے اور معیشت میں ترقی ہوتی ہے اور سب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ خوشحال ہوتے ہیں جبکہ سود میں نقد کا نقد سے تبادلہ ہوتا ہے اور دولت غریبوں سے سود خوروں کی جانب حرکت کرتی ہے اور اغنیاء کے طبقہ میں محدود ہو کر رہ جاتی ہے' اس طرح معیشت سکڑتی اور معاشرے سے خوشحالی ختم ہوتی جاتی ہے۔

۳ سب سے اہم اور بنیادی فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (جو بندوں کی مصلحتوں سے خوب واقف ہے اور اسی اعتبار سے اس نے احکام وقوانین وضع کیے ہیں) نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ اگر اس کے سوا کوئی اور فرق سمجھ میں نہ آئے تو بھی بندہ کا فرض ہے کہ حکم الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دے۔

سوال (۱۴): کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس بارے میں کہ سنار کے یہاں پرانے زیورات کو دے کر نئے زیورات لیتے وقت وہ وزن میں فرق کرتے ہیں' مثلاً ہم ایک کلو چاندی کے پرانے زیورات دیں تو وہ نئے زیورات نو سو گرام ہی دیں گے۔ کیا اس طرح زیورات کی خرید و فروخت جائز ہے؟

جواب: جب چاندی کو چاندی سے یا سونے کو سونے سے بیچنا یا خریدنا ہو تو برابر برابر اور نقد خرید و فروخت کرنا ضروری ہے' کمی بیشی کے ساتھ بیچنا یا خریدنا یا ایک کو نقد دینا اور دوسرے کو ادھار رکھنا جائز نہیں۔ کمی بیشی کرنے کی صورت میں سود ہو جائے گا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سونے کو سونے سے اور چاندی کو چاندی سے برابر برابر اور نقد بیچا جائے' زیادہ لینے یا دینے کی صورت میں سود ہو جائے گا۔''[1]

ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سونے یا چاندی کے کچھ برتن ان کے وزن سے زیادہ وزن کے بدلے فروخت کیے تو حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے' مگر یہ کہ برابر برابر ہو۔'' پھر حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اس کا

---

[1] دیکھیے الارواء: ۵/ ۱۸۸' ۱۹۴' ۱۹۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تذکرہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا "لَا تَبِعْ ذٰلِكَ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَزْنًا بِوَزْنٍ" (المغنی: ۴/۱۱) "اسے فروخت نہ کرو مگر برابر برابر اور ہم وزن۔"

اس واسطے یا تو پرانے زیورات پہلے فروخت کر دیں پھر ان کی قیمت سے نئے زیورات خریدیں یا پرانے زیورات کو پھر سے گلا کر اور صاف کر کے نئے زیورات بنانے کے لیے دیں اور بنانے کی جو اجرت ہو وہ دے دیں۔ یہ دونوں صورتیں جائز ہیں، کیونکہ پہلی صورت میں سونے کو سونے سے یا چاندی کو چاندی سے خریدنا یا فروخت کرنا نہیں پایا گیا اور دوسری صورت میں خرید و فروخت ہے ہی نہیں بلکہ اجرت دے کر اپنی چاندی یا سونے کا زیور بنوانا ہے اور یہ حرام نہیں۔

سوال (۱۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں کھیتوں میں بیج ڈالنے کے وقت جن کے پاس بیج کا اچھا گیہوں بچ جاتا ہے، ان سے کچھ لوگ دوسرا گیہوں دے کر بدل لیتے ہیں اور بیج والا گیہوں چونکہ مہنگا ہوتا ہے اس لیے اس کے بدلے میں دوسرا گیہوں زیادہ دینا پڑتا ہے۔ سنا ہے کہ اس طرح کا تبادلہ جائز نہیں، براہِ کرم صحیح مسئلہ سے مطلع فرمائیں۔

جواب: گیہوں اور جَو اموال ربویہ میں سے ہیں، اس واسطے جب گیہوں کو گیہوں سے یا جو کو جو سے بدلیں یا فروخت کریں تو ان کا برابر برابر اور دست بدست ہونا ضروری ہے، ادھار اور کمی بیشی کے ساتھ بدلنا یا خرید و فروخت کرنا جائز نہیں۔ کمی بیشی کر کے بیچیں گے تو سود ہوگا۔ کئی صحیح حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ گیہوں کو گیہوں سے، جو کو جو سے، کھجور کو کھجور سے اور نمک کو نمک سے برابر برابر اور نقد بیچو، جس نے زیادہ دیا یا زیادہ طلب کیا، اس نے سودی لین دین کیا۔[۱]

اور صحیح مسلم میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ کھجوریں لے کر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تو ہماری کھجوروں میں سے نہیں ہیں، تو اس

---

[۱] دیکھیے صحیح بخاری اور الارواء وغیرہ کتب حدیث۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے اپنی کھجور کو ایک صاع کے بدلے دو صاع دے کر فروخت کر دیا ہے اور (یہ اچھی کھجور لے لی ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ سود ہے' اس کو واپس کر دو' پھر پہلے ہماری کھجور فروخت کرو' اس کے بعد اس کھجور میں سے ہمارے لیے خریدو۔

اس سے معلوم ہوا کہ کھجور' گیہوں اور جو وغیرہ' اموال ربویہ کو اگر اس کی جنس سے بدلنا یا بیچنا ہو تو برابر برابر اور نقد بیچنا ضروری ہے اور اگر ایک اچھا اور دوسرا خراب' یا ایک مہنگا اور دوسرا سستا ہو تو بھی ان کا ایک دوسرے سے وزن میں فرق کے ساتھ تبادلہ کرنا جائز نہیں' بلکہ ایسی صورت میں پہلے ایک کو اس کی قیمت کے اعتبار سے فروخت کریں گے' پھر اس کی قیمت سے دوسرے کو خریدیں گے' ورنہ سود ہو جائے گا۔

سوال (۱۵۔۱۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں:

- تانبہ کو پیتل کے برابر برابر' کم وبیش اور نقد و ادھار بیچنا جائز ہے یا نہیں؟
- انگریزی کھاد کو سیمنٹ کے برابر برابر' کم وبیش اور نقد و ادھار بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

کتاب وسنت کی روشنی میں ہر صورت کا جواب تحریر فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

جواب: چھ چیزوں کے سلسلے میں احادیث میں صراحت ہے کہ انھیں جب انہی کی جنس سے فروخت کرنا ہو تو برابر برابر اور نقد بیچنا چاہیے' ایسی صورت میں ان میں کمی بیشی یا ادھار جائز نہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ فَمَنْ زَادَ أَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ أَرْبٰى اَلْآخِذُ وَالْمُعْطِي سَوَاءٌ))[1]

''سونے کو سونے سے' چاندی کو چاندی سے' گیہوں کو گیہوں سے' جو کو جو سے'

[1] رواہ احمد والبخاری۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھجور کو کھجور سے، نمک کو نمک سے، برابر برابر اور نقد فروخت کرو، جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا اس نے سود کا کاروبار کیا، لینے والا اور دینے والا دونوں برابر ہیں۔''

ان کے علاوہ چیزوں کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ ظاہریہ وغیرہ تو ان کے علاوہ چیزوں کو اموال ربویہ نہیں مانتے اور ہم جنس ہونے کی صورت میں بھی کمی بیشی اور نقد و ادھار کی اجازت دیتے ہیں اور اکثر علماء محققین ان چیزوں میں سے سونا اور چاندی میں کمی بیشی کرنے اور ادھار بیچنے کی حرمت کی علت ان کا ''ثمن'' ہونا اور باقی چاروں چیزوں (گیہوں، جو، کھجور اور نمک) میں علت تحریم ان کا ''طعام'' ہونا بتاتے ہیں اور یہی میرے نزدیک راجح ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''وَاخْتَلَفُوْا فِیْ تَحْرِیْمِ التَّفَاضُلِ فِی الْأَصْنَافِ السِّتَّةِ: اَلذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالتَّمْرِ وَالْمِلْحِ هَلْ هُوَ التَّمَاثُلُ وَهُوَ الْكَيْلُ وَالْوَزْنُ أَوْ هُوَ الثَّمَنِيَّةُ وَالطَّعْمُ، أَوْ هُوَ الثَّمَنِيَّةُ وَالتَّمَاثُلُ مَعَ الطَّعْمِ وَالْقُوْتِ وَمَا يُصْلِحُهُ أَوِ النَّهْيُ غَيْرُ مُعَلَّلٍ، وَالْحُكْمُ مَقْصُوْرٌ عَلٰى مَوْرِدِ النَّصِّ، عَلٰى أَقْوَالٍ مَشْهُوْرَةٍ:

وَ ''الْأَوَّلُ'' مَذْهَبُ أَبِیْ حَنِيْفَةَ وَأَحْمَدَ فِیْ أَشْهَرِ الرِّوَايَاتِ عَنْهُ، وَ ''الثَّانِی'' قَوْلُ الشَّافِعِیِّ وَأَحْمَدَ فِیْ رِوَايَةٍ، وَ ''الثَّالِثُ'' قَوْلُ أَحْمَدَ فِیْ رِوَايَةٍ ثَالِثَةٍ اِخْتَارَهَا أَبُوْ مُحَمَّدٍ، وَقَوْلُ مَالِكٍ قَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا، وَهٰذَا الْقَوْلُ أَرْجَحُ مِنْ غَيْرِهٖ''

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:

''وَالْمَقْصُوْدُ هُنَا: اَلْكَلَامُ فِیْ عِلَّةِ تَحْرِيْمِ الرِّبَا فِی الدَّنَانِيْرِ وَالدَّرَاهِمِ وَ الْأَظْهَرُ اَنَّ الْعِلَّةَ فِیْ ذٰلِكَ هُوَ الثَّمَنِيَّةُ لَا الْوَزْنُ، كَمَا قَالَهٗ جُمْهُوْرُ الْعُلَمَاءِ، وَلَا يَحْرُمُ التَّفَاضُلُ فِیْ سَائِرِ الْمَوْزُوْنَاتِ، كَالرَّصَاصِ،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالْحَدِيْدِ وَالْحَرِيْرِ، وَالْقُطْنِ وَالْكَتَّانِ"[1]

اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَالْأَوْفَقُ بِقَوَانِيْنِ الشَّرْعِ أَنْ تَكُوْنَ فِي النَّقْدَيْنِ الثَّمَنِيَّةُ وَتَخْتَصُّ بِهِمَا، وَفِي الْأَرْبَعَةِ الْمَقْتَاتُ الْمُدَّخَرُ، وَاَنَّ الْمِلْحَ لَا يُقَاسُ عَلَيْهِ الدَّوَاءُ وَالتَّوَابِلُ لأَنَّ الطَّعَامَ اِلَيْهِ حَاجَةٌ لَيْسَتْ اِلٰى غَيْرِهِ وَلَا عُشْرَ تِلْكَ الْحَاجَةِ، فَهُوَ جُزْءُ الْقُوْتِ وَبِمَنْزِلَةِ نَفْسِهِ دُوْنَ سَائِرِ الْأَشْيَاءِ وَاِنَّمَا ذَهَبْنَا اِلٰى ذٰلِكَ لِاَنَّ الشَّرْعَ اِعْتَبَرَ الثَّمَنِيَّةَ فِيْ كَثِيْرٍ مِنَ الْأَحْكَامِ كَوُجُوْبِ التَّقَابُضِ فِي الْمَجْلِسِ، وَلِاَنَّ الْحَدِيْثَ وَرَدَ بِلَفْظِ "الطَّعَامِ" وَالطَّعَامُ يُطْلَقُ فِي الْعُرْفِ عَلٰى مَعْنَيَيْنِ: أَحَدُهُمَا الْبُرُّ وَلَيْسَ بِمُرَادٍ، وَالثَّانِيْ الْمَقْتَاتُ الْمُدَّخَرُ وَلِذٰلِكَ يُجْعَلُ قَسِيْمًا لِلْفَاكِهَةِ وَالتَّوَابِلِ"[2]

اور سید سابق صاحب فرماتے ہیں:

"اِنَّ عِلَّةَ التَّحْرِيْمِ بِالنِّسْبَةِ لِلذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ كَوْنُهُمَا ثَمَنًا، وَاِنَّ عِلَّةَ التَّحْرِيْمِ بِالنِّسْبَةِ لِبَقِيَّةِ الْأَجْنَاسِ كَوْنُهَا طَعَامًا فَاِذَا وُجِدَتْ هٰذِهِ الْعِلَّةُ فِيْ نَقْدٍ آخَرَ غَيْرِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ أَخَذَ حُكْمَهُ فَلَا يُبَاعُ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ"

وَكَذَالِكَ اِذَا وُجِدَتْ هٰذِهِ الْعِلَّةُ فِيْ طَعَامٍ آخَرَ غَيْرِ الْقَمْحِ وَالشَّعِيْرِ وَالتَّمْرِ وَالْمِلْحِ فَاِنَّهُ لَا يُبَاعُ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ.

رَوٰى مُسْلِمٌ عَنْ مَعْمَرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: اَنَّهُ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ فَكُلُّ مَا يَقُوْمُ مَقَامَ هٰذِهِ الْأَجْنَاسِ السِّتَّةِ يُقَاسُ عَلَيْهَا وَيَأْخُذُ حُكْمَهَا"[3]

---

[1] مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ: ۲۹/ ۴۷۰-۴۷۱۔

[2] حجة الله البالغة: ۲/ ۱۰۷۔ [3] فقه السنة: ۳/ ۲۸۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور محدث کبیر علامہ عبید اللہ رحمانی فرماتے ہیں: ''میرے نزدیک احتیاط اسی میں ہے کہ چاول اور دوسرے غلہ جات کو اشیاء ربویہ کے حکم میں قرار دے کر ان میں بھی ربوی معاملہ سے اجتناب کیا جائے۔''[1]

اور ان علماء کی رائے ہے کہ جس چیز میں بھی علت ''ثمنیت'' یا ''طعام'' ہو اس کا حکم یہی ہوگا۔ چنانچہ اگر وہ اپنی ہم جنس کے بدلے بیچی جائے تو اس میں مذکورہ حدیث کی بنا پر دو شرطوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ ایک تو یہ کہ دونوں برابر ہوں، دوسرے بیع نقد ہو ادھار نہ ہو اور اگر جنس بدل جائے مگر علت ایک ہی ہو جیسے سونے کو چاندی سے بیچیں یا گیہوں کو جو سے بیچیں تو صرف ایک شرط ہے وہ یہ کہ بیع نقد ہو ادھار نہ ہو باقی کمی بیشی کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ایک تولہ سونا دے کر تین تولہ چاندی لے سکتے ہیں اور ایک صاع گیہوں دو صاع جو سے فروخت کر سکتے ہیں اس لیے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: ((فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هٰذِهِ الْأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ)) (رواہ احمد و مسلم) ''جب یہ صنفیں بدل جائیں تو جیسے چاہو فروخت کرو جب نقد ہو'' اسی طرح ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ''نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ بِالذَّهَبِ اِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَأَمَرَنَا أَنْ نَشْتَرِيَ الْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْنَا وَنَشْتَرِيَ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ كَيْفَ شِئْنَا''

قَالَ فِي مُنْتَقَى الْأَخْبَارِ: ''أَخْرَجَاهُ وَفِيهِ دَلِيلُ جَوَازِ الذَّهَبِ بِالْفِضَّةِ مُجَازَفَةً''[2]

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کو چاندی سے اور سونے کو سونے سے بیچنے سے منع فرمایا مگر یہ کہ برابر برابر ہو اور ہمیں حکم دیا کہ چاندی کو سونے سے جیسے چاہیں خریدیں اور سونے کو چاندی سے جیسے چاہیں خریدیں۔'' منتقی الاخبار میں ہے

---

[1] فتاویٰ علماء حدیث: ۱۴/ ۱۹۲۔

[2] منتقی مع النیل: ۵/ ۱۹۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور محدث کبیر علامہ عبید اللہ رحمانی فرماتے ہیں: ''میرے نزدیک احتیاط اسی میں ہے کہ چاول اور دوسرے غلہ جات کو اشیاء ربویہ کے حکم میں قرار دے کر ان میں بھی ربوی معاملہ سے اجتناب کیا جائے۔''[1]

اور ان علماء کی رائے ہے کہ جس چیز میں بھی علت ''ثمنیت'' یا ''طعام'' ہو اس کا حکم یہی ہوگا۔ چنانچہ اگر وہ اپنی ہم جنس کے بدلے بیچی جائے تو اس میں مذکورہ حدیث کی بنا پر دو شرطوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ ایک تو یہ کہ دونوں برابر ہوں، دوسرے بیع نقد ہو ادھار نہ ہو اور اگر جنس بدل جائے مگر علت ایک ہی ہو، جیسے سونے کو چاندی سے بیچیں یا گیہوں کو جو سے بیچیں تو صرف ایک شرط ہے وہ یہ کہ بیع نقد ہو ادھار نہ ہو، باقی کمی بیشی کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ایک تولہ سونا دے کر تین تولہ چاندی لے سکتے ہیں اور ایک صاع گیہوں دو صاع جو سے فروخت کر سکتے ہیں اس لیے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: ((فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هٰذِهِ الْأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ)) (رواہ احمد و مسلم) ''جب یہ صنفیں بدل جائیں تو جیسے چاہو فروخت کرو جب نقد ہو۔'' اسی طرح ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ''نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ بِالذَّهَبِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَأَمَرَنَا أَنْ نَشْتَرِيَ الْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْنَا وَنَشْتَرِيَ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ كَيْفَ شِئْنَا''

قَالَ فِي مُنْتَقَى الْأَخْبَارِ: ''أَخْرَجَاهُ وَفِيهِ دَلِيلُ جَوَازِ الذَّهَبِ بِالْفِضَّةِ مُجَازَفَةً''[2]

''نبی ﷺ نے چاندی کو چاندی سے اور سونے کو سونے سے بیچنے سے منع فرمایا مگر یہ کہ برابر برابر ہو اور ہمیں حکم دیا کہ چاندی کو سونے سے جیسے چاہیں خریدیں اور سونے کو چاندی سے جیسے چاہیں خریدیں۔'' منتقی الاخبار میں ہے

[1] فتاویٰ علماء حدیث: ۱۴/ ۱۹۲۔

[2] منتقی مع النیل: ۵/ ۱۹۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اس کو روایت کیا اور اس میں سونے کو چاندی سے مجازفۃ بیچنے کا ثبوت ہے۔

اس بنا پر میرے نزدیک اگر تانبہ اور پیتل سکہ کی شکل میں ہوں تو چونکہ دونوں کی جنس الگ ہے مگر علت ''ثمنیت'' ایک ہے' اس واسطے انہیں ایک دوسرے سے کمی بیشی کے ساتھ فروخت کر سکتے ہیں مگر ادھار فروخت نہیں کر سکتے' جیسے سونے کو چاندی سے فروخت کرنے کی صورت میں ہے۔

لیکن سکہ کی شکل میں نہ ہوں تو چونکہ علت ''ثمنیت'' نہیں رہ جاتی اور جنس بھی الگ الگ ہے اس واسطے کمی بیشی کے ساتھ اور نقد وادھار دونوں طرح فروخت کر سکتے ہیں۔

انگریزی کھاد کو سیمنٹ سے برابر برابر اور کم وبیش اور نقد و ادھار ہر طرح سے بیچنا جائز ہے' کیونکہ علت تحریم ربا ''ثمنیت'' یا ''طعام'' ہے اور کھاد اور سیمنٹ نہ طعام میں سے ہیں اور نہ ان میں ثمنیت پائی جاتی ہے' اس واسطے ان میں کمی بیشی اور نقد وادھار سب جائز ہے۔

سوال (۱۷): کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ یہاں عام طور سے کرنسی کا کاروبار کرنے والوں اور بعض تاجروں کا طریقہ ہے کہ اگر آپ ان کے پاس سو روپے کا چینج لینے جائیں تو وہ پانچ روپے کم دیں گے' یعنی سو کے بدلے پچانوے ہی دیں گے اور اگر آپ سو پورا مانگیں تو چینج نہیں دیں گے۔ اسی طرح اگر آپ چھوٹے نوٹ دے کر بڑے نوٹ لینے جائیں جیسے سو سو کا یا پچاس پچاس کا نوٹ دے کر پانچ سو کا نوٹ لینا چاہیں تو دس پانچ روپے زیادہ لے کر ہی بڑے نوٹ دیں گے۔

سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح کمی بیشی کے ساتھ روپوں کا تبادلہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ایسا تبادلہ جائز نہیں کیونکہ جب دونوں سکوں کی جنس ایک ہی ہے' یعنی یہ بھی ہندوستانی روپیہ اور وہ بھی ہندوستانی روپیہ ہے تو تبادلہ کے وقت دونوں کا مساوی ہونا اور نقد تبادلہ کرنا ضروری ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اَلذَّھَبُ بِالذَّھَبِ وَالْفِضَّۃُ بِالْفِضَّۃِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِیْرُ بِالشَّعِیْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ یَدًا بِیَدٍ فَمَنْ زَادَ أَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ أَرْبٰی اَلْاٰخِذُ وَالْمُعْطِی سَوَاءٌ.''[1]

''سونے کو سونے سے' چاندی کو چاندی سے' گیہوں کو گیہوں سے' جو کو جو سے' کھجور کو کھجور سے' نمک کو نمک سے' برابر اور ہاتھوں ہاتھ (یعنی نقد) بیچو' جس نے زیادہ دیا یا زیادہ طلب کیا' اس نے سود کا کاروبار کیا۔ لینے والا اور دینے والا دونوں برابر ہیں۔''

اس معنی کی اور بہت سی روایتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سونے چاندی اور جو چیزیں اس کے معنی میں ہیں (جیسے سکے اور کرنسیاں) ان کے تبادلہ کے وقت جب دونوں جنس ایک ہو تو کمی بیشی کے ساتھ یا نقد کا ادھار کے ساتھ تبادلہ کرنا جائز نہیں' بلکہ دونوں کا برابر اور نقد ہونا ضروری ہے۔ اگر کمی بیشی کی گئی تو سود لینا دینا ہوگا۔

سوال (۱۸): کیا غیر مسلم بینک سے سود لینا یا ایسے بینک سے سود لینا جس میں مسلم بھی حصہ دار ہوں ازروئے شرع کیا حکم رکھتا ہے؟ مدلل و مفصل جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

جواب: مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے بینک قائم کریں جن میں سودی کاروبار نہ ہو' بلکہ مضاربہ کے اصولوں پر اس میں کاروبار ہو' تاکہ مسلمان سود جیسے حرام کاروبار اور ناجائز آمدنی سے بچ سکیں۔ شریعت اسلامیہ میں سود قطعاً حرام ہے' اس پر سخت وعید آئی ہے اور کسی بھی صورت میں سود لینا جائز نہیں ہے خواہ یہ سود کسی غیر مسلم بینک سے لیں یا مسلمان کے بینک سے لیں یا ایسے بینک سے جس میں دونوں حصہ دار ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (البقرہ

[1] رواہ احمد والبخاری۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

:۲۷۸) ''اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔'' ایک دوسری جگہ فرمایا: ﴿اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ﴾ ''جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن قبر سے) نہیں اٹھیں گے مگر اس شخص کی طرح جس کو شیطان نے چھو کر پاگل بنا دیا ہو۔

اور حدیث میں ہے: ((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهُ)) ''سود کھانے والے اور کھلانے والے دونوں پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجی ہے۔''

ان تمام نصوص شرعیہ میں سود کی حرمت عام اور مطلق ہے اور غیر مسلم کے بینک اور مسلمان کے بینک کے سود میں فرق نہیں کیا گیا ہے' اس لیے سود مطلق حرام ہے خواہ کسی بھی شخص یا ادارہ یا بینک سے لیں۔

سوال (۱۹): کیا تجارتی قرضوں پر سود اور ذاتی ضروریات کے لیے لیے گئے قرضوں میں سود میں کچھ فرق ہے؟ بعض حضرات تجارتی قرضوں پر سود کو جائز اور دوسرے سود کو ناجائز کہتے ہیں۔

جواب: صحیح بات یہ ہے کہ دونوں قرضوں کے سود میں کوئی فرق نہیں ہے' جیسے کسی ذاتی ضروریات کے لیے قرض پر سود لینا دینا حرام ہے اسی طرح تجارتی قرضوں پر سود لینا دینا بھی ناجائز ہے۔ آیت کریمہ ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (البقرہ: ۲۷۵) (اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے) میں ''الربا'' (سود) عام ہے اور دونوں قسم کے قرضوں کے سود کو شامل ہے بلکہ بیع کی تحلیل کے مقابلے میں سود کی حرمت کے بیان سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ یہاں تجارتی سود ہی مراد ہے۔ عہد نبوی میں تجارتی سود موجود تھا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے جس سود کی حرمت کا تذکرہ احادیث میں ہے' وہ تجارتی سود ہی تھا' اس لیے واضح طور سے ثابت ہو گیا کہ سود کی حرمت اس کی دونوں قسموں کو شامل ہے اور تجارتی سود کو مستثنیٰ قرار دینا درست نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: (۲۰): آج کل نئی گاڑی، کار' بس یا ٹرک وغیرہ خریدنے پر لازماً سود دینا پڑتا ہے کیونکہ ان کی فروخت قسطوں پر ہوتی ہے اور قسط پر سود دینا پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

جواب: جہاں تک سود سے بچ سکتے ہوں بچیں' مثلاً اگر نئی گاڑی خریدنا ضروری نہ ہو تو سیکنڈ ہینڈ لے لیجیے' اگر نئی گاڑی ہی لینا ضروری ہو تو کوشش کیجیے کہ نقد خریدیں اور قسطوں پر لینے اور سود دینے سے بچیں' اگر ایسا بھی ممکن نہ ہو تو گاڑی کی مجموعی قیمت معلوم کریں اور دکاندار سے اتنی قیمت پر بغیر سود کا نام لیے سوداد طے کریں اور اس کی بھی وضاحت کرلیں کہ ہر قسط کتنے روپوں کی ہوگی اور جو رقم ادا کریں اس کو گاڑی کی قیمت سمجھ کر دیں' سود سمجھ کر اور سود کی نیت کر کے نہ دیں۔ بہرحال جہاں تک ہو سکے سود سے بچیں اور اللہ تعالیٰ کے قول ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ "اپنی استطاعت کے مطابق اللہ سے ڈرو" پر عمل کریں' مجبوری و اضطرار کی صورت میں امید ہے کہ ان شاء اللہ مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ ہر جگہ سودی نظام کے غلبہ اور تسلط کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ وہ زمانہ آ گیا جس کی پیشین گوئی رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمائی تھی: "لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جب ہر کوئی سود کھانے والا ہوگا' اگر سود نہ کھائے تو بھی اس کا بخار اور ایک دوسری روایت کے مطابق اس کا غبار اسے ضرور پہنچ کر رہے گا۔"[1]

آج پوری دنیا میں سودی نظام اس طرح عام اور غالب ہو گیا ہے کہ اس سے کلی طور پر اجتناب بہت ہی مشکل ہو گیا ہے' کوئی شخص پوری نیک نیتی سے اس سے کلیۃً بچنا چاہے بھی تو بہت سے معاملات میں الجھنیں پیش آتی ہیں' اضطرار کی صورت میں تو امید ہے کہ مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ ﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ "اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر جتنا وہ اٹھا سکے۔" مگر اس صورت میں بھی دل میں کراہت ہونی چاہیے اور کم از کم نیت سود دینے کی نہ کرے بلکہ

[1] سنن النسائی: کتاب البیوع' باب اجتناب الشبہات فی الکسب۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامان کی قیمت سمجھ کر دے' اور اللہ سے استغفار کرتا رہے اور جہاں اس نظام کو ختم کرنے کا امکان ہو' وہاں اس کے ختم کرنے کی جدوجہد کرے۔

سوال (۲۱): بمبئی جدہ وغیرہ شہروں میں ہندوستانی روپے کی باہر کی کرنسیوں سے تبادلے کے وقت عموماً بینک ریٹ کا خیال نہیں کیا جاتا اور دونوں کی شرح قیمت میں فرق ہوتا ہے' کبھی کم اور کبھی زیادہ' مگر فرق ضرور رہتا ہے' کیا اس طرح تبادلہ جائز ہے؟

جواب: اگر یہ فرق دونوں تبادلہ کرنے والوں کی رضا مندی سے ہو اور اسی مجلس میں ایک ملک کی کرنسی دے کر دوسرے ملک کی کرنسی لے لیں تو کوئی حرج نہیں' کیونکہ دونوں کرنسیوں کی جنس الگ الگ ہے اور جب جنس الگ الگ ہو تو تفاضل جائز ہے خواہ علت ایک ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے ((فَاِذَا اخْتَلَفَتْ هٰذِهِ الْاَصْنَافُ فَبِيْعُوْا كَيْفَ شِئْتُمْ اِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ)) [1] "جب صنفیں (جنسیں) بدل جائیں تو جیسے چاہو فروخت کرو جب ہاتھوں ہاتھ ہو۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب دونوں کرنسیوں کی جنس الگ الگ ہو تو کمی بیشی جائز ہے۔ علامہ سید سابق فرماتے ہیں: "وَاِذَا اخْتَلَفَ الْبَدَلَانِ فِي الْجِنْسِ وَاتَّحَدَا فِي الْعِلَّةِ حَلَّ التَّفَاضُلُ وَحَرُمَ النَّسَاءُ، فَاِذَا بِيْعَ ذَهَبٌ بِفِضَّةٍ اَوْ قَمْحٌ بِشَعِيْرٍ فَهُنَا يُشْتَرَطُ شَرْطٌ وَاحِدٌ وَهُوَ الْفَوْرِيَّةُ، وَلَا يُشْتَرَطُ التَّسَاوِيْ فِي الْكَمِّ بَلْ يَجُوْزُ التَّفَاضُلُ" "جب دونوں بدل' جنس میں مختلف ہوں اور علت میں متحد ہوں تو تفاضل حلال ہے اور تاخیر حرام ہے (یعنی دونوں کو مجلس عقد میں ہی دینا ضروری ہے) چنانچہ جب سونا کو چاندی سے یا گیہوں کو جو سے بیچا جائے تو یہاں صرف ایک شرط "فوریت" ہے اور مقدار میں تساوی شرط نہیں ہے' بلکہ تفاضل جائز ہے۔

---

[1] رواہ احمد و مسلم۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرام کاروبار اور سود خوروں کے ساتھ تعاون ہے جو جائز نہیں۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ﴾

(المائدة:۲)

''اور تقویٰ اور بھلائی پر تعاون کرو اور گناہ و عدوان پر تعاون نہ کرو۔''
اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔
((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم آكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهُ وَ كَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ: هُمْ سَوَاءٌ)) [1]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے' کھلانے والے' اس معاملہ کے لکھنے والے اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت بھیجی ہے اور فرمایا کہ یہ سب گناہ میں برابر ہیں۔'' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی ان چاروں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت وارد ہے۔'' [2]

اور امام نووی رحمہ اللہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ''هٰذَا تَصْرِيْحٌ بِتَحْرِيْمِ كِتَابَةِ الْمُبَايَعَةِ بَيْنَ الْمُتَرَابِيْنَ وَالشَّهَادَةِ عَلَيْهَا' وَفِيْهِ تَحْرِيْمُ الْإِعَانَةِ عَلَى الْبَاطِلِ'' (شرح مسلم للنووی: ۱۱/ ۲۶) یعنی ''اس حدیث میں سود لینے اور دینے والوں کے درمیان طے پانے والے معاملات کو لکھنے اور اس کی گواہی دینے کی حرمت کی تصریح ہے اور اس میں باطل کی اعانت کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔''

ملاحظہ فرمایئے کہ کاتب و شاہدین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں لعنت فرمائی؟ صرف اس بنا پر کہ انھوں نے حرام کاروبار میں تعاون کیا اور سود خوروں کی مدد کی اور جو حضرات بینکوں اور سودی کاروبار کرنے والے اداروں میں کام کرتے

---

[1] رواہ مسلم فی صحیحہ کتاب المساقاتہ ،باب الربا: ۱۱/ ۲۶۔

[2] رواہ اصحاب السنن و صححہ ابن خزیمتہ فتح الباری: ۴/ ۳۱۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں' بلا شبہ وہ اپنے عمل سے اس کاروبار کی اور سود خوروں کی کسی نہ کسی ناحیہ سے ضرور مدد کرتے ہیں۔ اس واسطے وہ ان احادیث کی رو سے ملعون قرار پائیں گے اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی حرام فعل کے ارتکاب پر ہی لعنت فرمائیں گے' اس واسطے سودی کاروبار کرنے والے بینکوں اور اداروں میں کام کرنا اور ان کے ساتھ اس سلسلے میں کسی طرح تعاون کرنا جائز نہیں۔

سوال: میں ایک سودی کاروبار کرنے والے ادارے میں کام کرتا تھا لیکن جب معلوم ہوا کہ بینک اور اس طرح کے ادارے جو سودی کاروبار کرتے ہیں' ان میں کام کرنا جائز نہیں (کیونکہ اس میں حرام اور گناہ کے کام میں تعاون ہے) تو میں نے یہ نوکری چھوڑ دی اور اب اپنا ایک چھوٹا موٹا کاروبار کرنا چاہتا ہوں۔ اب سوال یہ ہے کہ اب تک جو پیسے مجھے اس ادارے سے بطور تنخواہ ملے ہیں' وہ میں استعمال کر سکتا ہوں یا نہیں' کیونکہ فی الحال میرے پاس وہی پیسے ہیں اور دوسرے پیسے نہیں ہیں اور جب میں نے یہ تنخواہ لی تو معلوم بھی نہیں تھا کہ یہ نوکری حرام ہے۔

جواب: لاعلمی کی حالت میں جتنے سال آپ نے اس ادارہ میں نوکری کی اور تنخواہ لی ہے' اب توبہ کرنے کے بعد تنخواہ کے وہ پیسے آپ اپنے کاروبار میں لگا سکتے ہیں' اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَ اَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

(البقرۃ:۲۷۵)

''سود خور نہیں کھڑے ہوں گے (قیامت کے دن) مگر اس طرح جس طرح وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خبطی بنا دے' یہ اس لئے کہ یہ کہا کرتے تھے کہ تجارت بھی تو سود ہی کی طرح ہے' حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام' جو شخص اپنے پاس آئی ہوئی اللہ کی نصیحت سن کر رک گیا' اس کے لئے وہ ہے جو گزرا اور اس کا معاملہ اللہ کی طرف ہے اور جو دوبارہ (حرام کی طرف) لوٹا وہ جہنمی ہے' ایسے لوگ ہمیشہ ہی اس میں رہیں گے۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سودی کاروبار سے کمایا ہوا مال' صدق دل سے توبہ کرنے کے بعد حلال ہوتا ہے اور جبکہ آپ حاجت مند بھی ہیں' کیونکہ آپ کے پاس دوسری رقم نہیں ہے تو ایسی صورت میں آپ کے لئے کوئی حرج نہیں' البتہ آپ اپنے اس عزم پر قائم رہیے اور پھر کبھی اس طرح کا کاروبار نہ کیجیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔

سوال (۲۵): کیا کسی بینک کو اپنی بلڈنگ کرائے پر دینا یا اپنے اخبار میں بینکوں کا اشتہار چھاپنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اپنی کسی بلڈنگ کو سودی کاروبار کرنے والے بینک یا ادارے کو کرائے پر دینا جائز نہیں' اگرچہ دوسروں کی نسبت ان سے کرایہ زیادہ ملے' اس واسطے کہ اس میں اس ناجائز عمل اور کاروبار کے ساتھ تعاون ہے جو کسی طرح جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

(المائدۃ:۲)

''تقویٰ اور بھلائی کے کام میں تعاون کرو اور گناہ اور عدوان پر تعاون نہ کرو۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے' کھلانے والے' اس کے لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت بھیجی ہے' جو ان سب اعمال کی حرمت کی دلیل ہے۔

ڈاکٹر فضل الٰہی فرماتے ہیں: ''وَيُقَاسُ عَلٰى تَحْرِيْمِ كِتَابَةِ الْمُبَايَعَةِ الرِّبَوِيَّةِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالشَّهَادَةِ عَلَيْهَا تَمْكِيْنُ مُؤَسَّسَةٍ رِبَوِيَّةٍ مِنْ مَحَلٍّ بِأُيْجَارٍ، وَإِعَانَتُهَا بِنَشْرِ إِعْلَانَاتِهَا وَغَيْرُ ذٰلِكَ مِنَ الْأُمُوْرِ الَّتِيْ تُسَاعِدُهَا عَلَى الْمُرَابَاةِ"۔[1]

"سودی معاملات کے لکھنے اور اس پر شہادت کی حرمت پر کسی سودی ادارے کو اپنی عمارت کرایہ پر دینے' اس کے اعلانات کو نشر کرنے اور اس طرح کے امور جن سے سود کے معاملے میں تعاون ہو' کو بھی قیاس کیا جائے گا۔

اس واسطے اپنی بلڈنگ یا دکان یا مکان کسی بینک کو کرایہ پر دینا یا اپنے اخبار میں اس کے اعلانات کو چھاپنا یا کسی اور طرح اس کی پبلسٹی اور ایڈورٹائز میں حصہ لینا جائز نہیں ہے۔

سوال (۲۶): آپ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ سامان کو قسطوں پر بیچنا اور خریدنا جائز ہے اور نقد اور ادھار کی قیمت میں فرق کرنا بھی جائز ہے' سوال کرنے والے نے ایک اہم نکتہ چھوڑ دیا تھا' وہ یہ کہ اگر کوئی خریدار وقت مقررہ پر قسط یا ادھار لیے گئے سامان کی قیمت ادا نہیں کرتا ہے تو بیچنے والا اس سے جرمانہ یا لیٹ فیس کے نام پر زائد رقم وصول کرتا ہے اور خریدار کو یہ جرمانہ لازماً ادا ہی کرنا پڑتا ہے' ایسی صورت میں کسی سامان کو قسط پر یا ادھار خریدنے اور بیچنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی صورت میں خرید فروخت ناجائز ہے' کیونکہ وقت پر قسط ادا نہ ہونے کی صورت میں جرمانہ یا لیٹ فیس کے نام پر جو زائد رقم لی جاتی ہے وہ سود ہے اور سود لینا اور دینا دونوں حرام ہیں' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ "اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔" اور حدیث ہے:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهُ)) "رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے اور سود کھلانے والے پر لعنت بھیجی ہے۔"

[1] الواقية من الربا في الاسلام: ۵۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارا فتویٰ یا جواب' ادھار یا قسط پر خرید و فروخت کے جواز کے بارے میں اس صورت میں تھا جب قسط کے بروقت ادا نہ ہونے کی صورت میں کوئی جرمانہ یا لیٹ فیس نہ لی جائے' اسی واسطے ہم نے کسی سوال کے جواب میں یہ بھی بتا دیا تھا کہ اگر ادھار یا قسط پر فروخت کرنے والے کو یہ اندیشہ ہو کہ کوئی اس کے سامان کی قیمت یا قسط کو بروقت ادا نہیں کرے گا تو اسے خریدار سے ضمانت یا رہن لے کر اپنا سامان فروخت کرنا چاہیے تا کہ قسط یا قیمت' وقت پر ادا نہ ہونے کی صورت میں وہ ضامن کو پکڑ سکے یا مالِ مرہون کو فروخت کر کے اپنے سامان کی قیمت یا قسط لے سکے' ایسا نہ کر کے تاخیر کی صورت میں لیٹ فیس یا جرمانہ کے نام پر سود لینا جائز نہیں۔

سوال کرنے والے حضرات سے گزارش ہے کہ سوال کرتے وقت مسئلہ کے متعلق تمام حقائق کو بیان کیا کریں اور کسی اہم نکتہ کو چھپائیں نہیں' ورنہ جواب غلط ہو گا' کیونکہ کوئی عالم یا مفتی (اگر اسے یہ احساس یا علم نہ ہو کہ سوال میں کسی اہم نکتہ کو چھپایا گیا ہے تو) سوال کے مطابق ہی جواب دیتا ہے اور زیادہ تفصیل میں نہیں جاتا اور جب جواب غلط ہو گا اور لوگ اس کے مطابق عمل کریں گے تو آپ اس کتمان کی بنا پر گناہ گار ہوں گے۔

سوال (۲۷): درج ذیل مسئلہ میں آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے' براہِ کرم جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں مسجد کی ایک دکان ہے' ایک صاحب کرایہ پر لے کر بینک کھولنا چاہتے ہیں' کیا مسجد کی دکان بینک کھولنے کے لیے کرایہ پر دینا جائز ہے؟ کیا اس سے ملنے والی رقم مسجد میں خرچ کی جاسکتی ہے؟

جواب: کسی بھی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنی دکان ایسے شخص کو کرایہ پر دے جو اس میں بینک کھولنا چاہتا ہو' کیونکہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ہندوستان میں عموماً بینک سودی کاروبار کرتے ہیں اور سودی کاروبار کرنا یا اس میں کسی طرح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاون بننا جائز نہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ((لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَكَاتِبَهُ)) (مسلم) "رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے' کھلانے والے' اس کے دونوں گواہوں اور اس کے لکھنے والے پر لعنت فرمائی۔"

اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی لعنت کسی کبیرہ گناہ اور محرم کے ارتکاب پر ہی ہو گی اور سودی کاروبار کے دونوں گواہوں اور لکھنے والے پر لعنت اس بنا پر ہے کہ وہ اس حرام کام میں معاون ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ سودی کاروبار میں کسی طرح بھی تعاون جائز نہیں اور جس عمل سے بھی اس کا تعاون ہوتا ہے ہو وہ حرام ہے' ظاہر ہے کہ اپنی دکان یا بلڈنگ کو بینک کھولنے کے لیے کرایہ پر دینا ایک طرح سے اس میں تعاون کرنا ہے' لہٰذا یہ ناجائز ہے۔

اور جب عام مسلمان کے لیے اپنی دکان یا عمارت کو بینک کھولنے کے لیے کرایہ پر دینا جائز نہیں تو مسجد کی دکان کو اس مقصد کے لیے دینا بدرجہ اولیٰ جائز نہیں ہو گا' کیونکہ مسجد اور اس کے متولیوں و ذمہ داروں کا مسئلہ اور زیادہ پاک و صاف ہونا چاہیے ورنہ لوگ اس کو اپنے لیے حجت و دلیل بنائیں گے اور بینک کا کرایہ' مسجد میں خرچ کرنا درست نہیں' نیز دوکان کو بینک کی طرح شراب خانہ یا جوا خانہ بنانے کے لیے یا بت فروشی و بت سازی وغیرہ کسی بھی حرام کاروبار کے لیے کرایہ پر دینا جائز نہیں' حتیٰ کہ اگر معلوم ہو کہ کوئی غیر مسلم کرایہ پر لے کر اس میں کاروبار کے ساتھ بت اور مورتی رکھ کر اس کی پوجا کرے گا تو اسے بھی کرایہ پر دینے سے احتراز کرنا چاہیے' اس لیے کہ ان سب صورتوں میں ناجائز امور اور کفر و شرک کے کاموں میں تعاون ہے' جو ناجائز ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

(المائدة:۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور نیکی اور تقویٰ کے کام میں تعاون کرو اور گناہ و سرکشی کے کام میں تعاون نہ کرو۔''

سوال (۲۸): کیا فرماتے ہیں علمائے دین' مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ زید نے ایک زمین نفع کمانے کی نیت سے خریدی' لیکن کچھ دنوں کے بعد بکر (جو کہ اس کا دوست اور سالا ہے) کی پریشانیوں اور الجھنوں کو دیکھتے ہوئے اس نے بکر کو اپنی زمین پر اس شرط کے ساتھ مکان تعمیر کرنے کی آفر دی کہ دونوں کی مشترکہ رقم سے مکان تعمیر ہوگا' اگر بکر رہتا ہے تو زید کی رقم کو قرض سمجھ کر ادا کرے گا (یعنی گھر بناتے وقت جن جن لوگوں سے بکر نے قرض لیا ہے ان کا قرض ادا کرنے کے بعد وہ زید کا قرض ادا کرے گا) اور اگر بکر مکان فروخت کرتا ہے تو منافع کا نصف حق دار زید بھی رہے گا۔ (یاد رہے کہ قرض' مکان میں رہنے کی صورت میں ہے' مکان بیچنے کی صورت میں نہیں۔)

مکان تعمیر ہوا' بکر مکان میں رہنے لگا' چند سال بعد بکر کی' اپنی بہن (زید کی بیوی) سے 'تو تو میں میں' ہوتی ہے' اس طرح زید سے بھی ناراضگی ہوئی اور اس نے (بکر نے) زید کے مشورہ کے بغیر وہ مکان اونے پونے فروخت کر دیا بعد میں دو گواہوں کے درمیان بکر نے زید کی اصل رقم ادا کی اور منافع کی رقم روک لی' وجہ یہ تھی کہ مکان کی نصف رقم نقد ملی تھی اور بقیہ نصف رقم کے عوض اسے ایک زمین ملی تھی' بعد میں بکر نے مزید منافع میں وہ زمین فروخت کر دی تب بھی اس نے زید کے منافع کی رقم ادا نہیں کی اور زید کے خیال کے مطابق بکر وہ رقم ایک کاروبار میں لگا رہا ہے یعنی بکر آج ایک کارخانہ دار ہے لیکن اس بات سے انکار کرتا ہے کہ وہ کاروبار میں پیسہ نہیں لگا رہا ہے' آج جبکہ زید کو اپنی رقم کی اشد ضرورت ہے' کیونکہ اس نے بھی اپنا ذاتی کاروبار شروع کیا ہے بغیر قرض کے اور قرض سے تجارت کرنے کو زید معیوب سمجھتا ہے' خیر۔

تو کیا فرماتے ہیں علمائے کرام شرعی نقطہ نظر سے کیا ایسا معاہدہ جائز ہے؟ نیز بکر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے مکان فروخت کر دیا تو کیا اب وہ معاہدہ کی رو سے منافع دینے کا پابند رہے گا یا نہیں؟ اور اگر رہے گا تو کب؟ جبکہ زید کو بھی پیسوں کی اشد ضرورت ہے۔ زید اور بکر کے لیے کیا نصیحت ہے‘ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

جواب: میرے خیال میں یہ عقد درست نہیں تھا اس لیے کہ اس میں دو چیزیں مجہول تھیں‘ ایک تو یہ متعین نہیں تھا کہ یہ عقدِ قرض ہے یا عقدِ مضاربہ‘ یعنی عقد کے وقت یہ متعین نہیں تھا کہ یہ رقم زید نے بطور قرض دی ہے یا برائے مضاربہ‘ نفع کمانے کے لیے اور جب عقد میں ایسی جہالت پائی جائے تو وہ عقد فاسد ہوتا ہے‘ دوسری یہ چیز ہے کہ زید نے اس عقد میں یہ شرط رکھی ہے کہ اگر بکر اس مکان میں رہتا ہے تو وہ زمین کی قیمت‘ قرض سمجھ کر ادا کرے گا اور مکان میں رہنے کی کوئی مدت متعین نہیں کی‘ اس طرح یہ مدت بھی مجہول ہوئی اور جس عقد میں ایسی جہالت ہو‘ وہ عقد بھی صحیح نہیں ہوتا‘ کیونکہ ایسا عقد باعث نزاع ہوتا ہے‘ اس لیے کہ بکر کہہ سکتا ہے کہ عقد میں مطلق رہنے کی شرط تھی اور وہ شرط یہاں مکمل ہے‘ میں اس مکان میں رہ چکا ہوں اس واسطے آپ اپنی زمین کی قیمت لے لیں‘ اس سے زیادہ کا آپ کو حق نہیں بلکہ اگر اس نے ذرا اور چالاکی کی ہوتی تو کسی سے وہ زمین کی قیمت کے مساوی رقم دو چار مہینے کے لیے قرض لے لیتا اور زید کو لا کر دے دیتا اور اس کے بعد مکان کو نفع کے ساتھ فروخت کر لیتا تو ایسی صورت میں زید اس نفع میں حصہ کا مطالبہ نہیں کر سکتا تھا‘ اس لیے کہ اس نے اپنی زمین کی قیمت پہلے ہی لے لی تھی اور شاید اس کو ویسی تکلیف بھی نہ ہوتی جو موجودہ صورت میں ہو گی۔

بہر حال ان امور کی بنا پر یہ عقد صحیح معلوم نہیں ہوتا‘ اگر زید نے یہ رقم قرض سمجھ کر دی تھی تو اسے اس پر نفع بالکل نہیں لینا چاہیے‘ کیونکہ قرض پر نفع لینا‘ سود لینے کے حکم میں ہے۔ شرعی قاعدہ ہے۔ ”کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا“

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ہر قرض جس سے قرض دینے والا نفع اٹھائے وہ سود ہے۔"

اور اگر اس کی نیت، اس سے نفع کمانے کی تھی تو اسے بکر کو صراحتاً بطور مضاربہ دینا چاہیے تھا اور اس میں قرض کا نام نہیں آنا چاہیے تھا اور اگر وہ بکر کو آدھے نفع کے ساتھ کچھ دن اس مکان میں رہنے کی سہولت بھی دینا چاہتا تو یہ سہولت دے سکتا تھا۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو ایک اونٹ فروخت کیا تو انھوں (حضرت جابر رضی اللہ عنہ) نے اس پر گھر تک سواری کرنے کی شرط رکھی اور آپؐ نے انھیں اس کی رخصت دی۔[1]

اور جب عقد صحیح نہیں تو بکر صرف زمین کی قیمت دینے کا پابند ہے، منافع میں سے کچھ دینے کا پابند نہیں۔

دونوں کے لیے میری نصیحت ہے کہ کوئی بھی معاہدہ یا عقد کرنے سے پہلے اس کا شرعی حکم معلوم کر لیا کریں تاکہ کسی حرام یا ممنوع چیز کا ارتکاب نہ ہو اور بعد میں پچھتانا نہ پڑے۔

اس مسئلہ کے بارے میں یہ میری ناقص رائے ہے، ویسے اس کے بارے میں کسی دوسرے عالم سے بھی رجوع کر لیں تو بہتر ہے کیونکہ "فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ"

سوال (۲۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع، مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ ایک شخص مجھ سے ستر، پچھتر ہزار روپے قرض لینا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تین چار سال بعد ادا کروں گا اس وقت تک کے لیے میں اپنا ایک مکان آپ کو رہن کے طور پر دوں گا، آپ اس سے استفادہ کیجیے اور جب میں آپ کے روپے واپس کر دوں گا تو مکان خالی کر دیجیے گا۔

براہِ کرم اس مسئلہ کو کتاب و سنت کی روشنی میں واضح فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

جواب: عقدِ رہن کا مقصد قرض دینے والے کو اطمینان و یقین دلانا اور ضمانت دینا ہے

---

[1] دیکھیے صحیح بخاری: ۴/ ۴۸۵، مع الفتح، سنن ابی داؤد: ۳/ ۷۷۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اس کی قرض دی ہوئی رقم ڈوبے گی نہیں' اور اگر قرض لینے والا اسے ادا نہ کر سکا تو رہن رکھی ہوئی شے جو اس (قرض دینے والے) کے پاس محفوظ ہے' اس کو بیچ کر وہ (قرض دی ہوئی رقم) لے سکتا ہے۔ اس کا مقصد نفع کمانا نہیں ہے' اس واسطے قرض دینے والے کے لیے کوئی چیز بطور رہن لینا تو جائز ہے لیکن اس سے استفادہ کرنا جائز نہیں ہے۔ مشہور قاعدہ ہے "كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا" "ہر قرض جس سے قرض دینے والا منفعت حاصل کرے' سود ہے۔"

بنا بریں آپ قرض لینے والے کا مکان تو بطور رہن لے سکتے ہیں لیکن اس سے بلا کسی عوض کے استفادہ نہیں کر سکتے' اگر آپ اس کو استعمال کرنا چاہتے ہیں تو اس کا مناسب کرایہ مقرر کر کے آپ کو قرض میں سے وضع کر دینا چاہیے' اس کی دیکھ بھال اور مرمت وغیرہ کی ذمہ داری صاحب مکان پر ہے اور اس سے جو آمدنی ہوگی وہ بھی اسی کا حق ہے۔

رہن کے اس قاعدہ سے صرف جانور مستثنیٰ ہیں کہ ان کے چارہ وغیرہ پر جو روزانہ خرچ ہوتا ہے' اس کا ذمہ دار قرض دینے والا ہے' جس کے پاس وہ بطور رہن ہے اور اس کے عوض میں وہ اس پر سواری کر سکتا ہے اور اس کا دودھ پی سکتا ہے۔ جانور کے علاوہ کسی رہن رکھی ہوئی چیز سے استفادہ کرنا ناجائز ہے۔

سوال (۳۰): حامد نے راشد کو پانچ ہزار روپے دیے' راشد نے اس کے عوض ایک بیگہ زمین حامد کو دی اور کہا کہ جب میں تمھارا پورا پیسہ واپس کر دوں گا' اس وقت تم میری زمین مجھے واپس کر دینا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا حامد کے لیے راشد کی زمین پر کاشت کاری کرنا جائز ہے؟ اور اس سے جو غلہ پیدا ہوگا وہ صرف حامد کا ہوگا یا راشد کا بھی کچھ حصہ ہوگا؟

اسی طرح کیا راشد کے لیے جائز ہے کہ وہ پورا پیسہ تجارت وغیرہ میں لگا دے اور اس سے حاصل شدہ منافع کی کیا حیثیت ہوگی؟ وہ صرف راشد کا ہوگا یا حامد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا بھی اس میں کچھ حصہ ہو گا۔ بَیِّنُوا جَزَاكُمُ اللّٰهُ خَيْرًا۔

جواب: حامد نے راشد کو جو پانچ ہزار روپے دیے ہیں اگر وہ بطور قرض ہے اور راشد نے اس کے بعد جو ایک بیگہ زمین حامد کو دی ہے وہ بطور رہن ہے، جیسا کہ اس کے اس قول (جب میں تمھارا پیسہ واپس کر دوں گا، اس وقت تم میری زمین مجھے واپس کر دینا) سے بظاہر معلوم ہوتا ہے تو ایسی صورت میں حامد کے لیے راشد کی زمین سے استفادہ کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ قاعدہ ہے "كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا" "ہر وہ قرض جو نفع کے حصول کا سبب بنے، وہ سود شمار کیا جائے گا۔" لہٰذا اگر حامد اس زمین کی کاشت کرنا چاہتا ہے تو اس کی شکل یہ ہے کہ اسے راشد سے بٹائی پر لے کر کاشت کرے اور جس حساب سے طے ہو اس حساب سے اپنا حصہ لے کر باقی یا تو راشد کو دے دے یا راشد سے کہہ کر اس کی قیمت (خواہ دوسرے سے فروخت کر کے یا خود لے کر) قرض میں سے وضع کر دے، کیونکہ یہ صورت مزارعہ کی ہے اور مزارعہ جائز ہے۔

رہا مسئلہ راشد کے قرض لیے ہوئے پیسوں کا تو وہ اس پورے پیسے کو تجارت میں لگا سکتا ہے اور اس سے حاصل شدہ منافع کا وہ تنہا مالک ہوگا، اس میں حامد کا کوئی حق نہیں ہے، ورنہ مذکورہ بالا فقہی قاعدہ "كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا" کی بنا پر (حامد کے لیے) یہ سود ہو جائے گا اور شریعت اسلامیہ میں سود حرام ہے اور اس سلسلہ میں سخت وعید آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ "اللہ نے خرید و فروخت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔"

ایک دوسری جگہ فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ﴾ "جو لوگ سود کھاتے ہیں، وہ (قیامت کے دن قبر سے) نہیں کھڑے ہو سکیں گے مگر اس شخص کی طرح جس کو شیطان نے چھو کر پاگل بنا دیا ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حدیث میں وارد ہے: ((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ آکِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَكَاتِبَهُ)) (مسلم) ''رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے کھلانے والے اس کے دونوں گواہوں اور اس کے لکھنے والے پر لعنت فرمائی۔''

سوال (۳۱): ذیل کے مسئلہ میں شرع متین کا فیصلہ مطلوب ہے۔

آج سے تقریباً ۳۵' ۴۰ سال قبل ہمارے بڑے بھائی کی شادی ہوئی اور اس وقت ان کی مہر ڈھائی سو روپے متعین ہوئی تھی لاعلمی یا کوتاہی سے جو بھی سبب رہا ہو' یہ مہر کی رقم ادا نہیں کی گئی' اب بھائی صاحب کا انتقال ہو چکا ہے اور ہم لوگ ان کے قرض و حقوق ادا کرنا چاہتے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مہر کی یہ رقم اتنی ہی ادا کی جائے گی جتنی مقرر تھی یا پھر طویل ترین مدت گزر جانے کے باعث اس میں اضافہ کیا جائے گا؟

ہمارے یہاں ایک خطیب صاحب نے خطبہ جمعہ میں اس مسئلہ کا ذکر کر کے بتایا کہ روپے کی پہلی اور موجودہ قیمت کے فرق کو ملحوظ رکھ کر یہ حق ادا کیا جانا چاہیے۔ ان کے قول کے مطابق' مہر کی رقم کے ساتھ جو سکہ رائج الوقت کی قید لگائی جاتی ہے اس کا یہی تقاضا ہے' یعنی بوقت نکاح مقررہ رقم کی ویلویشن (قدر یا قیمت) مراد ہوتی ہے۔ ان کی رائے کے مطابق اُس وقت کا ڈھائی سوٗ آج کا پانچ ہزار ہو جاتا ہے۔ براہِ کرم دلائل کی روشنی میں بیان فرمائیں کہ درست بات کیا ہے؟ اور اگر روپے کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا تو کس طرح؟ اور کیا ایسا ہی معاملہ دیگر مالی قرضوں میں بھی ہو گا؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

جواب: مہر موجل ادا کرنے سے قبل شوہر کے ذمے قرض ہے' اسی واسطے مہر موجل کو ''دَین مہر'' کہا جاتا ہے۔[1] اور شوہر نے اپنی وفات سے قبل ادا نہ کیا ہو تو اسے قرض میں شمار کر کے تجہیز و تکفین کے بعد دیگر قرضوں کی طرح اس کو بھی ترکہ کی تقسیم سے قبل ہی ادا کیا جاتا ہے۔[2] سے ایک استفتاء اور اس کا جواب پیش

[1] انظر فتاوی نذیریہ: ۲/۵۸۵۔ [2] فتاوی نذیریہ (۳/۳۲۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدمت ہے' اس سے ان شاء اللہ یہ مسئلہ اچھی طرح واضح ہو جائے گا۔

سوال: ایک شخص اپنی دو بیویاں اور چند ورثاء کو چھوڑ کر فوت ہوا' اب اس کی دونوں بیویاں اپنے اپنے مہر کا دعویٰ کرتی ہیں اور وارث ترکہ کا دعویٰ اور جائدادِ متوفی اس قدر نہیں کہ ہر دو زوجہ کے مہر کو اکتفا کر سکے' پس اول ادائے مہر چاہیے یا تقسیم ترکہ؟ بَیِّنُوا تُوجَرُوا۔

جواب: درصورت مرقومہ' بعد تجہیز و تکفین کے' ادائے دین مقدم ہے' تقسیم میراث بعد ادائے دین مہر کے جو باقی رہے اس میں میراث جاری ہوگی۔ اَلدَّیْنُ مُقَدَّمٌ عَلَی الْمِیْرَاثِ' وَالْمَهْرُ كَسَائِرِ الدُّیُوْنِ' كَذَا فِیْ كُتُبِ الْفِقْهِ وَالْفَرَائِضِ۔

واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

فتویٰ کے آخر میں وارد عربی عبارت کا ترجمہ یہ ہے: ''قرض' میراث سے مقدم ہے اور مہر بھی دوسرے قرضوں کی طرح ہے۔ کتب فقہ و فرائض میں اسی طرح ہے۔

اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ مہر موجل' دَین اور قرض ہے تو جس طرح قرض ہیں جتنی رقم قرض دینے والے نے دی ہے' اتنی ہی رقم یا اس کے مساوی دوسری چیز دینا واجب ہوگا' اس سے زیادہ نہیں۔

مہر موجل میں بھی اسی طرح ہو گا لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر مہر مقرر کرتے وقت کوئی دوسرا روپیہ سکہ رائج الوقت تھا' اور اب وہ روپیہ بند ہو گیا اور اس کی جگہ دوسرا روپیہ رائج ہو گیا اور دونوں کی قیمت میں فرق ہے تو فی الحال ان ڈھائی سو روپوں کے مساوی جتنے رائج الوقت روپے بنتے ہوں' وہ ادا کریں۔

مثلاً اس وقت چاندی کے روپے رائج تھے اور آج وہ بند ہو گئے ہیں اور ان کی جگہ کاغذ کے نوٹ رائج ہیں اور دونوں کی قیمتوں میں بہت فرق ہے' ایسی صورت میں مہر ادا کرتے وقت ان چاندی کے روپوں کی بازار میں جو قیمت ہو'

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے حساب سے مہر ادا کریں۔[1]

اور اگر وہ روپے بند نہ ہوئے ہوں اور نہ ان کی قیمت میں سرکاری طور سے کوئی تبدیلی آئی ہو (بھلے ہی اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ کے اعتبار سے ان کی قدر و قیمت کم ہوگئی ہو) جیسے آج سے دس سال پہلے جو کاغذ کے نوٹ چل رہے تھے وہ آج بھی چل رہے ہیں اور کچھ نئے نوٹ بھی چھپ کر رائج ہو گئے ہیں' مگر

[1] فتاویٰ ہندیہ کی ایک عبارت ''رَجُلٌ تَزَوَّجَ اِمْرَاءَةً عَلٰی اَلْفِ دِرْهَمٍ وَصَارَ النَّقْدُ غَيْرَهَا تَجِبُ قِيْمَةُ تِلْكَ الدَّرَاهِمِ يَوْمَ كَسَدَتْ، هُوَ الْمُخْتَارُ، ذَكَرَهُ الصَّدْرُ الشَّهِيْدُ'' سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت پہلا سکہ بند ہوا اور اس کی جگہ دوسرا سکہ رائج ہوا' اس وقت کی شرح تبادلہ کا اعتبار ہوگا۔ مفتی کفایت اللہ صاحب نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (انظر کفایت المفتی: ۱۳۲/۵)

مگر سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فتویٰ سے ادائیگی کے وقت کے نرخ کا معتبر ہونا معلوم ہوتا ہے' میرے نزدیک یہی قول مناسب اور قوی ہے۔ سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اس سلسلے میں ایک واقعہ بہت دلچسپ اور اہمیت کا حامل ہے اس واسطے (الحیاۃ بعد المماۃ (ص: ۵۱۔۵۲) سے لفظ بہ لفظ نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جو درج ذیل ہے۔

''مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب استفتاء کا جواب تحریر فرماتے تو لکھ کر طلبہ کے حوالے کر دیتے' جس سے شاگردوں کی تعلیم مقصود تھی۔ ایک مرتبہ سوال یہ تھا کہ کسی نے چار آنے پیسے کسی سے قرض لیے اس وقت نرخ پیسے کا بیس گنڈہ تھا۔ چار آنے کے بیس پیسے ملے۔ اب ادائے قرض کے وقت پیسے کا نرخ پچیس گنڈہ ہے' دائن کو بیس پیسے دیئے جائیں گے کہ پچیس؟ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے جواب لکھا کہ جتنے پیسے لیے تھے' اتنے ہی ادا کیے جائیں گے' یعنی بیس پیسے۔ شاگردوں نے فتویٰ پڑھ لیا' جب میاں صاحب (سید نذیر حسین) نے پڑھا تو عرض کیا کہ حضور پچیس پیسے ادا کیے جائیں گے جو نرخ پیسے کا ادا کے وقت ہے۔ پوچھا کیوں؟ عرض کیا: پیسوں کی ثمنیت خلقی نہیں ہے بلکہ جعلی ہے۔ مگر شاہ صاحب نے اس پر خیال نہ فرمایا' میاں صاحب نے بھی اس فتویٰ پر دستخط نہیں کیا' استاذ کی مخالفت پر لوگ متحیر ہوئے اور چھ مہینے تک اس مخالفت کا چرچا دہلی میں ہوتا رہا۔ چھ مہینے کے بعد جب کتاب ''طوالع الانوار'' مکہ معظمہ سے آ گئی تو میاں صاحب یہ جزئی اس کتاب میں نکال کر شاہ صاحب کے حضور میں لے گئے اور پیش کر کے عرض کیا کہ اب حضور اس فتویٰ کو منگا کر قلم زد کر دیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ جب تک ''طوالع الانوار'' آئی نہیں تھی میں دہلی میں منہ دکھانے کے قابل نہیں تھا۔ جدھر نکلتا انگلیاں اٹھتیں تھیں کہ یہی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دس سال پرانے نوٹوں کی اور بعد میں چھپنے والے نوٹوں کی قیمت میں کوئی فرق نہیں ہے تو ایسی صورت میں آج بھی ڈھائی سو روپے ہی دینا واجب ہے۔ اور چاہے اس وقت کے چھپے ہوئے نوٹ دیں یا نئے نوٹ دیں' دونوں جائز ہیں کیونکہ دونوں کی قیمت برابر ہے۔

اسی طرح اگر پہلے کے روپے منسوخ ہو گئے اور ان کی جگہ پر دوسرے روپے آ گئے مگر کینسل کرتے وقت دونوں کی قیمتوں میں کوئی فرق نہیں ہوا تو بھی ڈھائی سو روپے ہی دینے پڑیں گے۔

بعض حضرات کا یہ کہنا کہ اگر شوہر اسی وقت مہر ادا کر دیتا اور عورت اس سے کوئی چیز خرید لیتی تو آج اس کی قیمت کئی گنا ہو جاتی' اس واسطے اس وقت اتنے روپوں کی مساوی چیزوں کی آج جو قیمت ہے' اتنا مہر دینا چاہیے۔ میرے نزدیک درست نہیں' کیونکہ مہر میں روپے مقرر ہوئے تھے' ان کی مساوی چیزوں کی قیمت نہیں' اس واسطے شوہر کے ذمے وہی روپے یا ان کی قیمت سکہ رائج الوقت میں ادا کرنا ہے' اس وقت ان کی مساوی چیزوں کی قیمت نہیں۔

رہا بعض لوگوں کا یہ اشکال کہ تب تو قرض دینے والوں اور ایسی خواتین کا جن کے مہر موجل ہیں' بہت نقصان ہوگا کیونکہ روپوں کی قدر و قیمت اشیاء کی آئے دن گرانی کی وجہ سے برابر کم ہوتی رہتی ہے۔ تو اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ قرض دینے والے کی رقم کی قدر و قیمت اگرچہ کم ہوتی ہے مگر اس قرض حسنہ کی وجہ سے جو اسے اجر و ثواب ملتا ہے وہ اس سے بہت قیمتی شے ہے۔ اسی طرح مہر موجل قبول کرنے والی خاتون کے مہر کی قدر و قیمت اگرچہ کم ہوتی جاتی ہے مگر اس کی وجہ سے اسے ازدواجی زندگی کی جو برکتیں اور لذتیں ملتی ہیں' ان کے سامنے یہ نقصان ہیچ ہے۔

دوسرے اگر کسی کو اسی طرح مادی نفع و نقصان کو مدنظر رکھنا ہے تو یا تو وہ قرض نہ دے کیونکہ قرض میں نفع و نقصان کے بجائے احسان' تعاون اور اجر و ثواب مطلوب ہوتا ہے' یا پھر کاغذ کے روپوں (جن کی قدر و قیمت روز بروز کم ہوتی رہتی ہے) کی بجائے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے مساوی سونے یا چاندی (جن کی قدر و قیمت عموماً کم نہیں ہوتی) دے اور طے کر لے کہ اتنی ہی مقدار میں چاندی یا سونا یا جو ادائیگی کے وقت ان کی قیمت ہوگی وہ لیں گے۔ اسی طرح مہر موجل مقرر کرتے وقت خواتین اور ان کے اولیا کاغذ کے روپوں کی بجائے سونا چاندی یا کوئی ایسی چیز مقرر کریں جن کی قیمتیں عموماً کم نہیں ہوتیں بلکہ مرور ایام کے ساتھ ان کی قیمتوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے' اس طرح ان کا نقصان نہیں ہوگا یا کم ہوگا۔

لیکن اگر انھوں نے ایسا نہیں کیا تو جو (چیز) اور جتنی رقم قرض میں دی ہے یا مہر میں مقرر کی ہے' وہی (چیز) اور اتنی ہی رقم یا اس کے مساوی دوسری چیز کے پانے کے حقدار ہوں گے۔

سوال (۳۲): حکومت ہند نے پڑھے لکھے بے روزگار لوگوں کو کاروبار چلانے کے لیے قرض (Loan) دینے کی ایک نئی اسکیم جاری کی ہے۔ قرض پر سالانہ ۷ فیصد سود لیتی ہے' اگر یہ قرض پانچ سال کی مدت میں ادا کر دیں تو حکومت ایک چوتھائی رقم بطور امداد معاف کر دیتی ہے (یعنی اس کی واپسی ضروری نہیں ہوتی) معاف شدہ قرض سے سود کی مقدار کم ہوتی ہے۔ حکومت سے یہ قرض لینا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: میرے نزدیک قرض لینے سے احتراز کرنا چاہیے اس واسطے کہ:

(۱) اس قرض پر سات فیصد سود دینا پڑتا ہے اور شریعت اسلامیہ میں جس طرح سود لینا ناجائز ہے اسی طرح سود دینا بھی ناجائز ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَكَاتِبَهُ)) (مسلم) ''رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے' کھلانے والے' اس کے دونوں گواہوں اور اس کے لکھنے والے پر لعنت فرمائی۔''

(۲) اگرچہ یہ قرض پانچ سال کی مدت میں ادا کر دینے سے حکومت ۱/۴ حصہ بطور امداد معاف کر دیتی ہے اور آپ کے بقول معاف شدہ رقم سے سود کی مقدار کم

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے لیکن اس میں بہرحال یہ احتمال قائم رہتا ہے کہ قرض لینے والا وقت متعین پر قرض ادا نہ کر سکے اور اسے الگ سے سود دینا پڑے اور جب یہ احتمال اور شبہ موجود ہے تو پھر ایسے قرض سے اجتناب ہی کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهِ وَعِرْضِهِ'' (متفق علیہ) ''حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے اور کچھ چیزیں مشتبہ ہیں۔ جس نے مشتبہ سے احتراز کیا اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کر لیا'' اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ''دَعُوا الرِّبَا وَالرِّيْبَةَ'' (رواہ احمد)۔ ''سود کو اور جس میں شبہ ہو اس کو بھی ترک کر دو۔''

(۳) برابری کی صورت میں ایک متعین رقم سود کے نام پر ادا کرنا پڑے گی اور جب اس قرض میں سود ہوا تو پھر اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

سوال: ضروری تحریر یہ ہے کہ عمر نے بکر سے کچھ روپے بطور قرض لیے' بکر جب گھر جانے لگا تو عمر سے بولا کہ پیسے کی ہم کو ضرورت ہے' پیسے دے دو تو عمر نے کچھ پیسے دیے اور بکر بولا کہ میں گھر جا رہا ہوں اور جب خط لکھوں گا تو باقی پیسے بھیج دینا' کچھ دن کے بعد بکر نے عمر کو خط لکھا کہ پیسے بھیج دو لیکن عمر نے پیسے بھیجنے میں تھوڑا وقت لگا دیا اور بکر جب گھر سے آیا تو عمر سے بولتا ہے کہ میں نے گھر میں سود پر پیسے لے کر کام کر لیا ہے اور وہ سود کا پیسا آپ کو دینا پڑے گا' اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ کیا عمر کو بکر کے سود کا پیسا دینا پڑے گا؟

جواب: قرض لینے والے کو قرض کے ادا کرنے میں جلدی کرنی چاہیے' استطاعت کے باوجود تاخیر یا ٹال مٹول کرنا اس کے لیے جائز نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ)) ''مالدار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔''

اس واسطے اگر عمر نے استطاعت وقدرت کے باوجود ادائیگی قرض میں تاخیر کی تو اس نے بکر پر ظلم کیا جو بہرحال درست نہیں اور اگر اس نے ادائیگی میں تاخیر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی مجبوری ومحتاجی کی بنا پر کی ہے تو اسے بکر سے مہلت لینی چاہیے اور بکر کو اسے کچھ مہلت دینی چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ﴾ ''اگر قرض دار تنگدست ہو تو اسے فراخی تک کی مہلت دینی چاہیے۔''

رہا یہ مسئلہ' کہ ادائیگی قرض میں تاخیر کی بنا پر بکر نے اگر سود پر قرض لیا تو کیا عمر کو اس کے سود کا پیسا بھی دینا پڑے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ سود کا لینا دینا' ناجائز ہے اور عمر نے کوئی ایسی ذمہ داری نہیں لی ہے' اس واسطے اس کو سود کا پیسا نہیں دینا پڑے گا اور بکر نے سود پر قرض لے کر جو غلطی کی ہے' اس غلطی اور معصیت میں وہ (عمر) شریک نہیں ہوگا۔

سوال (۳۴): ہمارے یہاں ایک ایس ٹی ڈرائیور ہیں' ان کی مقررہ تنخواہ پر سالانہ کچھ زائد رقم سود سے ملتی ہے' کیا یہ رقم مسجد کے بیت الخلا اور طہارت خانے کی تعمیر میں خرچ کر سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو اس روپے کو کیسے اور کہاں استعمال کریں؟

جواب: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سود حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (البقرۃ:۲۷۵) یعنی ''اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔'' اور حرام مال کا مسجد میں لگانا بالاتفاق جائز نہیں۔ حدیث نبوی ﷺ ہے: ((اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا)) ''اللہ تعالیٰ پاک وصاف ہے اور پاک وحلال چیز کو ہی قبول کرتا ہے۔''

اس واسطے سود کی اس رقم کو مسجد میں خواہ اس کے بیت الخلا (سنڈاس) اور پیشاب خانہ کی تعمیر میں ہی کیوں نہ ہو' لگانے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ جس طرح مسجد کی تعمیر کے لیے اور رقم کا انتظام ہوا ہے' ان شاء اللہ بیت الخلا اور پیشاب خانہ کے لیے بھی اسی طرح انتظام ہو جائے گا۔ اللہ کے گھر (مسجد) اور اس کے متعلقات کی تعمیر کے لیے مسلمانوں کو اپنی حلال کمائی ہی صرف کرنی چاہیے اور سود جیسی حرام رقم کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہا اس رقم کے متعلق یہ سوال کہ اسے کیسے اور کہاں استعمال کریں؟ تو کچھ علما نے اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ اگر اسے بینک سے نہ نکلوایا جائے تو بینک والے اسے عیسائی مشنریوں اور دیگر اسلام دشمن تحریکوں اور تنظیموں کو دے دیتے ہیں جو اسے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف استعمال کرتی ہیں یا بینک والے خود لے لیتے ہیں اور اس سے ان سود خور سرمایہ داروں کو مزید تقویت ملتی ہے' اس بات کی اجازت دی ہے کہ بینک سے اس رقم کو نکال کر ایسے غریبوں کو دے دیں جن کی حالت قریب قریب ایسی ہے جس میں حرام کھانا انسان کے لیے جائز ہوتا ہے یا ایسے غریبوں کے محلے میں بیت الخلا اور پیشاب خانہ بنوا دیں جنہیں ان کی سخت ضرورت ہے اور ان کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ کافی پریشانی اٹھاتے ہیں' لیکن وہ بنوانے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ اگر آپ چاہیں تو اس رائے پر عمل کر سکتے ہیں لیکن مسجد کے بیت الخلا اور پیشاب خانے کی تعمیر میں اسے لگانا' میں کسی طرح درست نہیں سمجھتا۔

سوال (۳۵): میں خاکسار احمد محمود پٹیل ساکن سامرودِ ضلع سورت گجرات کا باشندہ ہوں اور مجلہ ''صوت الحق'' کا عرصۂ دراز سے خریدار اور پڑھنے والا ہوں' ۵ جولائی ۱۹۹۴ء مطابق ۲۴ محرم الحرام ۱۴۱۵ ہجری کے شمارے میں آئینۂ ترتیب کے عنوان نمبر ۶ پر جو کہ سود سے مسجد کے طہارت خانہ کی تعمیر کے سلسلے میں لکھا گیا ہے' راقم الجواب صاحب نے مسئلہ سود کی وضاحت کرتے ہوئے جو تحریر کیا ہے وہ بعینہٖ نقل کرتے ہوئے یہ پوچھنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ یہ جواز مولانا نے اپنی طرف سے دیا ہے یا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہے؟ اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہے تو قرآن اور حدیثِ رسول اللہ ﷺ کے ذریعے مسئلہ مسئولہ کی وضاحت فرمائیں' وہ باتیں جن کے بارے میں مجھے کافی تردد ہے' مندرجہ ذیل ہیں:

① جس صورت میں آپ نے سود کو غریبوں کو استعمال کرنے یا مفلوک الحال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کے لیے سنڈاس اور پیشاب خانہ کی تعمیر کرانے کی بابت تحریر کیا ہے اسے قران وحدیث کی روشنی میں بتائیں اور مجھے یہ ثبوت دیں کہ اس صورت میں سود کا پیسہ استعمال کرنا جائز ہے۔

۲ آپ نے جو یہ بات کہی ہے کہ سود کا پیسا عیسائی مشنریوں اور دیگر اسلام دشمن تحریکوں کو استعمال کرنے کے لیے دیتے ہیں تو اس کا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے؟ پیش کریں' اس استفسار سے میرا مطلب بحث و مباحثہ بالکل نہیں ہے بلکہ میں سود کے جائز ہونے کی وضاحت چاہتا ہوں لہٰذا جواب تحریر فرما کر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں۔

جواب: (۱) آپ کو "اَخَفُّ الضَّرَرَيْنِ" اور "اَهْوَنُ الْبَلِيَّتَيْنِ" کے اختیار کرنے کا قاعدہ معلوم ہوگا۔ علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "تُفِيْدُ الْقَاعِدَةُ أَيْضًا بِمَا لَوْ كَانَ أَحَدُ هُمَا أَعْظَمَ ضَرَرًا مِنَ الْآخَرِ فَإِنَّ الْأَشَدَّ يُزَالُ بِالْأَخَفِّ" وَقَالَ: "نَشَأَتْ مِنْ هٰذِهِ الْقَاعِدَةِ قَاعِدَةٌ رَابِعَةٌ' وَهِيَ مَا إِذَا تَعَارَضَ مُفْسِدَتَانِ رُوْعِيَ أَعْظَمُهُمَا ضَرَرًا بِارْتِكَابِ أَخَفِّهِمَا" [1]

اور علامہ سیوطی فرماتے ہیں: "تَنْبِيْهٌ: قَالَ ابْنُ السُّبْكِيِّ يَسْتَثْنِي مِنْ ذٰلِكَ مَالَوْ كَانَ أَحَدُهُمَا أَعْظَمَ ضَرَرًا' وَعِبَارَةُ ابْنِ الْكَتَّانِيِّ: لَا بُدَّ مِنَ النَّظْرِ لِأَخَفِّهِمَا وَأَغْلَظِهِمَا' وَقَالَ بَعْدَ ذِكْرِ الْأَمْثِلَةِ: وَنَشَأَ مِنْ ذٰلِكَ قَاعِدَةٌ رَابِعَةٌ وَهِيَ وَإِذَا تَعَارَضَ مُفْسِدَتَانِ رُوْعِيَ أَعْظَمُهُمَا ضَرَرًا بِارْتِكَابِ أَخَفِّهِمَا" [2]

اس قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ جب دو مضر یا حرام چیزیں ہوں اور آدمی کو ان میں سے ایک اختیار کرنا پڑے تو ایسی صورت میں جس کا ضرر کم ہو' یا جس کی حرمت خفیف ہو' اس کو اختیار کرنا چاہیے۔ مثال کے طور پر ایک شخص اس قدر

[1] الأشباہ والنظائر: ص ۸۸۔ ۸۹۔

[2] الأشباہ والنظائر: ص ۹۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھوکا ہے کہ اگر کچھ نہ کھائے تو اسے مرنے یا ضرر بلیغ پہنچنے کا خطرہ ہے اور اس کے سامنے ایک مردہ بکری اور ایک مردہ خنزیر (سور) ہے' ان کے علاوہ کھانے کی اور کوئی چیز نہیں' ایسی صورت میں وہ مردہ خنزیر کے گوشت پر مردہ بکری کے گوشت کو ترجیح دے گا' کیونکہ نفس حرمت میں اگرچہ دونوں برابر ہیں مگر بکری کے گوشت کی حرمت' بکری کے بلا ذبح مر جانے کی وجہ سے ہے جبکہ خنزیر بذات خود حرام اور نجس ہے اور مر جانے کی وجہ سے اس کی حرمت اور شدید ہو گئی ہے' نیز مردہ خنزیر کا گوشت' مردہ بکری کے گوشت سے زیادہ مضر اور نقصان دہ ہے' علاوہ ازیں ایک مسلمان جتنی کراہیت انقباض مردہ خنزیر کا گوشت کھانے میں محسوس کرتا ہے' مردہ بکری کا گوشت کھانے میں اسے اتنی کراہیت نہیں ہوتی۔ بہرحال ایسی صورت میں اس کے لیے مردہ بکری کا گوشت کھانا جائز ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾

(البقرة:۱۷۳)

''أَخَفُّ الضَّرَرَيْنِ'' کے قاعدہ کے مطابق وہ مردہ بکری کے گوشت کو مردہ خنزیر کے گوشت پر ترجیح دے گا۔

اسی طرح ایک عورت کا انتقال ہو گیا اور اس کے پیٹ میں زندہ بچہ حرکت کر رہا ہے اور امید ہے کہ اگر اس کا پیٹ چاک کر کے بچے کو نکال لیں تو وہ زندہ بچ جائے گا' اب اگر عورت کا پیٹ چاک کرتے ہیں تو اس کی حرمت وکرامت کو ٹھیس لگتی ہے اور اگر ویسے ہی چھوڑ دیں تو ایک بچے کی زندگی ضائع ہوتی ہے' ایسی صورت میں عورت کا پیٹ چاک کر کے بچے کو نکالا جائے گا کیونکہ ایک بچے کی زندگی کی حفاظت اس کی ماں کی کرامت پر مقدم ہے۔ نیز ایسا کرتے وقت کسی کے دل میں عورت کی کرامت کو ٹھیس پہنچانے کا ارادہ یا خیال نہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا۔

اسی طرح مثال کے طور پر اگر دو مسلمان آدمیوں کے درمیان سخت اختلاف و نزاع ہو' لیکن اگر کوئی آدمی کچھ خلاف واقع اچھی باتیں اپنی جانب سے بنا کر دونوں سے کہے' اور ان کے درمیان صلح و صفائی کرائے تو اختلاف ختم ہو جانے کی امید ہے' اب اگر وہ کچھ باتیں اپنی جانب سے بنا کر صلح کرواتا ہے تو کذب بیانی کا مرتکب ہوتا ہے اور اگر کچھ باتیں اپنی جانب سے بنا کر صلح نہیں کرواتا تو اختلاف و نزاع کی برائیاں اور نقصانات' کذب بیانی کے مقابلہ میں زیادہ ہیں۔ اس واسطے کذب بیانی کر کے صلح کرانے کو مقدم کیا جائے گا۔

((عَنْ أُمِّ كُلْثُوْمٍ ﷺ ' اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِیْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَنْمِیْ خَيْرًا أَوْ يَقُوْلُ خَيْرًا" قَالَتْ: وَلَمْ اَسْمَعْهُ يُرَخِّصُ فِیْ شَیْئٍ مِمَّا يَقُوْلُ النَّاسُ اِلَّا فِیْ ثَلٰثٍ يَعْنِی الْحَرْبَ، وَالْاِصْلَاحَ بَيْنَ النَّاسِ، وَحَدِيْثَ الرَّجُلِ اِمْرَأَتَهُ وَالْمِرْأَةِ زَوْجَهَا"))[1]

اسی طرح اگر سود کی رقم کو بینک میں چھوڑ دیا جائے تو اسے لے کر اسلام دشمن تحریکیں' اسلام اور مسلمانوں کے خلاف استعمال کریں' یا وہ (رقم) سود خوروں کی جیب میں چلی جائے اور اگر اسے نکال کر ایسے مجبور لوگوں کو دے دیں جن کے لیے مردہ جانور وغیرہ حرام چیزیں جائز ہیں' یا جو انتہائی پریشانی کے عالم میں ہیں اور اس سے اجر و ثواب حاصل کرنے کی نیت نہ ہو' بلکہ "اَهْوَنَ الْبَلِيَّتَيْنِ" یا "أَخَفُّ الضَّرَرَيْنِ" کو اختیار کرنا ہو تو بہر حال دوسری صورت کو اختیار کرنے کی گنجائش ہے بلکہ اسلام دشمن تنظیموں اور تحریکوں کے استعمال کرنے کی حالت میں دوسری صورت کو پہلی صورت پر مقدم کیا جائے گا۔

انہی ادلہ کی روشنی میں' میں نے کچھ شروط و قیود کے ساتھ صرف یہ کہا ہے کہ یہ

---

[1] متفق علیہ۔ بحوالہ فقہ السنۃ: ۲/۲۰۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ علما کی رائے ہے' اگر آپ چاہیں تو اس پر عمل کر سکتے ہیں جبکہ بعض علما نے تو اسے بینک سے نکال کر مطلقاً بلا نیت ثواب کسی محتاج اور غریب کو دینے کی اجازت دی ہے۔[1]

(۲) اس کا ثبوت علمائے کرام کا اسے اپنی کتابوں میں درج کرنا ہے۔ اطمینان کے لیے دیکھیے: (تطویر الاعمال المصرفیه بما یتفق مع الشریعة الاسلامیة: ص ۲۱۵' ۲۱۶' البنك اللاربوی فی الاسلام لمحمد باقر الصدر: ص ۱۴' سود للمودودی: ص ۱۳۴'۲۳۶۔)

نوٹ: میرے نزدیک بلا ضرورت سودی بینکوں میں پیسے جمع کروانے' سود لینے اور غریبوں میں اسے تقسیم کرنے کی اجازت نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کو سود اور سودی کاروبار سے بچنے کے لیے غیر سودی بینک قائم کرنے چاہئیں اور جہاں اس قسم کے بینک موجود ہوں' انھیں (مسلمانوں کو) انہی بینکوں میں اپنی رقم جمع کروانی چاہیے' تاکہ وہ کسی طرح ''تعاون علی الاثم والعدوان'' کے مرتکب نہ ہوں' لیکن جہاں ایسے بینک نہ ہوں وہاں اس قسم کے بینک قائم ہونے تک مجبوراً اپنے مال کی حفاظت کی خاطر سودی کاروبار کرنے والے بینک میں بھی رکھ سکتے ہیں اور سود کو دشمنان اسلام کے ہاتھوں میں جانے سے بچانے کے لیے بینک سے نکال کر مذکورہ بالا مد میں اس کی قیود وشروط کی رعایت کر کے صرف کر سکتے ہیں۔

سوال (۳۶): نیلوفر کا نکاح جمیل احمد صاحب سے ہوا' جمیل احمد سرکاری ملازم تھے' ان کا ایک حادثہ میں انتقال ہو گیا انھوں نے اپنی زندگی کا بیمہ بھی کروایا تھا' مرنے کے بعد ان کی متروکہ جائداد میں سے پچیس فیصد ان کی بہن اور رشتہ کی پھوپھی کو دیا گیا اور باقی ان کی بیوی نیلوفر کو' جیسا کہ ان کی وصیت تھی اور انھوں نے اپنی زندگی میں ہی مکان' زمین اور کچھ دوسری اشیا کو نیلوفر کے نام کر دیا تھا۔ کیا

---

[1] دیکھیے' فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۳۹۹: طبع لاہور' فتاویٰ علمائے حدیث: ۱۴/ ۳۲' ۳۴' سود ص ۱۳۴' ۲۳۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ جائداد جو نیلوفر کو ملی (یعنی جو جائداد جمیل احمد صاحب نے اپنی زندگی میں نیلوفر کے نام کر دی تھی) اور وہ روپے جو بیمہ پالیسی سے بحیثیت وارث حاصل ہوئے وہ اپنے استعمال میں لا سکتی ہے؟

جواب: جمیل احمد صاحب نے جو چیزیں نیلوفر کو اپنی زندگی میں دی تھیں اور اس کے نام لکھ بھی دیا تھا' وہ چیزیں اگر انھوں نے اسے بطور ہبہ دیا تھا جیسا کہ اپنی زندگی میں اس کے نام سے لکھ دینے سے معلوم ہوتا ہے تو وہ چیزیں نیلوفر کی ہیں اور وہ انھیں استعمال کر سکتی ہے۔

اور اگر انھوں نے ہبہ نہیں کیا تھا بلکہ وصیت کی تھی کہ یہ چیزیں میرے مرنے کے بعد نیلوفر کو دے دی جائیں تو شرعی نقطہ نظر سے وارث کے لیے وصیت صحیح نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ))[1] ''وارث کے لیے وصیت نہیں نیلوفر وارث ہے' اس واسطے اس کے لیے وصیت صحیح نہیں ہوگی اور یہ چیزیں تمام ورثا میں تقسیم کی جائیں گی اور نیلوفر اپنے شرعی حصہ سے زیادہ کی حقدار نہیں ہوگی مگر یہ کہ دوسرے ورثا اپنی خوشی و رضامندی سے گھر وغیرہ جن کی جمیل احمد صاحب نے ان کے لیے وصیت کی تھی' اسے دے دیں تو پھر ان کا استعمال کرنا اس کے لیے جائز ہوگا۔

رہا جمیل احمد صاحب کے بیمہ کی رقم کا مسئلہ تو اس سلسلہ میں میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ جو رقم جمیل احمد صاحب نے اپنے پاس سے بیمہ کرنے والی کمپنی کو دی تھی ورثا اس کے حقدار ہیں' اور دیگر متروکہ جائداد کی طرح اس رقم کی تقسیم بھی تمام ورثا میں ہوگی۔ ہاں اگر ورثا اپنی خوشی سے پوری رقم نیلوفر کو ہی دے دیں تو کوئی حرج نہیں اور جو رقم اس پر بطور سود ملی ہو' اگر ایسی اضطراری کیفیت نہ ہو جس میں انسان کے لیے مردار کھانا جائز ہوتا ہے تو ورثا اسے اپنے استعمال میں نہ لائیں' بلکہ اسے کسی مناسب جگہ پر خرچ کر دیں جس سے اسلام

[1] رواہ ابو داؤد والترمذی و ابن ماجہ و اسنادہ صحیح۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچے اور اس سے استفادہ کرنے والے واقعی مجبور اور اس قسم کے مال کے مستحق ہوں۔

سوال (۳۷): ایک شخص پہلے بہت مالدار تھا مگر اس کا سارا کاروبار سودی تھا' یہ شخص دینی مدرسوں اور رفاہی اداروں کو بڑی بڑی رقمیں امداد میں دیتا تھا' بہت سے علما اور دیگر لوگوں کو یہ بات معلوم ہونے کے باوجود وہ اس سے چندہ اور تعاون لیتے رہے' فی الحال اس شخص کا کاروبار بہت ڈاؤن ہے اور کافی نقصان اور گھاٹے میں چل رہا ہے مگر اپنی عزت اور ناک بچانے کے لیے وہ اب بھی اسی طرح چندہ دیتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ مدارس کے ذمے داروں اور رفاہی اداروں کے چلانے والوں کے لیے ان حقائق کو جانتے ہوئے اس سے چندہ لینا جائز ہے؟ اور کیا ایسے شخص کی ان اداروں کو چندہ دینے کی وجہ سے مغفرت ہو جائے گی؟ اور کیا سودخوری کے گناہ سے بچ جائے گا؟

جواب: اگر استفتاء میں مذکور تمام باتیں درست ہیں تو بہت ہی افسوس ناک ہیں' علمائے کرام اور دینی و رفاہی اداروں کے ذمہ داروں کا کسی شخص کے بارے میں یہ جانتے ہوئے کہ اس کا مکمل کاروبار سودی ہے وہ ان تعلیمی و رفاہی اداروں کی مدد کرتا ہے۔ خاموش رہنا اور اس سے چندہ لینا قطعاً درست نہیں' انھیں چاہیے تھا کہ اسے سود کی حرمت' گناہ' نقصانات' اس پر وارد وعیدوں اور عذاب وغیرہ کے بارے میں تفصیل سے بتاتے' سمجھاتے اور نصیحت کرتے اور جب تک وہ توبہ نہ کرتا اس کا تعاون قبول نہ کرتے تاکہ اسے اپنی غلطی اور گناہ کا احساس ہوتا۔ اگر یہ حضرات ایسا کرتے تو ایک تو امر بالمعروف والنہی عن المنکر کا جو فریضہ ان پر عائد ہوتا ہے وہ ادا ہو جاتا' دوسرے کتمان حق' سکوت علی المعصیة بلکہ تعاون علی الاثم والعدوان کے گناہ سے بچ جاتے۔ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا نقص یہی پیدا ہوا تھا کہ ایک شخص کسی کو جب کوئی غلط اور معصیت کا کام کرتے دیکھتا تو پہلی مرتبہ اسے نصیحت کرتا اور کہتا اے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فلاں! اللہ سے ڈر اور اس عمل کو چھوڑ دے' یہ تیرے لیے حلال نہیں ہے' پھر دوسرے دن اس سے ملاقات ہوتی تو اسے نصیحت نہ کرتے کرتا حالانکہ وہ اپنی سابقہ حالت پر ہی قائم رہتا بلکہ اس کے ہم نشین اور ہم نوالہ و ہم پیالہ بن جاتے' اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کے دلوں کو بعض سے مار دیا' ان میں اختلاف اور عداوت و دشمنی پیدا کر دی اور ان پر حضرت داؤد اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبانی لعنت فرمائی۔[1]

ظاہر ہے کہ اگر بنی اسرائیل کا یہ عمل غلط تھا اور اس کی وجہ سے وہ ملعون قرار پائے تو آج کے علما بعینہ اسی عمل پر کیوں مجرم اور گناہ گار نہ ہوں گے؟ اور کیسے اس لعنت سے محفوظ رہیں گے؟

تیسرے بہت ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہدایت دے دیتا اور وہ توبہ کر کے سودی کاروبار کو ترک کر دیتا' اس طرح وہ بہت بڑے گناہ سے بچ جاتا اور یہ حضرات بھی ((مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ)) کے مطابق اجر و ثواب اور ((لَئِنْ یَّهْدِیَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَیْرٌ لَّكَ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ)) کی فضیلت پا جاتے۔

بہر حال ان علمائے کرام اور رفاہی اداروں کے ذمہ دار حضرات کا جانتے بوجھتے ایسے شخص کا ہم نوالہ و ہم پیالہ بن جانا اور اس سے چندہ اور تعاون لینا غلط ہے۔ غالباً اسی قسم کے چندوں کی وجہ سے آج دینی مدارس و جامعات سے خیر و برکت ختم ہو رہی ہے اور ان میں نہ علم اور عمل صالح کی روشنی نظر آتی ہے اور نہ وہاں سے علمائے ربانی اور ماہرین علوم شریعت ہی پیدا ہو رہے ہیں۔

رہا آپ کا یہ سوال کہ کیا ایسے شخص کی ان اداروں کو چندہ دینے کی وجہ سے مغفرت ہو جائے گی؟ اور وہ سود خوری کے گناہ سے بچ جائے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ سود اور اس طرح کی حرام اور ناجائز

[1] دیکھیے ریاض الصالحین: ص ۱۰۵ بحوالہ ابو داؤد و ترمذی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کمائی کے پیسوں سے، غربا اور مساکین، مدارس و مساجد اور رفاہی اداروں کے تعاون سے وہ گناہ اور مواخذہ سے بچ جائے گا، اس کی مغفرت ہو جائے گی اور اسے اجر و ثواب ملے گا تو یہ خام خیالی کے سوا کچھ نہیں، حرام مال کے صدقات و خیرات اور حرام مال کھا کر جو عبادات کی جائیں وہ سب عند اللہ غیر مقبول ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللّٰهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ فَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾ وَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَهُ إِلَى السَّمَاءِ، يَا رَبِّ! يَا رَبِّ! وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ بِذٰلِكَ))[1]

یعنی "اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک ہی قبول فرماتا ہے، اور اللہ نے مومنوں کو انہی چیزوں کا حکم دیا ہے جن کا رسولوں کو حکم دیا ہے، چنانچہ فرمایا: اے رسولو! حلال اور پاک روزی کھاؤ اور عمل صالح کرو، مجھے تمہارے اعمال کا خوب علم ہے۔ اور فرمایا: اے مومنو! تم میرے عطا کردہ حلال رزق میں سے کھاؤ۔ پھر آپ ﷺ نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر کرتا ہے، پراگندہ سر اور گرد و غبار میں اٹا ہوا ہوتا ہے، اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کرتے ہوئے کہتا ہے: اے رب! اے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام کا ہے، اس کا پینا حرام کا ہے، اس کا لباس حرام کا ہے، حرام غذا سے اس کی پرورش ہوئی ہے تو پھر کہاں سے اس کی دعا قبول ہوگی۔"

بعض علما نے سودی رقم کو بلا نیت ثواب، صدقہ کرنے کے لیے جو کہا ہے، ان کا مقصد سودی کاروبار یا اس سے حاصل ہونے والی کمائی کو حلال بتانا نہیں ہے

[1] رواہ مسلم۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ ان کے کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اگر کسی نے اپنی رقم اس کی حفاظت کی خاطر یا کسی اور مجبوری سے بینک میں جمع کروائی ہے اور اس پر اسے سود ملتا ہے تو وہ اسے خود استعمال نہ کرے اور نہ کسی غریب و محتاج کو ثواب کی نیت سے دے' کیونکہ حرام مال کا صدقہ مقبول نہیں بلکہ اس سے گلو خلاصی کے لیے کسی مجبور یا غیر مسلم کو (کچھ شرطوں کے ساتھ) بلا نیت ثواب دے دے۔

اس واسطے کسی کو اس زعم میں نہیں رہنا چاہیے کہ حرام کمائی کا صدقہ مقبول ہے یا اس سے دینی مدارس اور رفاہی اداروں کے تعاون سے اس کی بخشش ہو جائے گی اور اس کے گناہ سے بچ جائے گا۔ بلکہ جلد از جلد توبہ کر کے حصول رزق کے دوسرے حلال ذرائع اختیار کرنا چاہیے۔

سوال (۳۸): موجودہ معاشرہ جہیز کو حرام سمجھ کر سود کا پیسہ جہیز میں دیتا ہے اور سود کا ایک پیسہ بھی اپنے اہل و عیال پر خرچ نہیں کرتا اور یہ تصور کرتا ہے کہ جہیز حرام ہے اس لیے سود جیسی حرام کمائی کو حرام چیز میں دے دیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

براہِ کرم مذکورہ بالا مسئلہ کو قرآن وسنت کی روشنی میں واضح فرمائیں کہ ایسا کرنا کہاں تک جائز ہے؟

جواب: سود کی حرمت' نصوص شرعیہ کی روشنی میں واضح ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ﴾ (البقرة: ۲۷۸-۲۷۹)

"اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور باقی سود کو ترک کر دو اگر تم مومن ہو' اگر یہ نہیں کرتے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کا اعلان سن لو اور اگر توبہ کر لیتے ہو تو تمہارے لیے رأس المال ہے' نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔"

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ حدیث میں سود کو ان سات چیزوں میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شمار کیا گیا ہے جنہیں رسول اللہ ﷺ نے مہلکات (ہلاک کرنے والی چیزیں) قرار دیا ہے۔

اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیثوں میں سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کی شہادت دینے والے اور اس کے لکھنے والے کو ملعون قرار دیا گیا ہے۔

اور جب سود کی حرمت اس طرح عام ہے تو اس کو لے کر جہیز میں صرف کرنا کسی طرح جائز نہیں، کیونکہ اس میں داماد، لڑکی اور ان کے گھر والوں کو سود کا کھلانا تو بالکل واضح ہے اور اس میں ایک طرح سے سود خوری بھی ہے کیونکہ سود کھانے سے مراد صرف بطور غذا استعمال کرنا نہیں ہے بلکہ کسی طرح سے بھی اس سے استفادہ کرنا ہے اور جہیز میں اسے دے کر لڑکی والے اس سے اپنی دوسری جائز رقم بچا کر استفادہ کرتے ہیں، اس واسطے سود کی رقم کو جہیز میں دینا اور اس سے اس طرح استفادہ کرنا، سود کھانے اور کھلانے میں داخل ہے اور ناجائز ہے، اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

یاد رہے کہ لڑکی والوں سے جہیز کا مطالبہ کرنا کسی طرح جائز نہیں کیونکہ نکاح میں مہر ولیمہ کے اخراجات، عورت کے نان و نفقہ اور سکنیٰ (مکان) وغیرہ کی ذمہ داری شرعی اعتبار سے شوہر کے اوپر ہے، لڑکی یا اس کے سرپرست کے اوپر نہیں۔

اسی طرح جہیز دینے کا خواہ بلا مطالبہ ہو، اس طرح التزام کر لینا اور اس کو اس طرح رواج دینا کہ جو لوگ نہ دیں انھیں معاشرہ میں حقارت کی نگاہ سے دیکھا جائے اور ایسی لڑکیوں کو جو جہیز لے کر نہ آئیں، ستایا جائے، ان پر طنز و تشنیع کی جائے، یقیناً ناجائز ہے۔ کیونکہ یہ شریعت اور احکام نکاح میں ایک ایسے امر کا اضافہ ہے جس کا شریعت اسلامیہ سے کوئی ثبوت نہیں، اس واسطے اسلامی معاشرہ کے ذمہ دار حضرات کو اسے ختم کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ سود کی رقم لے کر جہیز دینے سے اس لعنت کا خاتمہ ہرگز نہیں ہوگا بلکہ اس سے اس

www.KitaboSunnat.com

کی تشجیع ہو گی اور ایک حرام کام (سود خوری) کا ارتکاب ہو گا۔ اس لیے اس کے لیے شرعاً کوئی جواز نہیں۔

سوال (٣٩): میں الحمد للہ ایک دیانت دار آسودہ حال تاجر ہوں' مگر میری فرم (Firm) ایک غیر مسلم علاقہ میں قائم ہے لہٰذا میرے ہم پیشہ غیر مسلم بھائیوں کے دلوں میں میرے خلاف تجارتی رقابت کا پیدا ہونا ایک فطری بات ہے' جس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ امانت اور دیانت کی بنیاد پر میری فرم کو قرب و جوار کے بے شمار بڑے بڑے تاجروں میں شہرت حاصل ہے' میں باقاعدہ پندرہ سال سے معقول انکم ٹیکس بھرتا ہوں جس کا ریکارڈ موجود ہے' لیکن اس کے باوجود کاروباری تعصب کی بنا پر میرے لیے کئی مرتبہ ایسی اضطرابی کیفیت پیدا کر دی جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے میری حوصلہ مندی گویا رخصت ہونے لگتی ہے اور جی چاہتا ہے کہ کاروبار سمیٹ کر بالکل محدود کر دیا جائے' جیسے حال ہی میں انکم ٹیکس افسران کی جانب سے میری فرم کی تلاشی لی گئی' اہم کاروباری کاغذات پر بلا وجہ تفتیش و تحقیق کا نام دے کر انکم ٹیکس افسران نے قبضہ کر لیا' پھر تقریباً پانچ لاکھ روپے انکم ٹیکس بھرنے کے لیے کہا گیا' میں نے اپنے مقدمے کو آگے اپیل میں ڈال دیا جہاں مجھے کامیابی ہوئی اور مجھ پر عائد کیا جانے والا انکم ٹیکس کم کر کے ایک لاکھ کر دیا گیا۔ اس دوران مجھ پر جو اضطرابی کیفیت رہی ہے اور ضعیف العمر والدین کو جو صدمات جھیلنے پڑے اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ بہر حال میں ایک محفوظ علاقے میں اپنی فرم کی برانچ ڈالنا چاہتا ہوں' جس کے ڈیکوریشن کے لیے دو لاکھ روپے درکار ہیں جو وقت کی ضرورت کے پیش نظر لازمی ہو چکا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر میں گھر میں رکھے ہوئے چند لاکھ روپوں میں سے دو لاکھ روپے لے کر ڈیکوریشن پر خرچ کر دوں تو فوراً گورنمنٹ کے افسران کا نشانہ بن جاؤں گا اور اس خرچ کے حساب کی تحقیق کے لیے انکم ٹیکس افسران میرے ہر گھر کی خانہ تلاشی اور میری فرم کو دوبارہ تہس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہس کرنے کے درپے ہو جائیں گے اور اس بناء پر مجھ پر جو اضطرابی کیفیت طاری ہوگی وہ جان لیوا بھی ہوسکتی ہے۔ لیکن حکومت کے اس وبال سے بچنے کے لیے میں اگر دو لاکھ روپے کسی بینک سے اپنے نام پر قرض لے لوں تو یہ ساری مصیبت میرے سر سے ٹل جائے گی اور سرکاری وانکم ٹیکس آفیسروں کی آفتوں سے بچ جاؤں گا۔ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہیں کہ:

① گورنمنٹ کے انکم ٹیکس افسران جو بلاوجہ میرے لیے اضطرابی کیفیت اور پریشانی پیدا کر دیتے ہیں' ان سے بچنے کے لیے میرا بینک سے دو لاکھ روپے اپنے نام سے قرض لینا کیسا ہے؟

② بحمد اللہ اب تک میں حرام اور ناجائز راستوں سے آنے والی آمدنی سے محفوظ ہوں اور میرے سامنے بینک کی سودی رقم ہے بچنے کا راستہ یہ ہے کہ میں اپنی جائداد بینک میں رکھ کر فرم کے نام سے دو لاکھ روپے قرض لوں اور اپنے کسی قریبی مسلم یا غیر مسلم دوست کو یہ رقم دے دوں' وہ اصل رقم کے ساتھ سود کی بھرپائی کا بھی ذمہ دار ہوگا' اور وہ دو سال میں پوری رقم میرے نام پر دے کر مجھے بینک کے قرض سے بے باق کر دے گا اور ڈیکوریشن پر جو دو لاکھ روپے خرچ ہونے والے ہیں وہ میں اپنی حلال کمائی سے کر لوں۔ ایسی صورت میں میرا یہ اقدام' شریعت کی روشنی میں صحیح ہوگا یا نہیں؟

③ کیا بے جا طور پر عائد کیے جانے والے گورنمنٹ کے ٹیکسوں کو بھرنے کے لیے میں ایسی رقموں کا استعمال کر سکتا ہوں جو خالص سودی ہوتی ہیں؟ اور یہ رقمیں مجھے بینک میں رکھی ہوئی میری بڑی بڑی رقموں سے حاصل ہوتی ہیں جنہیں میں مختلف بینکوں میں بغرض حفاظت رکھ دیا کرتا ہوں۔ امید ہے کہ شریعت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں گے۔

جواب: (۱) اگر آپ واقعی اپنے اوپر عائد واجبی انکم ٹیکس ادا کرتے ہیں اور اس کے باوجود گورنمنٹ کے انکم ٹیکس افسران بلاوجہ تفتیش و تحقیق کے نام پر آپ کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پریشان کرتے اور انکم ٹیکس بڑھا کر عائد کرتے ہیں اور ظلم سے بچنے کی اس کے سوا اور کوئی شکل نہ ہو کہ آپ اپنے نام سے کچھ رقم بطور قرض بینک سے لے کر اس میں اس طرح تصرف کریں کہ سود اور ظلم دونوں سے بچ جائیں یا کوئی دوسری شکل ہے، مگر اس میں انتہائی زیادہ پریشانی اور وقت و مال کا نقصان ہو تو ایسی صورت میں میرے خیال میں آپ کے لیے بینک سے اپنے نام قرض لینے کی گنجائش ہے، خاص طور سے جب کہ دوبارہ اس قسم کی تحقیق و تفتیش آپ کے لیے جان لیوا بھی ہوسکتی ہے اور آپ اس رقم اور اس کے سود سے استفادہ بھی نہیں کریں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرة:۲۸۶) ''اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلّف نہیں کرتا۔'' اور دوسری جگہ فرمایا: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (التغابن:۱۶) ''جتنی تمھاری استطاعت ہو اتنا اللہ سے ڈرو۔''

۲۔ بینک کی رقم لے کر اپنے کسی مسلمان بھائی کو ہرگز نہ دیجیے، کیونکہ جس طرح سود لینے اور دینے کی حرمت آپ کے لیے ہے اسی طرح آپ کے دوسرے مسلمان بھائی کے لیے بھی ہے اور میری رائے میں بہتر یہ ہے کہ کسی غیر مسلم دوست کو بھی نہ دیں، کیونکہ آج کا دوست کل دشمن بھی ہوسکتا ہے، وہ کسی وقت آپ کو نقصان یا دھوکہ بھی دے سکتا ہے۔ نیز خدشہ ہے کہ آپ کے اس عمل سے کہیں اس کے ذہن میں سود کے متعلق کوئی غلط تصور پیدا نہ ہو، جبکہ ایک مسلمان کے عمل سے کافر کو بھی یہ احساس ہونا چاہیے کہ سود ایک غلط اور مضر چیز ہے جس سے سب کو احتراز کرنا چاہیے۔

میرے خیال میں اگر آپ یہ رقم لے کر کسی دوسرے بینک میں جمع کروا دیں اور پھر وقت مقررہ پر اصل مع سود لے کر پہلے بینک کو واپس کر دیں تو غالباً زیادہ مأمون بہتر ہوگا۔ غیر مسلم دوست کو دینے کو میں حرام نہیں کہتا لیکن احتیاط کے خلاف سمجھتا ہوں۔

۳۔ بے جا طور سے عائد کیے جانے والے گورنمنٹ کے ٹیکس کو بھرنے کے لیے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سودی رقم کو میرے خیال میں استعمال کرنے کی گنجائش ہونی چاہیے۔ قاعدہ ہے: ''اَلضَّرُوْرَاتُ تَبِیْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ'' ''ضرورتیں اور مجبوریاں ممنوع چیزوں کو بھی مباح کر دیتی ہیں۔'' اور ﴿جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا﴾ ''برائی کا بدلہ اس جیسی برائی سے ہے۔'' البتہ اس ظلم سے بچنے کے لیے بھی اپنا حلال مال ہی استعمال کریں تو اولیٰ ہے۔ حدیث نبوی ہے: ((مَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهِ وَعِرْضِهِ)) ''جس نے شبہ والی چیزوں سے اجتناب کیا اس نے اپنی عزت اور دین کو محفوظ کرلیا۔''

نوٹ: بعد میں اس سلسلہ میں علامہ عبید اللہ صاحب مبارک پوری' صاحب مرعاۃ المفاتیح کا ایک فتویٰ نظر سے گزرا جس کی وجہ سے مزید اطمینان ہوا۔ فتویٰ کی عبارت اس طرح ہے:

''روپے پیسے کی حفاظت کا بینک کے علاوہ اور کوئی دوسرا محفوظ ذریعہ نہ ہو تو بینک میں سیونگ اکاؤنٹ کھولنا جائز ہے اور اس صورت میں بینک سے جس قدر سود ملے اسے بینک میں چھوڑا نہ جائے بلکہ نکال لیا جائے لیکن اس کو اپنی یا اپنے کسی عزیز بلکہ کسی بھی مسلمان کی ضرورت جائزہ' خاصہ یا مشترکہ میں صرف نہ کیا جائے۔ اس سے بیت الخلا یا پلیا یا سڑک اور نہر وغیرہ بھی نہ بنوائی جائے' بلکہ کسی غریب غیر مسلم پر صرف کر دی جائے یا کسی ایسے کالج اور سکول میں دے دی جائے جس میں پڑھنے والے صرف غیر مسلم ہوں یا ایسے سرکاری ٹیکسوں میں خرچ کر دی جائے جو شرعاً جبر و ظلم اور ناحق ہیں مثلاً بکری ٹیکس (سیل ٹیکس) یا انکم ٹیکس یا ہاؤس ٹیکس وغیرہ۔ کسی بھی سودی رقم کا کسی مسلمان کی ضروریات میں خرچ کرنا خواہ کتنا ہی غریب کیوں نہ ہو جائز نہیں ہے۔ یہ مالِ خبیث ہر مسلمان کے حق میں بہرحال خبیث ہی ہے۔''

11872

هذا ما ظهر لي والعلم عند الله تعالى

(مجلہ الفلاح بھیکھم پور' ص: ۱۰۳' جلد ۳' ۴۔ شمارہ ۱۱' ۱۲' ۲' بابت جون' جولائی' اگست ۱۹۹۴ء علامہ عبید اللہ رحمانی نمبر)

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فِیہَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ

اچھی کتب کے مطالعے کے ساتھ

اپنے دِل اور
رُوح کی دُنیا کو
آباد کریں

- آپ کی زندگی کا رُخ بدل دینے والی کُتب
- تحقیق وطباعت کے بہترین معیار کے ساتھ
- نامور مصنّفین آپ کے قدم بقدم
- تفاسیر احادیث سیرۃ النبیؐ فتاویٰ اور مختلف موضوعات پر بہت سی کتب

330 س 231 م
11872-EU-64

صرف کتاب نہیں بلکہ ا

مکتبہ قدوسیہ
رحمان مارکیٹ ٭ غزنی سٹریٹ ٭ اردو بازار ٭ لاہور پاکستان

Ph:042-7230585-7351124
visit us: www.quddusia.com
Email: info@quddusia.com, qadusia@brain.net.pk